از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مرتب

فقیر محمد زاهد راشدی نقشبندی

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

نام کتاب ــــــــــــ خطباتِ فقیرؒ

از افادات ــــــــــــ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

مرتب ــــــــــــ محمد زاہد راشدی نقشبندی

ناشر ــــــــــــ **مکتبۃ الفقیر**
223 سنت پورہ فیصل آباد

اشاعت سوم ــــــــــــ مئی 2010ء

تعداد ــــــــــــ گیارہ سو

سرورق ــــــــــــ حافظ انجم محمود

کمپوزنگ ــــــــــــ دارالمطالعہ حاصل پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

حضرت اقدس دامت برکاتہم کی شخصیت عالم عرب وعجم میں کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ کی شخصیت میں اللہ تعالیٰ نے مقناطیسیت اور جاذبیت رکھی ہے۔ جو افراد معاشرے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم کی گفتگو میں تقویٰ کا حسن، علم کی خوشبو، پاکیزگی کا جمال اور عمل کی لذت ہوتی ہے۔ آپ کے بیان میں سوز، رقت اور واردات قلبی کا اظہار ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم اپنی کیفیات باطنی کو چند جملوں میں بیان فرما کر اہل دل حضرات کو سوز کا بہت بڑا سرمایہ عطا فرما دیتے ہیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم کی زندگی کا مشن حضور اکرم ﷺ کا پیغام زندگی، جو ابدی نجات کا ذریعہ ہے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں تک پہنچانا ہے۔

جی میں آتا ہے کہ اس نام کی خوشبو لے کر
سارے عالم میں پھروں اور بادصبا ہو جاؤں

اس مقصد کے حصول کے لیے حضرت جی دامت برکاتہم کا بسا اوقات صبح ایک ملک میں دوپہر دوسرے ملک میں اور شام ایک اور ملک میں بسیرا ہوتا ہے۔ تبلیغی اسفار میں آپ کے جذب وشوق کی ترجمانی کے لیے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہمارے پاس ہے کیا جو فدا کریں تجھ پر
مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں

سچ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے کام لیتے ہیں تو اس کے اوقات میں بھی برکت عطا فرما دیتے ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اللہ والے جہاں سے گزرتے تھے وہاں ہدایت پھیل جاتی تھی۔ دنیائے روحانیت کے تاجدار حضرت جی دامت برکاتہم بھی جہاں تشریف لے گئے الحمد للہ بڑی تعداد میں لوگ تائب ہو جاتے ہیں۔

الحمد للہ آپ کی شخصیت بڑی مؤثر، دل آویز اور ہمہ گیر ہے، آپ سراپا عمل اور مجسم جدوجہد کے حامل، نہ جھکنے والے نہ مایوس ہونے والے نہ پست ہونے والے داعی ہیں۔ امت کی تربیت وتعلیم میں آپ کا سوز کچھ اس طرح سے ہے۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر موجود سے بیزار کرے

موت کے آئینہ میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی اور بھی تیرے لیے دشوار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

بربط حیات کا وہ کون سا تار ہے جو مفکر اسلام حضرت اقدس دامت برکاتہم نے نہ چھیڑا ہو اور جن کے سرمدی نغموں نے زندگی کے اسرار و رموز کا انکشاف نہ کیا ہو۔

خطبات فقیر و حضرت جی کی دیگر تصنیفات کیا ہیں؟ وہ ایک ایسا ورود دل ہے جس کا مشاہدہ یوں کیا جاسکتا ہے۔

سلطان عالمگیر کی بیٹی نے جیسے کہا:

درسخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

ترجمہ: میں اپنے کلام میں مخفی ہوں جس طرح کہ پھول کی مہک اس کی پتیوں میں پنہاں ہوتی ہے جو شخص مجھے دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو میرے کلام میں مجھے دیکھ لے حقیقت یہ ہے کہ کلام کسی کا بھی ہو وہ اپنے متکلم کا عکس ہوتا ہے جس سے اس کے بلیغ علم زور بیان انداز فکر اور طرز استدلال کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے۔

اس سعی ناتمام کتب کی اشاعت میں حضرت جی دامت برکاتہم کے محبوب خلیفہ ادارہ "**مکتبۃ الفقیر**" کے انچارج حضرت حاجی محمد صدیق صاحب مدظلہ اور ان کے رفقاء کی شبانہ روز کی جہد مسلسل شامل ہے۔ادارہ "**مکتبۃ الفقیر**" کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت اقدس دامت برکاتہم کے خطبات و دیگر تصنیفات کو شائع کروا کر دنیا بھر میں پہنچا کر حضرت جی دامت برکاتہم کی خصوصی دعاؤں اور توجہات کو حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرتے دم تک شیخ محترم کے ان صدقات جاریہ کو جاری رکھنے کے لیے قبول فرمائے۔ آمین بحرمتہ سید المرسلین ﷺ

اجازت ہو تو آ کر میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں
سنا ہے کہ کل تیرے در پر ہجوم عاشقاں ہو گا

دعاؤں کا طالب

عاجز محمد زاہد راشدی نقشبندی

خانقاہ نقشبندیہ جامعہ دار العلوم تعلیم و تربیت حاصل پور

فہرست مضامین

دلوں کو زندہ کرنا 61

معاشرت کے راہنما اصول 175

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○ (سورۃ التوبہ آیت ۱۱۹)

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

اقتباس

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج زمانے میں اہل اللہ کی صحبت کو میں فرض عین کہتا ہوں۔ یہ حکیم الامت کے الفاظ ہیں ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ، بہت بلند مقام کے بزرگ ہیں۔ ان کا درس تفسیر بڑا معروف، رمضان المبارک میں سینکڑوں علماء جو اپنے اپنے مدارس میں تفسیر پڑھاتے تھے ان کے ہاں تفسیر کا دورہ کرنے جاتے تھے۔ اللہ نے علماء میں اتنا مقبول بنایا تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنا دورہ حدیث محدث اعظم حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے کیا جب حضرت نے بخاری شریف پڑھا دی تو اس کے بعد فرمایا (طلباء کو مخاطب کر کے) کہ جتنی بار چاہو بخاری شریف ختم کرلو جب تک اللہ والوں کی جوتیاں سیدھی نہ کرو گے تم روح علم سے محروم رہو گے۔ چنانچہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ صحبت اہل اللہ حاصل کیے بغیر اخلاص کامل مل جانا یہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

اللہ والوں کی صحبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (سورۃ التوبۃ: آیت ۱۱۹)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

تقویٰ کسے کہتے ہیں؟

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اے ایمان والو! اے وہ لوگو جو اللہ رب العزت اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کے حکموں کو ماننے کا اقرار کر چکے ہو، جو عہد کر چکے ہو کہ ہم اللہ رب العزت کے حکم کو مانیں گے اور اس کے محبوب ﷺ کے طریقے کو اپنائیں گے۔ اے ایمان والو! اے ماننے والو! اتقوا اللہ۔ اللہ سے ڈرو۔ تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کہتے ہیں ہر اس چیز کو ترک کر دینا جس

کے اختیار کرنے سے تعلق باللہ میں فرق آئے۔اس کو تقویٰ کہتے ہیں۔جو چیز بھی اللہ سے دوری کا باعث بنے اس کو چھوڑ دینا تقویٰ کہلاتا ہے۔تین تقویٰ کے مراتب ہیں۔

پہلا مرتبہ: کفر اور شرک کو چھوڑنا:

کفر اور شرک سے توبہ کر لینا۔یہ خلود نار سے بچاؤ کا سبب ہے۔جو آدمی کفر اور شوک سے بچ گیا۔وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ نہیں رکھا جائے گا۔خلود نار کے عذاب سے، ہمیشہ ہمیشہ والے عذاب سے یہ بچ گیا۔

دوسرا مرتبہ: ترکِ معاصی:

یہ خلود فی النار سے دخول فی الجنتہ کا سبب ہے۔پہلا خلود فی النار سے بچاؤ کا سبب ہے۔دوسرا جو کبائر سے بچا وہ جہنم میں داخل ہونے سے بچ گیا۔

تیسرا مرتبہ: متشبہات سے بچنا:

ایسا انسان جنت کے اندر اللہ رب العزت کے ہاں بڑے مراتب پانے کا حقدار بن جاتا ہے۔لہٰذا جتنا انسان تقویٰ اختیار کر سکے اتنا کم ہے۔ارشاد فرمایا:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾

''اتنا تقویٰ اختیار کرو جتنا تمہارے اندر استطاعت ہے''

تم جتنے گھوڑے تیز دوڑا سکتے ہو اس میدان میں تم دوڑا لو۔تمہیں اجازت ہے۔یہ وہ عمل ہے جس کی اللہ رب العزت نے وصیت فرمائی۔نصیحت کے رنگ میں فرمایا

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ (سورۃ النساء، آیت ۱۳۱)

''ہم نے تم سے پہلے والوں کو بھی یہ وصیت کی تمہیں بھی یہ وصیت کرتے ہیں''

﴿اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾

کہ اللہ سے ڈرو۔ایک سانس میں ایک بات کو دو مرتبہ Repeat کر دیا جائے تو بات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ایک کلمے کے اندر، ایک آیت کے اندر دو دو مرتبہ

﴿ اِتَّقُوا اللّٰهَ اِتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو آگے کیا فرمایا:

﴿ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ (سورۃ الحشر آیت ۱۸)

ایک ہی آیت ہے۔اتقوا اللہ پھر چند لفظوں کے بعد اتقوا اللہ۔اس کا مطلب ہے اللہ رب العزت کے ہاں کتنی اہمیت ہے اس کی؟ اس لئے اس تقوی کو اختیار کیے بغیر انسان ولی نہیں بن سکتا۔قرآن مجید میں فرمادیا:

﴿ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ﴾ (سورۃ الانفال آیت ۳۴)

''اللہ کے جو ولی ہوتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو متقی ہوتے ہیں''

ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا کہ ہم تقوی بھری زندگی گزاریں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں تقوی:

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا حضرت! تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ اگر تمہارے دل کی تمناؤں کو مجسم کر کے کسی طشتری کے اندر رکھ دیں اور اس کو سر بازار پھرائیں تو کوئی ایسی تمنا اس میں نہ ہو جس پر تمہیں شرمندگی ہو۔دل میں بھی گناہ کی تمنا نہ رکھنا۔اس کو تقویٰ کہتے ہیں۔آسان لفظوں میں اگر کوئی چاہے کہ میں سمجھوں کہ تقوی کسے کہتے ہیں تو بھئی! تقویٰ یہ ہے کہ انسان ایسی زندگی گزارے کہ قیامت کے دن اس کا گریبان پکڑنے والا کوئی نہ ہو۔

تقوی پرانعام:

اپنی زندگی کے بارے میں سوچیں کہ کیا میری زندگی میں کوئی ایسا ہے جس کا دل میں نے خفا کیا، جس کے حق ادا نہ کیے جس کو میں نے دکھایا ستایا اور ایسا تو نہیں کہ قیامت کے دن وہ میرا گریبان پکڑے۔ اس لیے اس تقویٰ پر اللہ تعالیٰ انسان کو وہ علم دیتے ہیں جو اس کو کتابوں میں بھی نہیں ملا کرتا۔

علم نافع کی پہچان:

ایک ہے علم نافع، نفع دینے والا علم۔ یہی تو مانگا گیا چنانچہ نبی ﷺ نے دعا مانگی:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا ﴾

''اے اللہ! میں نفع دینے والا علم مانگتا ہوں''

یہ نفع دینے والا علم کونسا ہے؟ جو انسان کے جسم میں نور بن کر آتا ہے۔ ایک ہوتی ہے معلومات، وہ تو یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس بھی بہت ہوتی ہیں۔ ایک ہوتا ہے علم یہ کوئی اور چیز ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء سے پوچھا کہ بتاؤ علم کا مفہوم کیا ہے؟ کسی نے کہا جاننا، کسی نے کہا پہچاننا۔ اپنا اپنا جواب دیتے رہے۔ حضرت خاموش رہے۔ طالب علم نے کہا کہ حضرت آپ ہی کچھ بتا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا علم وہ نور ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد اس پر عمل کیے بغیر چین نہیں آتا۔ ایک علم وبال ہوتا ہے۔ اس کے باوجود انسان گمراہ ہوتا ہے۔ سنئے قرآن عظیم الشان! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ﴾

''کیا دیکھا آپ نے اسے جس نے اپنی خواہشات کو معبود بنا لیا''

﴿وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ (سورۃ الجاثیۃ آیت ۲۳)

''اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہ کیا''

امت کی کشتی کیسے کنارے لگے گی؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا حضرت! اس امت کی کشتی کیسے ڈوبے گی؟ فرمایا علماء کی وجہ سے۔ حضرت! اس امت کی کشتی کنارے کیسی لگی گی؟ فرمایا علماء کی وجہ سے۔ پوچھنے والا حیران، حضرت کیا مطلب؟ فرمایا جو علماء سوء ہوں گے، نفس کے پجاری ہوں گے، نام کے عالم ہوں گے ان کی وجہ سے امت کی کشتی ڈوبے گی۔ اور جو علماء حق پر ہوں گے ان کی وجہ سے کشتی کنارے لگ جائے گی۔ اس لئے تقویٰ میں کمی علم میں کمی کا سبب بنتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس میں تقویٰ نہیں وہ جلالین اور بیضاوی شریف پڑھا نہیں سکتا، مسلم شریف، بخاری شریف پڑھا نہیں سکتا۔ پڑھا سکتا ہے اگر یہ بندہ تقویٰ اختیار کرتا تو جتنا علم اب اس کے پاس تھا اس سے کئی گنا زیادہ علم اللہ اس کو اور عطا فرما دیتے۔ یہ مت سوچیں کہ میرے پاس تقویٰ بھی نہیں اور میں بڑا ذہین ہوں، جماعت میں سب سے آگے ہوں، حدیث کو سمجھ لیتا ہوں۔ او اللہ کے بندے اگر آپ ان گناہوں کے ساتھ حدیث پاک کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں تو اگر آپ تقویٰ کو اختیار کر لیتے اللہ رب العزت آپ کو حفاظ حدیث میں شامل فرما دیتے۔ ابھی بھی آپ نے اپنے مرتبے کو کم کر لیا۔ اس لئے امام شافعی نے جو پوچھا ۔

شکوت الیٰ وکیع سوء حفظی
فاوصانی الیٰ ترک المعاصی
فان العلم نور من الھنی
و نور اللہ لا یوءتی العاصی

تو اس علم سے مراد یہ ظاہری الفاظ نہیں ہیں علم کا نور تھا۔ وہ علم کا نور جو گناہوں کے

سبب بندے سے چھین لیا جاتا ہے۔ بندے کو محروم کر دیا جاتا ہے۔ علم نافع کی کیا پہچان؟ علم نافع کی یہ پہچان کہ جتنا یہ علم بڑھتا چلا جاتا ہے بندے کے دل میں خوف خدا اور خشیت بڑھتی چلی جاتی ہے' یہ پہچان ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (سورۃ فاطر آیت ۲۸)

لہٰذا کوئی پوچھے کہ عالم کون ہوتا ہے؟ تو آسان لفظوں میں اس کی تعریف سن لیجئے۔ جس بندے پر گناہوں کی مضرتیں جتنی زیادہ کھل جائیں وہ اتنا بڑا عالم اللہ کی نگاہ میں ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ گناہ کے قریب بھی نہ جائے' یہ عالم ہے۔

نور نبوت سے محرومی کا سبب:

جب انسان کے اندر تقویٰ نہیں ہوتا معصیت کی زندگی گزاری جاتی ہے تو (علم نور نبوت ہے) اس نور نبوت سے اللہ اس کو محروم کر دیتے ہیں۔ اس کو حاصل ہی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ایسا شخص اپنے اعمال کی تاویل کرتا پھرے گا۔ جہاں اپنے نفس کا معاملہ آئے گا اس کا فتویٰ اور ہوگا۔ لوگوں کے بارے میں فتویٰ اور ہوگا۔ یہی اس بات کی دلیل ہے۔ اور آج تک جس کسی کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا گیا ان معبودوں میں کوئی اتنا برا معبود نہیں جتنا برا معبود انسان کا اپنا نفس ہے۔ یہ سب سے بڑا معبود ہے جس کی اللہ کے سوا بندوں نے پرستش کی ہے۔

بنی اسرائیل کے بے عمل علماء۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا﴾ (سورۃ الجمعہ آیت ۵)

''یہ گدھے ہیں جن کے اوپر بوجھ لادا ہوا ہے''

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے گدھے کا لفظ استعمال کیا۔ اور بے عمل پیر جو بنی اسرائیل کے تھے اللہ نے ان کو کتے کی تشبیہ دی۔

﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ﴾ (سورۃ الاعراف۔ آیت ۱۷۶)

یہ بلعم باعور بھی پیر تھا اپنے وقت کا مگر بے عمل نکلا۔ نتیجہ کیا؟ اللہ نے فرمایا اس کی مثال کتے کی مانند ہے۔ تو انسان اللہ رب العزت کی نظر میں عالم بنے اس کے لئے تقویٰ لازمی ہے۔ پھر اللہ رب العزت وہ علم دیتے ہیں جو علم انسان کو عام کتابوں میں سے نہیں ملا کرتا۔

علم اور خشیت الٰہی:

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا

﴿عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمِیْ﴾

''مجھے میرے رب نے علم سکھایا اور بہترین علم سکھایا''

﴿عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ﴾

میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور بہترین ادب سکھایا۔ علم کون دیتا ہے۔ اللہ رب العزت دیتا ہے اور متقی بندے کو دیتے ہیں۔ جتنا تقویٰ زیادہ اتنا ہی اس پر اللہ تعالیٰ اسرار و رموز کھولتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ علماء یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لو کانو یعلمون۔ کاش! کہ جانتے۔ حالانکہ علماء تھے۔ اس کا مطلب یہ کہ اللہ رب العزت کی نظر میں وہ بے علم تھے۔ تب ہی تو فرمایا لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ اور ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ۔ آیت ۴۴)

''تم کتاب پڑھتے ہو تمہارے پاس عقل کی رتی نہیں ہے''

تو علم وہ کہ جس سے انسان کے دل میں خشیت الٰہی بڑھتی چلی جائے۔

علم کو محفوظ رکھنے کا طریقہ:

اب یہاں پر ایک نکتے کی بات سمجھ لیجئے۔

ہم کہتے ہیں کہ ایمان کا محافظ علم ہے، علم کا محافظ تقویٰ ہے۔ تقویٰ نہیں تو علم سے محروم، علم نہیں تو ایمان سے محروم۔ جو ایمان کی حفاظت چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے علم کو محفوظ رکھے اور جو علم کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ تقویٰ اختیار کرے۔ اس لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا علم بکثرت روایت کا نام نہیں علم عمل کرنے کا دوسرا نام ہے۔ چنانچہ انہوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت فرمائی کہ آپ اپنے عمل کو آٹا بنائیں اور اپنے علم کو نمک کی مانند بنائیں۔

دنیا میں جتنے بھی فرقے بنے ان سب کے بانی عالم تھے۔ مگر نام کے عالم تھے۔ حقیقت میں جاہل تھے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان ڈرے اور اللہ رب العزت سے علم نافع حاصل کرنے کی دعائیں مانگے۔ اور یہ خشیت، یہ خوف خدا پھر بندے کے اعمال کے اوپر کھڑا کرتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی علماء کو زریں نصیحت:

چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہر عالم کو چاہیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کچھ نہ کچھ نیک مخفی اعمال کا ذخیرہ موجود ہو۔ لوگوں سے چھپ کے اللہ کے لئے عمل کریں۔ پتہ بھی نہ چلنے دیں کسی کو۔ ہمارے اکابر ایسا ہی کرتے تھے۔ زندگی میں کتنے اعمال ایسے کرتے تھے کہ پروردیگار کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا تھا۔ اللہ کی رضا کے لئے کرتے تھے۔ اس لئے ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ دین کا کام اللہ نے جب بھی لیا ظاہر اور باطن کے جو جامع علماء تھے ان سے لیا۔ آپ اس امت کی تاریخ پڑھ کے دیکھ لیں۔ جن کو اللہ نے دین میں بلندی عطا فرمائی، دین میں قبولیت عطا فرمائی یہ سب وہی لوگ تھے جو مرج البحرین کی مانند تھے۔ علم ظاہر بھی تھا علم باطن بھی تھا۔ شریعت اور طریقت کے جامع تھے۔ دونوں نعمتیں اللہ نے ان کو عطا فرمائی تھیں۔ اس لئے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ یہ

فرماتے ہیں۔

علم چوں برتن زنی مارے بود
علم چوں بردل زنی یارے بود
بینی اندر خود علوم انبیاء
بے کتاب و بے معین اوسطی

کہ ”علم کو اگر تم فقط ظاہر پر لگاؤ گے تو یہ سانپ بنے گا اور اگر اس علم کو اپنے دل پر دو گے تو علم تمہارے لیے یار بن جائے گا۔ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اپنے اندر انبیاء کا علم پاؤ گے۔ اللہ تمہیں وہ علم دے گا جو تمہیں عام کتابوں کے اندر نہیں مل سکتا۔ بغیر کتاب اور بغیر استاد کے اللہ رب العزت تمہارے سینے کو علم کے نور سے بھر دے گا۔“ فرمایا

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ﴾

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو۔

کونوا مع الصدقین کے مصداق کون؟

﴿كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہ کونوا امر کا صیغہ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہ فرض ہے۔ حکم خدا کی تعمیل بندے پر فرض ہے کیا فرما رہے ہیں:

﴿كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ وہ کون سچے؟ جن کے ظاہر اور باطن میں فرق نہیں ہوتا' قول اور فعل میں فرق نہیں ہوتا۔ دورنگی سے اللہ نے جن کو بچا کر اپنے رنگ میں ان کو رنگ لیا ہوتا ہے۔ چنانچہ مفسرین نے اس کا ترجمہ مشائخ وقت لیا ہے۔ کہ تم مشائخ کی صحبت میں بیٹھو اور ان سے فائدہ پاؤ۔ چنانچہ علم کا لطف عشق الٰہی کی برکت سے ملتا ہے۔ ان

مشائخ کی صحبت کی برکت سے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اور کونوا مع الصادقین کی وضاحت:

روح المعانی میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کونوا مع الصدقین کا مطلب یہ ہے:

﴿خَلَطُوْ هُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ﴾

تم اتنا ان کے ساتھ ملو، رابطہ رکھو کہ تم ان کی مانند بن جاؤ۔ کہتے ہیں خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ تم اتنا ان کے ساتھ آنا جانا رکھو، میل جول رکھو، کہ ان کی کیفیات تمہارے اندر آ جائیں۔

﴿فَكُلُّ قَرِيْنٍ بِالْمُقَارِنِ يَقْتَدِيْ﴾

اس لئے کہ ساتھی ہمیشہ جو اپنا ساتھی ہوتا ہے اس کی وہ پیروی کرتا ہے۔ اس کی بات کو مانتا ہے۔ اور واقعی یہ بات سچی ہے۔ چنانچہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے سے انسان ان کے باطنی کمالات کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ اس پر کسی عارف نے کہا

یہاں تک جذب کرلوں کاش! تیرے حسن کامل کو
تجھی کو سب پکار اٹھیں گزر جاؤں جدھر سے میں

میں جدھر سے گزر جاؤں آپ کو لوگ یاد کریں۔

بندہ اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت مشکواۃ شریف میں فرماتے ہیں اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ۔ بندہ اپنے دوست کے دین کے اوپر ہوتا ہے۔ تو ان کی صحبت میں انسان رہے گا یقیناً انہی کی عادات واطوار کو اپنائے گا۔

حریص اور زاہد کی صحبت کے اثرات:

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے مرقاہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب قول نقل کیا۔ فرماتے ہیں۔

﴿مُجَالَسَةُ الْحَرِيْصِ وَ مُخَالَطَتُهٗ تَحْرِثُ الْحِرْصَ﴾

حریص بندے کے صحبت اور اس کے ساتھ میل جول بندے کے اندر حرص کو پیدا کر دیتا ہے۔

﴿وَمُجَالَسَةُ الزَّاهِدِ وَ مُخَالَطَتُهٗ تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا﴾

کسی زاھد کی صحبت اور اس کے ساتھ ربط انسان کے اندر زھد کی دنیا پیدا کر دیتا ہے

﴿لِاَنَّ الطَّبَائِعَ مَجْعُوْلَةٌ﴾

اس لئے کہ اللہ رب العزت نے انسانوں کی طبیعتوں کو بنایا ہی ایسا ہے

﴿اَلتَّشَبُّهِيْ وَالْاِ قْتِ...﴾

کہ وہ مشابہت اختیار کرتی ہے اور اقتداء کرتی ہے۔یعنی انسان کی فطرت ہی اللہ نے ایسی بنائی ہے جس کے ساتھ رہتا ہے اس جیسا بننا چاہتا ہے یا اس کے نقش قدم پہ چلنا چاہتا ہے۔فطرت انسانی ہی اللہ نے ایسی بنائی ہے۔بلکہ فرما تے ہیں

﴿وَالطَّبْعُ يَسْرِقُ مِنَ الطَّبْعِ مِنْ حَيْثُ لَا يُدْرِيْهَا﴾

طبیعتیں دوسرے بندے کے اعمال کو اتنا چوری کر لیتی ہیں کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ میری عادت کو اپنا لیا گیا ہے۔اس طرح کی طبیعتیں اپنے ساتھ والے کی عادت کو اپنا لیا کرتی ہیں۔ہمیں بھی چاہیے کہ ہم نیکوں کے صحبت کو اختیار کریں، مشائخ کے صحبت اختیار کریں تا کہ ہمارے اندر حال پیدا ہو جائے۔ابھی تو ہم قال کے بندے ہیں۔پھر ہم حال کے بندے بھی بن جائیں۔

مولانا روم کی نصیحت:

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال را بگزار مرد حال شو

پیش مرد کاملے پامال شو

صد کتاب و صد ورق درنار کن

جان و دل راجانب دلدار کن

کہ کسی صاحب حال کے سامنے اپنے قال کو ڈال دو اور کسی مرد کامل کے سامنے اپنے آپ کو پامال کر دو۔ سو کتابیں اور سو ورق تم بھلے آگ میں ڈال دو اپنی جان اور اپنے دل کو اپنے اللہ کے حوالے کر دو۔

حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری اور صحبت کی تاکید:

چنانچہ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا حضرت! یہ اولیاء کے صحبت میں رہنا اتنا ضروری کیوں ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ صحابی بن سکتے ہو؟ نہیں۔ تابعی بن سکتے ہو؟ جی نہیں۔ تبع تابعی بن سکتے ہو؟ جی نہیں۔ کیوں؟ کہا جی! صحابی تو وہی جس نے نبی کی صحبت پائی۔ تابعی وہ جس نے صحابہ کی صحبت پائی۔ اور تبع تابی وہ جس نے تابعی کی صحبت پائی۔

﴿قرون ثلثه مشهود لها بالخير﴾

وہ تو یہی تھے۔ تو یہ کتابوں سے تو حاصل نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے فرمایا کہ دیکھو اگر اللہ رب العزت کے ہاں اس لفظ سے زیادہ اور کوئی پسندیدہ لفظ ہوتا اللہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کے لئے اس لفظ کو پسند فرما دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابی کا لفظ پسند کیا۔ میرے محبوب کے صحبت یافتہ۔ صحبت پانے والے۔ تو جو نعمتیں صحبت سے ملتی ہیں وہ اس کے بغیر بندے کو حاصل نہیں اور برکتیں ہو سکتیں چنانچہ انہوں نے کہا

جزاك الله كه چشم باز کردی

مرا با جان جاں ہمراز کردی

اسی لئے بزرگوں نے کہا:

ھـر کـہ خـواھـد ھـم نشینـی بـا خدا

تــو نشیــنــد در حــضــور اولیـــاء

''ہر بندہ جو چاہے کہ میں اللہ کے ساتھ صحبت اختیار کروں۔اس کو چاہیے کہ اولیاء کی صحبت میں بیٹھے''۔یہ باخدا لوگ ہیں ان کو اللہ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔چنانچہ ان کی ایک لمحے کی صحبت بندے کی زندگی کے بدلنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اشکال کی وضاحت:

مفتی اعظم پاکستان مفتی حضرت محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت عام طور یہ دیکھا گیا ہے کہ کہ شعراء حضرات جب اپنا کلام لکھتے ہیں تو افراط وتفریط کے شکار ہو جاتے ہیں۔جس طرف رجحان ہوتا ہے بات کو لمبی کر دیتے ہیں اور جہاں نہیں ہوتا اس کو ضرورت سے زیادہ گھٹا دیتے ہیں۔تو مجھے لگتا ہے کہ مولانا روم نے بھی ایک شعر میں کچھ ایسا ہی عمل کیا ہے۔کونسا شعر؟ کہا کہ جی انہوں نے فرمایا،

یک زمانہ صحبت اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں ایک لحہ بیٹھنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔ اگر عبادت کہہ دیتے تو پھر بھی بات سمجھ میں آ جاتی ۔نہیں سو سال کی بے ریا عبادت۔حضرت اقدس تھانوی بھی حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تھے فرمایا کہ اس شعر کو میں پڑھوں؟ جی حضرت! فرمایا

یک زمانہ صحبت اولیاء

بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

اولیاء اللہ کی صحبت میں چند لمحے گزارنا، ایک لمحہ گزارنا لاکھ سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔ کہنے لگے حضرت! سو سال سمجھ میں نہیں آرہے تھے اور آپ نے تو لاکھ سال کی بات کردی۔ پھر حضرت نے ان کو تحقیقی انداز میں بات سمجھائی۔ حضرت نے فرمایا ایک بندہ ایک لاکھ سال بے ریا عبادت کرے کیا اس کے پاس یقین دہانی ہے کہ اس کا انجام اچھا ہوگا۔ یقین دہانی تو کسی کے پاس نہیں ہوتی۔ شیطان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ زمین کے چپے چپے پہ اس نے سجدہ کیا۔ طاؤس الملائکہ اس کا نام پڑ گیا۔ لیکن ایسی پھٹکار پڑی کہ رب کریم نے فرمایا

﴿فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ۔ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ﴾ (سورۃ ص: آیت ۷۷۔۷۸)

قیامت تک تیرے اوپر لعنتیں برستی رہے گی۔

تو اتنی عبادت مگر انجام برا۔ دنیا میں دیکھ لی جیسے بلعم باعور بنی اسرائیل کا بڑا نیک عابد شخص تھا۔ مستجاب الدعوات بن گیا' کیا مطلب؟ جو دعا مانگتا تھا وہ قبول ہو جاتی تھی۔ لیکن ایسی پھٹکار پڑی

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ﴾ (سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۶)

خواہشات کی پیروی کی اللہ نے پھٹکار دیا۔ تین سو سال عبادت میں گزارنے کے بعد بھی پھٹکار ملی۔ جب یہ واقعات پڑھتے ہیں تو دل ڈرتا ہے۔ ہماری عبادت اتنی ہے ہی نہیں' فرمایا اچھا میں تمہیں حدیث سناؤں۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جو نیک لوگ ہیں مقدار میں بھی اور معیار میں بھی تو ہم کس کھاتے میں؟ تو لاکھ سال کی عبادت کے بعد بھی کوئی گارنٹی نہیں، اولیاء اللہ ہیں ان کی صحبت میں جو آنا جانا رکھتا ہے۔

﴿هُمْ رِجَالٌ لَا يَشْقَىٰ جَلِيسُهُمْ﴾

یہ ایسے لوگ ہیں ان کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا۔ اور بد بخت وہ ہوتا ہے کہ موت کے وقت ایمان سے محروم ہو جائے۔ تو حدیث پاک بتا رہی ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے پر انسان کا خاتمہ اچھا ہوتا ہے اور ایمان کو لے کر سلامت چلا جاتا ہے۔ للہٰذا لاکھ سال کی عبادت پر بھی جس کا بھروسہ نہیں محبوب کی مبارک زبان سے بشارت مل رہی ہے چند لمحوں کی صحبت میں وہ نعمت اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام جعفر صادق کی صحبت میں:

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا جتنے بھی بڑے بڑے علماء گزرے، فقہاء گزرے سب نے کسی نہ کسی کی صحبت پائی۔ سب سے پہلے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔ اس لئے جتنے فقہاء اور محدثین ہیں وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت کے شاگرد ہیں للہٰذا حضرت کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے۔ انہوں نے جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ (جو ہمارے نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگ ہیں) کی صحبت پائی۔ اور امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے امام قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت پائی۔ اور یہ امام قاسم رحمۃ اللہ علیہ فقہائے سبع مدینہ میں سے تھے۔ یعنی مدینہ کے ساتھ بڑے مفتی جو گزرے ان میں سے ایک تھے۔ اتنا تقویٰ اللہ نے دیا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کی نظر میں دنیا میں اس وقت کونسا انسان ایسا ہے جو خلافت کا مستحق ہو۔ تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا مجھے اختیار دیا جائے تو میں خلافت قاسم بن محمد کے سپرد کر دوں' اس درجے کے بزرگ تھے۔ انہوں نے فیض پایا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ انہوں نے فیض پایا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ تو ہمارے سلسلے کی لڑی میں سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے، دو سال مختلف موقعوں پر ملنا جلنا رہا مگر اس ملنے کا اثر کیا ہوا۔ امام صاحب نے اپنی زبان سے یہ کہا:

﴿لَوْ لَا سَنَتَانِ لَهَلَكَ نُعْمَانُ﴾

اگر میری زندگی کے دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہی ہو جاتے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہاشم الصوفی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کی صحبت میں جاتے تھے جن کا نام تھا ابو ہاشم۔ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کو کہتے تھے ابو ہاشم الصوفی۔ یہ الصوفی کا لفظ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسے فقیہہ استعمال فرماتے تھے۔ آج کہتے ہیں حنبلی لیکن تصوف کو نہیں مانتے' اور یہ صوفی کا لفظ ان کے امام استعمال فرما رہے ہیں۔ کسی نے پوچھا آپ اتنے بڑے محدث بھی اور اتنے بڑے فقیہ بھی تو آپ ایسے بندے کے پاس جاتے ہیں۔ امام صاحب نے ایسا جواب دیا کہ ان کو ہی زیب دیتا ہے فرمایا میں عالم بکتاب اللہ ہوں ابو ہاشم الصوفی عالم باللہ ہے۔ عالم باللہ کو عالم بکتاب پر فضیلت ہوا کرتی ہے۔ اس لئے میں اس کی صحبت میں ریا کی دقیق باتوں سے کبھی واقف نہ ہو سکتا اگر میں ابو ہاشم کی صحبت میں نہ بیٹھتا۔ یہ ریا کو پہچاننا، اس کی تفصیلات سے آگاہ ہونا، یہ مشائخ کی صحبت میں بیٹھ کر راز کھلتے ہیں۔

ابو حواص رحمۃ اللہ علیہ ابن سریر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں:

چنانچہ ابو حواص ابن سریر رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی اپنے وقت کے بڑے فقیہ تھے۔ قاضی القضاۃ تھے۔ انہوں نے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پائی۔ اور اس کے بعد وہ کہتے تھے کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی بات مجھے سمجھ میں نہ آئی مگر ان کی باتیں اتنی پرشکوہ ہیں کہ یہ شان کسی باطل کلام کے اندر ہرگز نہیں ہوا کرتی۔ چنانچہ طبقات الکبریٰ میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹے! اخلاص کے جس مقام پر یہ مشائخ پہنچے ہم ابھی اس مقام پر نہیں پہنچ پائے۔

علامہ ابن عابدین شامی اور سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ مشائخ کی صحبت میں:

ہمارے سلسلہ عالیہ کے بزرگ تھے مرزا مظہر جان جاناں اللہ نے عجیب ان کو جامع

کمالات بنایا تھا۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ہم عصر تھے۔تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنے بارے میں کہ اللہ رب العزت نے مجھے ایسا نور فراست دیا۔باطن دیا کہ میں پورے جہاں کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے عام بندہ ہتھیلی پہ پڑے ہوئے گندم کے دانے کو دیکھتا ہے اور فرمایا کہ اس کشف کے حاصل ہونے کے بعد میں دیکھتا ہوں کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ جیسا کامل ولی اس وقت دنیا میں دوسرا کوئی موجود نہیں۔یہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں کہا۔مرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ تھے۔شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ نے ان کو تیرھویں صدی کا مجدد فرمایا۔اس کی اپنی تفصیلات ہیں۔ان کے خلیفہ تھے مولانا خالد رومی رحمتہ اللہ علیہ۔کردستان کے رہنے والے تھے۔مولانا خالد کردی بھی ان کو کتابوں میں لکھا گیا ہے اور مولانا خالد رومی بھی لکھا گیا ہے۔ان سے بہت سارے علماء نے فیض پایا۔ان میں سے دو عالم بڑے نمایاں ایک ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب فتاویٰ شامی، جن کو علامہ شامی کہتے ہیں۔درمختار۔بلکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ کے اخلاق اور کمالات کے بارے میں مستقل ایک کتاب لکھی۔اور دوسرے ان کے خلیفہ تھے جن کا نام تھا علامہ سید محمود آلوسی رحمتہ اللہ علیہ جنہوں نے روح المعانی تفسیر لکھی۔اب بتائیے بڑے بڑے ایسے مفسر اور فقیہ ان حضرات کی صحبت میں آ کر سیکھنے والے تھے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی حضرت مظہر جان جاناں کی صحبت میں:

چنانچہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔مگر اللہ نے ان کو جامع کمالات بنایا تھا۔یہ مفسر بھی تھے۔انہوں نے ایک تفسیر لکھی نام اپنے شیخ کے نام پر تفسیر مظہری رکھا۔آپ معارف القرآن پڑھیے ہر چند صفحوں کے بعد تفسیر مظہری کا Refrence ملے گا۔یہ ام الکتب ہے۔بڑی کتابوں کا ریفرینس یہاں سے نکلتا ہے

۔تو مفسر بھی تھے۔محدث بھی تھے۔فقیہ بھی تھے۔اپنے وقت کے قاضی بھی تھے۔اور وقت کے شیخ اور صوفی بھی تھے۔

اکابر علماء کی تصدیق:

ان کی ایک معروف کتاب 'مالا بدمنہ' ہے فارسی میں لکھی ہوئی ہے ابتدائی درجے میں پڑھائی جاتی ہے۔وہ اپنی کتاب تحفۃ السالکین میں فرماتے ہیں کہ بے شمار لوگ جن کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال ہے اس لئے کہ اس جماعت کا ہر فرد تقویٰ سے آراستہ ہے۔جو متقی شخص ہوتا ہے وہ جھوٹ تو نہیں بول سکتا۔تو فرماتے ہیں کہ بیشمار لوگوں کی جماعت نے زبان قلم سے اس بات کی خبر دی کہ ہمیں مشائخ کی صحبت سے وہ نعمت ملی جس نے ہمارے باطن کو بیدار کر دیا۔امت کی تصدیق موجود ہے اس کے اوپر امت کے بڑے بڑے اکابر نے اس کی تصدیق کی۔ان مشائخ کی صحبت میں بیٹھ کر ہمارے باطن کی غفلت دور ہوئی۔عشق الٰہی ہمارے سینے میں بھر گیا، ہمارے اندر عمل کا جذبہ آ گیا۔

اور قریب کے زمانے میں دیکھئے! سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے عالم اور متقی بزرگ اور شیخ الاسلام مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے بزرگ کے قریب تھے۔سید احمد شہید شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے قریب تھے۔علم ظاہر پڑھنے کے لئے گئے ایک دن دیکھا کہ کتاب کے صفحے بالکل صاف۔اپنے شیخ کو بتایا فرمایا کہ اللہ رب العزت اپنے علوم وہبی عطا فرمائیں گے اور تم سے دین کا کام لیں گے'ان کی صحبت پائی۔

اکابر علماء دیوبند حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی صحبت میں:

ماضی قریب میں دیکھنا چاہیں تو اکابرین علماء دیوبند میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جبال علم ان شخصیتوں نے حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کی صحبت سے فیض پایا۔کسی نے حضرت گنگوہی

سے سوال کیا کہ جی! آپ جیسا فقیہ انسان حاجی صاحب کی صحبت میں کیوں جائے؟ انہوں نے کیا پیارا جواب دیا فرمایا کہ ہم نے دارالعلوم میں پڑھائی کے دوران مٹھائیوں کے نام یاد کر لئے تھے۔ (کونسی مٹھائیاں؟ توکل، تسلیم، رضا، یہ جو باطن کے مقامات ہیں۔) ہم نے مٹھائیوں کے نام پڑھ لئے مگر ذائقے سے ناآشنا تھے ہم حاجی صاحب کے پاس ان مٹھائیوں کا ذائقہ چکھنے کے لئے جاتے ہیں۔ یہ نعمت ہے جو ان مشائخ کے پاس ہوتی ہے:

''بڑے بڑے بدکار قسم کے لوگ ان مشائخ حضرات کی صحبت میں آ کر بہت اونچے درجے کے نیکوکار بن جاتے ہیں۔ بابومیاں ان بزرگوں کے صحبت میں آ کر تابومیاں بن جاتے ہیں۔ پتہ بھی نہیں چلتا زندگی کے بدلنے کا۔ کہ ایک لمحے کی صحبت نے اُن کی زندگی کو کیسے بدل کے رکھ دیا؟ اس لئے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم باطن کی یہ نعمت حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اس کے لئے اپنے آپ کو کھپا دیں۔''

اہل اللہ کی صحبت فرض ہے:

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج زمانے میں اہل اللہ کی صحبت کو میں فرض عین کہتا ہوں۔ یہ حکیم الامت کے الفاظ ہیں ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ، بہت بلند مقام کے بزرگ ہیں۔ ان کا درس تفسیر بڑا معروف، رمضان المبارک میں سینکڑوں علماء جو اپنے اپنے مدارس میں تفسیر پڑھاتے تھے ان کے ہاں تفسیر کا دورہ کرنے جاتے تھے۔ اللہ نے علماء میں اتنا مقبول بنایا تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنا دورہ حدیث محدث اعظم حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے کیا جب حضرت نے بخاری شریف پڑھا دی تو اس کے بعد فرمایا (طلباء کو مخاطب کر کے) کہ جتنی بار چاہو بخاری شریف ختم کر لو جب تک

اللہ والوں کی جوتیاں سیدھی نہ کروگے تم روح علم سے محروم رہو گے۔ چنانچہ حضرت سوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ صحبت اہل اللہ حاصل کیے بغیر اخلاص کامل مل جانا یہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور نور باطن:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں "نور باطن راز سینہ درویشاں باید جست" یہ باطن کا نور درویشوں کے سینے سے تم حاصل کرو۔ یہ سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتا ہے۔

حضرت مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سیکھ کر ذکر کرنے کی اہمیت:

حضرت مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت تبلیغ میں اللہ نے اونچا مقام دیا۔ ایک مرتبہ ان کا بیان تھا اور ان کا یہ بیان عاجز نے خود سنا اور آج ممبر پر بیٹھ کے یہ فقرہ نقل کر رہا ہوں کہ انہوں نے بیان میں یہ کہا کہ جب تک تم کسی سے سیکھ کر ذکر نہیں کرو گے تبلیغ میں جوتیاں چٹخانے کے سوا تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ یہ بھرے مجمع میں انہوں نے فرمایا۔ یہ ذہن میں رکھیں ہمارے اکابر علمائے دیوبند میں جتنا کثرت سے ذکر کرنے والے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ تھے اتنا کثرت سے ذکر کرنے والا اکابر میں کوئی دوسرا نہیں۔ اس ذکر کی برکت سے اللہ نے ان پر دعوت کے کام کو کروایا۔ اور آج دیکھئے دنیا بھر کے ممالک میں اللہ رب العزت اس محنت کے ذریعے لوگوں کے ایمان کی حفاظت فرما رہے ہیں۔

مولانا روم کا قال سے حال میں تبدیل ہونا:

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بے عنایت حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیاہ تست ورق

کہ حق اور خاصان حق کی عنایت کے بغیر تم فرشتے بھی بن جاؤ گے تمہارا نامہ اعمال

سیاہ رہے گا۔اس لئے فرماتے ہیں۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

مشہور واقعہ ہے بیٹھے بچوں کو پڑھا رہے تھے وضو کے لئے تالاب بھی قریب تھا۔تو اس وقت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ آئے۔انہوں نے آکے پوچھا مولانا روم سے کہ ایں چیست؟(یہ کیا ہے)ایں قال است (یہ قال ہے)۔حضرت نے کتاب مانگی اور لے کر پانی میں ڈال دی۔اس زمانے میں فوٹو کاپیاں تو ہوتی نہیں تھیں۔مخطوطہ نسخے ہوتے تھے جو قلم اور سیاہی سے لکھے جاتے تھے۔کتاب کو پانی سے بچانا بڑا ضروری ہوتا تھا۔مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بڑے گھبرائے کتاب ہی گئی۔تو جب انہیں گھبرائے دیکھا انہوں نے ہاتھ ڈالا اور شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب نکالی۔اس کو جو ہاتھ سے جھاڑا تو اس میں سے دھول نکلنے لگی۔مولانا روم حیران! کہا ایں چیست؟(یہ کیا ہے)۔انہوں نے فرمایا کہ ایں حال است۔(یہ حال ہے)۔تو یہ نعمت ہے جو اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کر ملتی ہے۔یہ صاحب قال پھر بالآخر صاحب حال بن جاتے ہیں۔

علامہ عبدالحق محدث دہلوی کی نصیحت:

علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں پڑھنے کے لئے گیا تو میرے والد صاحب نے مجھے پیچھے سے خط لکھا اور فرمایا بیٹے! ملائے خشک و ناہموار نہ باشی (ملائے خشک و ناہموار نہ بننا)۔کئی خشکے بھی ہوتے ہیں نا۔آپ سمجھ رہے ہونگے۔

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت تھانوی سے بیعت:

چنانچہ سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آئے اور بیعت ہو گئے۔ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ عربیت کے ایسے ماہر، زبان پہ آپ کو اتنا

عبور حاصل ہے تو آپ نے کیوں بیعت کر لی کسی کی؟ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں جا کر اپنی جہالت کا اندازہ ہوا۔ تم تو مجھے بڑا عالم کہتے ہو۔ نکتے کی بات فرماتے ہیں فرماتے تھے کہ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ سے ایک دعا منگوائی جس میں محبت اہل اللہ کو اعمال پر مقدم کروایا۔ نبی ﷺ نے کیا دعا کی۔

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ ﴾

اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبت کا سوال کرتا ہوں۔ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ۔ جو آپ سے محبت کرتے ہیں میں ان کی محبت کا سوال کرتا ہوں۔

﴿ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنَا اِلٰی حُبِّكَ ﴾

اور جو اعمال آپ کی محبت کو بڑھاتے ہیں ان کا بھی سوال کرتا ہوں۔ تو فرماتے ہیں اہل اللہ کی محبت پہلے' اعمال کی محبت کی دعا بعد میں' فرماتے تھے اس بات کی دلیل ہے صحبت اولیاء سے انسان کو نیک اعمال کی توفیق ملا کرتی ہے۔ اس لئے انہوں نے شعر کہا ؎

ان سے ملنے کی ہی یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

حضرت مرشد عالم کی عجیب مثال:

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اولاد کون دیتا ہے؟ تو سب کہتے اللہ۔ حضرت فرمایا کرتے تھے ماں باپ ذریعہ بن جاتے ہیں۔ پھر فرماتے بارش کون برساتا ہے؟ سب جواب دیتے اللہ۔ پھر فرماتے بادل اس کا زریعہ بن جاتے ہیں۔ پھر فرمایا دلوں میں نور کون عطا کرتا ہے؟ اللہ! مگر شیخ استاد اس نور کے آنے کا سبب بن جاتے ہیں۔ کوئی عجیب بات ہے جو سمجھ میں نہ آئے۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی:

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک ہے نظر بد۔ بری نظر لگ جانا۔حدیث پاک میں فرمایا گیا العین حق ۔ کہ نظر لگ جاتی ہے۔جس سے دوسرا بندہ بیمار ہو جاتا ہے۔اور بچوں کو بھی نظر لگتی ہے کثرت کے ساتھ۔ کیونکہ بچے بہت ہی پیارے ہوتے ہیں۔اور ہمارا تجربہ یہ ہے کہ نظر ان کو ماں یا باپ کی زیادہ لگتی ہے۔ بہر حال نظر لگ جاتی ہے۔تو نظر اتار کی جو دعا تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بھی بتائی ۔اسماء بنت عمیسؓ حاضر ہوئیں اور انہوں نے کہا جعفرؓ کی اولاد کو نظر لگ جاتی ہے۔کیا کروں، دم کر لیا کروں۔تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔تو معلوم ہوا بری نظر دوسرے پہ اپنا اثر ڈال لیتی ہے۔یا بہت محبت کی نظر سے دیکھو تو دوسرے پر اثر ڈال دیتی ہے۔اب دیکھیے جس نظر کے اندر حسد ہے،عداوت ہے،بغض ہے، کینہ ہے اگر وہ نظر دوسرے پہ اثر ڈال سکتی ہے تو اہل اللہ کی وہ نظر جس میں الفت ہے،محبت ہے، اخلاص ہے، اللہ کی رضا ہے پھر یہ نظر دوسرے پر اپنا اثر کیوں نہیں ڈال سکتی ؟

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پر پُر اثر دلائل:

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قلت ، میں کہتا ہوں

﴿ وَضِدُّ هٰذَا الْعَيْنِ نَظْرُ الْعَارِفِيْنَ﴾

یہ جو بری نظر لگ جاتی ہے اس کا ضد کیا ہے وہ عارفین کی نظر ہے۔

﴿ فَاِنَّهٗ مِنْ حَيْثُ التَّاثِيْرِ الْكَثِيْرِ ﴾

اس لئے کہ یہ عارف کی نظر بڑی مؤثر ہوتی ہے۔

﴿يَجْعَلُ الْكَافِرَ مُؤْمِنًا﴾

یہ کافر کو مومن بنا دیتی ہے

﴿ وَالْفَاسِقَ صَالِحًا ﴾

فاسق بندے کو نیک بنا دیتی ہے

﴿ وَ الْجَاهِلَ عَالِمًا﴾

جاہل کو عالم بنا دیتی ہے

﴿ وَالْكَلْبَ اِنْسَانًا﴾

بلکہ کتے کو انسان بنا دیتی ہے۔ دیکھیں جنت میں کون جائے گا؟ انسان جائیں گے۔ مگر ایک ایسی بھی مثال ہے کہ ایک جانور، کتا کچھ اللہ والوں کے ساتھ لگ گیا۔ انہوں نے بھی کہہ دیا کہ جاؤ جان چھوڑو ہماری، وہ پیچھے پیچھے، ساتھ ساتھ رہا۔ اللہ اکبر! اس کتے کی محبت اللہ کو پسند آئی قرآن میں تذکرہ۔

﴿وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ﴾ (سورۃ الکھف: آیت ۱۸)

اسکا تذکرہ فرما دیا۔ تو کسی پنجابی شاعر نے اس پر اشعار کہے۔ کہ جب کتے کو کہا کہ تم چلے جاؤ۔ تو اس نے آگے سے جواب دیا ؎

نہ میں بھونکاں تے نہ میں ٹونکاں
تے نہ میں شور مچاواں
تے نیکاں دے لڑ لگیاں سائیاں
میں وی جنت وچ وڑ جاواں

ہے کتا کہتا ہے نیکوں کے ساتھ لگا ہوں میں بھی جنت میں چلا جاؤں گا۔ مفسرین نے لکھا اللہ نے اس کتے کو یہ خوشخبری دی کہ ہاں! نیکوں کی صحبت کی وجہ سے قیامت کے دن انسانی شکل میں لاکر میں تمہیں جنت عطا فرما دوں گا۔ اگر کتے کو انسان بنا سکتی ہے تو یہ نظر انسان کو اچھا انسان کیوں نہیں بنا سکتی۔ وہ فرماتے ہیں

وھاب لانھم منظور ون بنظر الجمال

اس لئے کہ یہ لوگ اللہ کی جمال کی نظر سے یہ لوگ بڑے منظور ہوا کرتے ہیں۔ تو یہ

صحبت عجیب! چنانچہ اتباع کی برکت دیکھئے، پیچھے چلنے کی، نبی ﷺ کی اتباع جنہوں نے کی ان میں صدیقین تھے، شہداء تھے، صالحین تھے۔ یہ وہ جماعت ہے جن پر اللہ کی نعمتیں ہوئیں۔

عجیب نکتہ:

﴿أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ﴾ (سورۃ النساء آیت: ۶۹)

تو یہاں پر ایک تفسیر نے عجیب نکتہ لکھا وہ فرماتے ہیں کہ اتباع کی برکت دیکھو کہ انبیاء معصوم ہیں مگر اللہ نے اتباع کی برکت سے (ان کو 'وٗ' عاطفہ کے ساتھ جوڑ دیا صدیقین کے درمیان جو 'وٗ' ہے یہ عاطف ہے) غیر معصومین کو 'وٗ' عاطفہ کے ساتھ اکٹھا فرما دیا۔ تو ایک آیت میں اللہ یوں اکٹھا فرما دیتے ہیں تو آخرت میں اکٹھا نہیں فرمائیں گے۔

عقلی دلیل:

آج یہ دنیا سائنسی عقلی باتیں زیادہ سمجھتی ہے۔ ایک آم ہوتا ہے جسے کہتے ہیں 'لنگڑا' ہے لنگڑا مگر ساری دنیا کا سفر کرتا ہے ٹانگوں والوں سے اچھا۔ ہم نے دیکھا کینیڈا میں آم جا رہا ہے۔ کونسا؟ جی لنگڑا۔ ہم نے کہا دیکھو لنگڑا ادھر بھی پہنچ گیا۔ کیا لنگڑا ہے! نام کا لنگڑا لیکن ذائقے کا، خوشبو کا بہت اچھا۔ لوگ کیا کرتے ہیں؟ دیسی آم اگاتے ہیں اور اس کی ایک شاخ کے اوپر Grafting کرتے ہیں اس لنگڑے آم کی۔ چونکہ دیسی آم کے اندر اتنا رس نہیں ہوتا، لذیذ بھی نہیں ہوتا، خوشبودار بھی نہیں ہوتا۔ اور پھل بھی تھوڑا سا آتا ہے۔ تو Quantity اور Quality دونوں میں اتنی زیادہ...... نہیں ہوتی لیکن جب لنگڑے آم کے ساتھ اس کی Grafiting کی جاتی ہے، اس کو جوڑ دیا جاتا ہے تو شاخ کے آپس میں جڑنے کے بعد اس کو کہتے ہیں 'پیوند کاری'۔ یہ پیوند کاری کا عمل ایسا ہے کہ وہ

شاخ بڑھنے لگ جاتی ہے اور اس شاخ پر پھر وہی آم لگتا ہے تو تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے، رس بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے اور اس کے اندر خوشبو بھی بہت زیادہ ہوتی ہے یہی مثال ہے کہ جو بندہ اللہ والوں کی صحبت میں آئے اور اپنے دل کی اس کے دل کے ساتھ پیوند کاری کر لے۔ یہ دیسی ہوگا اور اللہ والے ماشاء اللہ! اعلیٰ قسم کے آم کی مانند ہوتے ہیں ان کی صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ پھر اس کے پھل کو بھی بڑھا دیتے ہیں، اور اس کی کوالٹی کو بھی بہتر فرما دیتے ہیں۔

جتنی بڑی قربانی اتنی اللہ کی مہربانی:

ایک درخت کا پھل ہے جس کو آملہ کہتے ہیں۔ یہ جو حکیم لوگ ہیں ان کے استعمال میں کثرت سے رہتا ہے۔ آملہ مختلف بیماریوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مشائخ نے فرمایا کہ آملہ کے دو دانے تھے گرے پڑے تھے۔ کسی نے کہا بھئی! میں آپ کو اٹھاتا ہوں ،ر آپ کے جسم میں سوئیاں چبھوؤں گا' آگ پہ آپ کو چڑھاؤں گا۔ آپ کو یہ ساری تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں گی۔ لیکن جب تکلیف برداشت کرلیں گے تو آپ کی قیمت ڑھ جائے گی۔ چنانچہ ایک آملے نے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ جس حکیم نے اسے اٹھایا تھا ں نے پہلے اس کو سوئیاں چبھو کر اس کے اندر جو کڑوا پانی تھا، رس تھا وہ نکالا۔ نکالنے کے بعد اس نے پانی گرم کیا اور اس کو ڈال کے ابالا۔ اتنا جوش دیا اتنا جوش دیا کہ آملہ بالکل نرم ہو گیا۔ اس کی جو سختی تھی نرمی میں بدل گئی۔ اب جب نرم ہو گیا تو اس کے اوپر سونے کا ورق چڑھایا، چاندی کا ورق چڑھایا اور اس کو اس نے شیرے کے اندر رکھا۔ چینی کا بنا ہوا۔ اس کو کہتے ہیں آملے کا مربہ۔ یہ آملے کا مربہ ایسا کہ انسان کے دل کی تقویت کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ حکیم لوگ پہلے زمانے میں جو دل کی کمزوری کا علاج کرتے تھے۔ تو وہ بڑے دماغی کام کرنے والوں کو بتاتے تھے آملے کا مربہ استعمال کریں۔ یہ بادشاہوں کو پیش

کیا جاتا تھا۔سونے کے ورق میں لپیٹ کے،اور چاندی کے ورق میں لپیٹ کے اور ایک ایک دانہ کئی کئی روپے مہنگا بکا کرتا تھا۔تو فرمایا کہ جس نے جان مجاہدے کے لئے پیش کی اس کی شان تو بڑھی کہ بادشاہوں کے ہاتھوں میں پہنچا سونے کا ورق لگ کے ان کی غذا بنا۔اور آملے کا دوسرا دانہ،اس نے کہا بھئی! مجھ سے مجاہدے برداشت نہیں ہوتے۔تو میں تو ادھر پڑا ہوں۔لہٰذا وہ وہیں پڑا رہا۔اس کے اوپر سورج کی دھوپ پڑی،ہوا کا اثر ہوا،بارش کا اثر ہوا لہٰذا اس کے اوپر جو تازگی تھی وہ خشکی میں بدل گئی۔جو حسن ظاہر تھا وہ بھی ختم ہوگیا۔سیاہی مائل بن گیا۔دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔اب صفائی کرنے والا خاکروب آیا اس نے جھاڑو کے ساتھ اس کو بھی اکٹھا کیا۔اور ایسے بدشکل کے جو آملے تھے،سیاہ شکل کے جو آملے تھے اس کی بوری بھری اور کسی حکیم کو پہنچائی۔حکیم نے اسے معمولی قیمت دیدی۔حکیم نے سوچا کہ میں اسے کیا کروں؟ چنانچہ حکیم نے اس آملے پیس لیا۔اب اس کو پسنا پڑا۔جب پس کے یہ بالکل سفوف ہوگیا تو اس نے اس کی پڑیاں بنالیں۔کس لئے؟ قبض کے علاج کے لئے۔اب یہ آملہ انسان کو دیا جاتا ہے قبض توڑنے کے لئے۔سوچو اللہ نے اس کے ذمے پاخانے کو دھکیلنے کا کام لگادیا۔تم بندے کے پیٹ میں جاؤ اور پاخانے کو دھکیلو۔تو جس نے مجاہدے کیلئے پیش کیا اپنے آپ کو ورق لگا کے بادشاہوں کے پاس پہنچا اور جس نے پیش نہ کیا قیمت بھی کم لگی اور کام بھی ذمے لگا کہ وہ پاخانہ دھکیلتا پھرے۔فرماتے ہیں جو انسان ہیں ایک اپنے آپ کو مشائخ کے حوالے کردیتا ہے۔وہ محنت کر کے اس کے دل میں اللہ کی محبت کا بیج ڈال دیتے ہیں،جگا دیتے ہیں۔یہ وہ ہوتا ہے جس کے جوتوں کو وقت کے بادشاہ اپنے سروں کا تاج بناتے ہیں۔اور ایک دوسرا ہوتا ہے جو ان مشائخ کے صحبت میں نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا کے پیچھے لگا دیتے ہیں جیسے یہ پاخانے کو دھکیلتا پھرتا تھا یہ بندہ دنیا کے نجاست کو دھکیلتا پھرتا ہے۔اس کے پیچھے پڑا ہوتا ہے۔تو معلوم ہوا کہ ہم اللہ والوں کی صحبت میں آئیں تو ہمیں یقیناً اللہ رب

العزت کی طرف سے رحمتیں ملیں گی۔اس لئے حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ، یہ انگریزی تعلیم یافتہ تھے ، بڑے اعلیٰ افسر تھے اپنے وقت کے۔ان سے کسی نے پوچھا تھا کہ مجذوب صاحب! آپ تو 'مسٹر' تھے آپ کی 'ٹر' کیسے ختم ہوگئی؟انہوں نے بتایا کہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آیا شیخ کی ایک لمحہ کی صحبت نے مجھے اس غفلت سے نکال کر اللہ کے اولیاء میں کھڑا کر دیا۔فرماتے ہیں ؎

نقش بتاں مٹایا سکھایا جمال حق
آنکھوں کو آنکھیں ،دل کو میرے دل بنا دیا
آہن کو سوز دل سے کیا نرم آپ نے
ناآشنائے درد ، کو بسمل بنا دیا

یوں اللہ کی محبت نے تڑپا کے رکھ دیا۔چنانچہ اللہ کی محبت میں تڑپا کے رکھ دیا۔

اہل اللہ کی صحبت میں نفع کی وجوہات:

اہل اللہ کی صحبت میں نفع کی چار وجوہات ہیں۔پہلی وجہ: کہ جس طرف ان کے دل متوجہ ہوتے ہیں اللہ کی رحمتیں، اللہ کا فضل بھی اس طرف متوجہ ہوتا ہے۔ایک بزرگ سے کسی خادم نے پوچھا حضرت اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کر جو آدمی کہتا ہے مجھے بھی فیض ملتا ہے۔کیا مطلب ہے؟ پہلے زمانے میں ہاتھ کے پنکھے ہوتے تھے جو چھت پر لٹکے ہوتے تھے اور رسی سے اس کو کھینچتے تھے۔ہم نے اپنے بچپن میں وہ زمانہ دیکھا۔ہم بھی چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے تو بڑے بیٹھ کے کھانا کھاتے تھے ہم رسی کھینچ کے پنکھا چلاتے تھے۔وہ پنکھا اتنا بڑا ہوتا تھا کمرے کے سائز کا کپڑا لٹکتا تھا، کمرے کے سب لوگوں کو ہوا ملتی تھی۔یہ خادم بھی پنکھا چلا رہا تھا۔انہوں نے پوچھا کہ بتاؤ یہ پنکھا کس لئے چلا رہے ہو؟ حضرت! آپ کے لئے۔ساتھ والوں سے پوچھا ہوا آپ کو بھی لگ رہی ہے۔سارے کہنے لگے

لگ رہی ہے۔ فرمایا بالکل اسی طرح اللہ رحمتیں تو اپنے مقبول اللہ بندوں پہ فرماتے ہیں اس کے پاس بیٹھنے والے اس رحمت کی ہوا سے محروم نہیں رہتے۔ دوسری وجہ: ان بزرگوں کے ملفوظات سن کر انسان کو نفس کے رذائل کا پتہ چلتا ہے۔ ورنہ نفس کی خباثتوں کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ اب جیسے کوئی آپ سے سوال پوچھے کہ جی وسوسہ تو شیطان کی طرف سے بھی آتا ہے اور وسوسہ انسان کو اپنے نفس کی طرف سے بھی آتا ہے تو سالک کو کیسے پتہ چلے کہ یہ وسوسہ شیطان کی طرف سے یا نفس کی طرف سے ہے۔ کوئی بھی عام طالب علم جواب نہیں دے سکتا۔ اس کا جواب کون دے گا؟ وہ جس کو اللہ نے نورِ فراست دے رکھی ہے۔ وہ سمجھائے گا۔ دونوں قسم کے وسوسے میں پہچان کیسے کی جائے گی۔

تیسری وجہ: اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھ کر جب انسان ان کو اپنے حالات بتاتا، سناتا ہے تو ان کی مقبول دعاؤں کے اوقات میں یہ بندہ ان کو یاد آجاتا ہے۔ ان کی دعاؤں میں حصہ پڑ جاتا ہے۔

چوتھی وجہ: انسانی طبیعت میں نقل صفات کا خاصہ ہے۔ لہٰذا ان کی محفل میں بیٹھ کر انسان کو نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

﴿فِيهِ اسْتِحْبَابُ دُعَاءِ مُسْتَحْضَرِ الصَّالِحِيْنَ﴾

نیکوں کی محفل میں بیٹھ کر دعا مانگنا یہ مستحب ہے

﴿فَاِنَّ عِنْدَ ذِكْرِهِمْ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ﴾

اس لئے کہ نیکوں کے تذکرے سے اگر رحمت اترتی ہے تو

﴿فَضْلًا عَنْ وُجُوْدِهِمْ وَحُضُوْرِهِمْ﴾

تو جہاں وہ خود موجود ہوں اور جہاں ان کو خود حاضری ہو پھر اللہ تعالیٰ اس جگہ کتنی رحمتیں نازل فرمائے گا جن کے تذکرے پر اللہ رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

ایک سوال کا مؤثر جواب:

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جی ہم نیکوں کی صحبت میں تو آئیں گے مگر کسی ایک شیخ سے بیعت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ کیونکہ نفس جو ہے یہ دنیا کا سب سے بڑا غیر مقلد ہے۔ وہ نہیں چاہتا کسی کے پیچھے چلے۔ یہ کہتا ہے کسی ایک کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ بس میں جہاں چاہوں گا بیٹھ جاؤں گا۔ مگر یہ تو ایسا ہوا کہ مریض کہے کہ کسی ایک ڈاکٹر سے دوا لینے کی کیا ضرورت ہے۔ صبح کسی سے لونگا، دوپہر کسی سے، شام کسی سے تو علاج ہو جائے گا؟ خاندانی ڈاکٹر رکھتے ہیں۔ یہ ہماری History جانتا ہے، اس کو پتہ ہے ہماری طبیعت کا، یہ ہماری طبیعت کے موافق ہمیں دوا دیگا۔ بالکل اسی طرح ایک شیخ کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ بندے کی طبیعت سے واقف ہو جاتا ہے لہٰذا وہ اس کی طبیعت کے مطابق اس کو علاج بتا دیتا ہے۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ ایک، اسکے بندے کئی۔ رسول ہمارے ایک امتی کئی۔ امام ہمارے ایک اور اس کے مقلد ہزاروں۔ باپ ایک اور اس کے بیٹے کئی۔ میاں ایک اور بیویاں کئی۔ معالج ایک اور اس کے طبیب کئی۔ پیر ایک اور اس کے مرید کئی۔ اور اگر بیوی ایک اور خاوند زیادہ، بندہ ایک اس کے [illegible] ازیادہ، اسی طرح مرید ایک اور اس کے پیر زیادہ۔ پھر کیا اصلاح ہوگی؟ اس لئے ''یک گیر محکم بگیر'' ایک کو پکڑلو مضبوطی سے پکڑلو۔ پھر دیکھو اللہ رب العزت کی طرف سے کیسے رحمتیں نازل ہوتی ہیں؟

وصول الی اللہ کا نسخہ:

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے وصول الی اللہ کا ایک نسخہ بتایا ہے اور عجیب بات لکھی ہے پڑھ کے حیران ہوا۔ فرماتے ہیں ایک نسخہ میں لکھ رہا ہوں اس کو اپناؤ' کونسا نسخہ؟

پہلی بات: اعمال میں ہمت کر کے ظاہراً باطناً شریعت کے پابند بنو۔ دوسری بات

کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ تیسری بات شیخ کی صحبت اختیار کرو۔ چوتھی بات: جب ان سے دور ہو تو ان کی کتابوں سے، مواعظ سے، اس کے ملفوظات سے فائدہ اٹھاؤ۔ اگر یہ چار کام تم کر لو گے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ٹھیکہ لیتا ہوں کہ آپ لوگ باخدا بن جائیں گے۔ یہ الفاظ لکھے ہیں۔ اللہ اکبر کبیر۔

چنگے سنگترے:

ایک بزرگ جا رہے تھے راستے میں ایک آدمی سنگترہ بیچ رہا تھا۔ آواز لگا رہا تھا چنگے سنگترے۔ چنگے پنجابی کا لفظ ہے جس کا معنیٰ ہے اچھے۔ ان بزرگوں نے جب سنا تو ان کے اوپر حال پڑا اللہ اللہ عجیب کیفیت۔ طبیعت سنبھلی لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! کیا ہوا؟ فرمایا سنا نہیں وہ کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت وہ تو سنگترے بیچنے والا آواز لگا رہا ہے سنگترے بیچنے کے لئے۔ کہا نہیں نہیں سنو کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت سنگترے بیچ رہا ہے۔ فرمایا سنو کیا کہہ رہا ہے۔ حضرت ہم نہیں سمجھ پا رہے۔ فرمایا دیکھو کہہ رہا ہے چنگے سنگ، ترے جو نیکوں کے سنگ لگ جاتے ہیں وہ تر جاتے ہیں کشتی کنارے لگ جایا کرتی ہے۔

نیکاں دے لڑ لگیاں میری جھولی وچ پھل پئے
تے بریاں دے لڑ لگیاں میرے اگلے بھی ڈل پئے

....

جہاں عطر بکتا ہے جاؤ وہاں گر
تو آؤ گے ایک روز کپڑے بسا کر
جہاں آگ جلتی ہے جاؤ وہاں گر
تو آؤ گے ایک روز کپڑے جلا کر

ایک صاحب کہنے لگے کہ جی آگ جل رہی تھی اور میں وہاں جا کے بیٹھا رہا میرے کپڑے تو کوئی نہیں جلے۔ تو شاعر نے اس کا بھی جواب دیا۔

یہ مانا کہ کپڑے بچاتے رہے تم
مگر آگ کی سینک کھاتے رہے تم

بدکاروں کے پاس بیٹھو گے تو معصیت پہنچے گی۔

نیک دوست کی مثال:

نبی ﷺ نے بہت اچھے انداز سے بات سمجھا دی۔ فرمایا نیک دوست کی مثال عطار کی مانند ہے۔ اس سے دوستی لگاؤ کبھی نہ کبھی عطر دے ہی دیگا۔ نہ بھی دے گا تب جتنی دیر بیٹھو گے تو خوشبو تو آئے گی۔ اور برے دوست کی مثال فرمایا کہ جیسے لوہار کی بھٹی ہوتی ہے۔ تو کوئلہ، کالا، اور نہ دیا تو کوئلے کی جو کالک ہے، سیاہی ہے وہ تو ضرور ملے گی۔ اس لئے ہمیں نیکوں کی صحبت کو اختیار کرنا چاہیے تاکہ اللہ رب العزت کی رحمت متوجہ ہو۔

صحبت پر عقلی دلائل:

ٹرین کے ڈبے ہوتے ہیں ایک فرسٹ کلاس کا ڈبہ، ایک تھرڈ کلاس کا ڈبہ۔ فرسٹ کلاس کے ڈبے نے تھرڈ کلاس کے ڈبے کو کہا کہ تم کیا ہو، مصیبت، زنگ لگا ہوا ہے، چلتے ہوئے چوں چوں کرتا رہتا ہے، نہ تیری سیٹیں اچھی نہ تیرے اندر ٹھنڈک کا کوئی انتظام، نہ کوئی اور آرام دہ چیزیں۔ میرا مقام دیکھو فوم کے گدے لگے ہیں، ائرکنڈیشنڈ چل رہا، کیا آرام دہ ماحول بنا ہوا ہے۔ تو تھرڈ کلاس کے ڈبے نے کہا اس کو کہ جناب! میں آپ کی بڑی شان کو مانتا ہوں، تسلیم کرتا ہوں مگر ایک بات بتاؤں کہ میری کنڈی آپ کی کنڈی میں پھنسی ہوئی ہے لہٰذا آپ جس منزل پر جائیں گے میں تھرڈ کلاس کا ڈبہ بھی اسی منزل پہ جاؤں گا۔ یہی اللہ والوں کا معاملہ ہے کہ یہ لوگ فرسٹ کلاس کے ڈبے ہوتے ہیں جو اللہ

کی رضا والے اسٹیشن کی طرف جا رہے ہوتے ہیں جو اپنی کنڈی ان کے ساتھ پھنسا دیتا ہے اللہ اس کو بھی اس رضا والے اسٹیشن پر پہنچنے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔اب آپ اس کی دلیل مانگیں گے۔قرآن مجید سے بھی دلیل اور حدیث پاک سے بھی دلیل سنیے اور دل کے کانوں سے سنئے! اللہ رب العزت فرماتے ہیں

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾

وہی لوگ جو ایمان لائے

﴿ وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ ﴾

ان کی اولادوں نے ایمان کے ساتھ ان کے اتباع کی۔

﴿ اَلْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ﴾ (سورۃ الطور: آیت ۲۱)

ہم ان اولادوں کو بڑوں کے ساتھ اکٹھا فرما دیں گے۔اعمال میں اونچ نیچ بھی رہی نا چونکہ نسبت ان کے ساتھ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اتباع کی وجہ سے، یہ چلنے کی کوشش انہوں نے کی۔مفسرین نے لکھا اولاد ہوتی ہے دو طرح کی ایک جسمانی اولاد ایک روحانی اولاد۔یہ جسمانی اولاد کے لئے بھی ہے۔کہ اگر اللہ والوں کے اولاد میں سے کوئی ان کے نقش قدم پہ چلنے کی کوشش کرے مگر اس بلندی تک نہ پہنچے جہاں اکابر پہنچے تھے اپنی ہمت کوشش کرتا رہے۔اس نسبت کی وجہ سے، اس برکت کی وجہ سے اللہ قیامت کے دن چھوٹوں کو اپنے بڑوں کے ساتھ اکٹھا کر دیں گے۔فرمایا اس میں روحانی اولاد بھی شامل ہے۔لہٰذا اگر کسی سے روحانی تعلق ہے، بندہ اتنا متقی نہ بن سکا، اتنا بلند پرواز نہ کر سکا لیکن کسی اہل دل کے ساتھ رشتہ جوڑ لیا محبت کا، دل کی کنڈی پھنسا دی تو اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں قیامت کے دن ہم اس روحانی اولاد کو ان کے روحانی والدین کے ساتھ اکٹھا فرما دیں گے۔نبی ﷺ نے سادہ لفظوں میں بات سمجھا دی۔ارشاد فرمایا:

﴿ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ﴾

بندہ قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت ہوگی۔ ذرا سوچئے! بالفرض اس عاجز کو اپنے شیخ کے ساتھ محبت ہے۔ پکی بات۔ یہ عاجز اپنے شیخ کے ساتھ۔ میرے شیخ کو ان کے شیخ کے ساتھ محبت، لہٰذا وہ ان کے ساتھ۔ ان کو اوپر والے شیخ کے ساتھ محبت، یہ سلسلہ چلتا چلتا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ تو یہ سارے کہ سارے کہاں جا کر اکٹھے ہوئے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کس سے محبت؟ تو پھر جا کر Final صحبت نصیب کس کی ہوئی؟ قدموں میں جگہ کس کی ملی؟ معلوم ہوا اللہ والوں کے ساتھ محبت کا رشتہ جوڑیں گے اس کے صدقے اللہ قیامت کے دن اپنے محبوب کے قدموں میں جگہ عطا فرما دیں گے۔ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے بہت بڑی بات ہے۔ اس پر تو انسان اپنی زندگی لگا دے یہ سودا کر لے انسان۔ اس لئے کہ یہ محبت دین کے لئے۔

اللہ کے لیے محبت پر اجر عظیم:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جن لوگوں کے درمیان اللہ کے لئے محبت ہوگی۔ یہ جو سلوک اور طریقت کا تعلق ہے اس میں بھی محبت ہے اللہ کی۔ فرمایا

﴿اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ﴾

قیامت کے دن جن سات آدمیوں کو عرش کا سایہ نصیب ہوگا ان میں سے یہ دو بندے جو اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ہونگے۔ تو پھر اس محبت کی کتنی قدر کرنی چاہیے۔ کتنی اس کی لاج رکھنی چاہیے۔ اس کو مضبوطی سے اضبط کرنا چاہیے تاکہ اللہ رب العزت اس محبت پر ہمیں زندہ رکھے اور اس محبت پر ہمیں دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ پھر قیامت کے دن اس کے نظارے آپ دیکھیں۔ ہاں! ان بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کے انسان اکڑے نہیں، فخر نہ کرے، اپنے آپ کو کچھ سمجھنے نہ لگ جائے، شیطان اس راستے سے بھی تو بھٹکا دیتا ہے بندے کو۔ کہ میں تو بڑا قریبی ہو گیا ہوں، میں تو بڑا رابطہ

رکھتا ہوں، اور 'میں'......اور 'میں'۔ نہیں نہیں یہ 'میں' بندے کو مٹاتی ہے، مروا دیتی ہے۔اس لئے عاجزی دل میں ہونی چاہیے۔شکر ادا کریں اللہ کا اور طبیعت کے اندر 'میں' آنے کی بجائے عاجزی آنی چاہیے۔عاجزی جتنی ہوگی اللہ کے ہاں اتنا مقبول ہوگا۔

محبت کے انداز نرالے:

ایک عجیب بات کتابوں میں لکھی ہے ابراہیم ادھم نے جب توبہ کی، یہ بلخ کے بادشاہ تھے۔انہوں نے ارادہ کرلیا کہ میں بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے جاتا ہوں۔ہر قدم پر دو رکعت نفل پڑھتے ہوئے جارہے تھے۔ایک قدم بڑھاتے مصلیٰ بچھا کے دو رکعت نماز پڑھتے۔ہر قدم پر دو دو رکعت نفل پڑھتے ہوئے تقریباً اڑھائی سال میں مکہ مکرمہ پہنچے۔واہ میرے مولیٰ! آپ کی بھی کیا شان ہے اور آپ کے دنیا میں کیسے کیسے چاہنے والے؟ اتنے میں رابعہ بصریہ بھی آگئیں۔ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ رابعہ بصریہ پر اللہ کی خصوصی تجلیات ذاتیہ وارد ہورہی ہیں۔بڑے حیران! کہنے لگے رابعہ! تجھے یہ مقام کیسے ملا؟ فرمایا کہ شور تو آپ نے مچا رکھا ہے ہر قدم پر دو رکعت پڑھ کے آئے ہو۔فرق بتاؤں؟ کہنے لگے بتائیں۔کہنے لگی فرق یہ ہے آپ اس جگہ سر کی نیاز لے کے آئے ہیں اور میں اس جگہ پر دل کی نیاز لے کر آئی ہوں۔میری اس نیاز مندی کو اللہ نے پسند فرمالیا۔تو اللہ والوں کی صحبت میں رہیں تو عاجز بن کر رہیں۔پھر دیکھو کہ اللہ رب العزت کی کیا رحمتیں آتی ہیں؟ پھر ان بزرگوں کی محبت بندے کے دل میں Reflect ہوجاتی ہے۔اور بندہ اللہ کا عاشق اور اللہ کا دیوانہ بن جاتا ہے۔پھر دل اللہ کی محبت میں تڑپتا ہے۔اللہ کی محبت میں اداس ہوتا ہے۔انسان راتوں کو اٹھ کر رویا کرتا ہے۔پتہ ہے یہ محبت کیا ہے؟ چنانچہ اشعار ہیں فرمایا ؎

محبت کیا ہے دل کا درد سے معمور ہوجانا

متاعِ جاں کسی کو سونپ کر مجبور ہو جانا
قدم ہے راہ الفت میں تو منزل کی ہوس کیسی
یہاں پر عین منزل ہے تھکن سے چور ہو جانا
یہاں پر سر سے پہلے دل کا سودا شرط ہے یارو!
کوئی آسان نہیں ہے سرمد و منصور ہو جانا
بسا لینا کسی کو دل میں ،دل کا ہی کلیجہ ہے
پہاڑوں کو تو بس آتا ہے جل کر طور ہو جانا

''طور پہاڑ پر اللہ کی تجلی پڑی تھی ریزہ ریزہ ہو گیا تھا، سرمہ بن گیا تھا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی تڑپا دینے والی مثال:

مولانا روم نے عجیب معرفت کی بات لکھی۔ فرماتے ہیں کہ جب پہاڑ پر سورج کی روشنی پڑتی ہے تو Reflect ہوتی ہے، منعکس ہوتی ہے تب ہی ہمیں پہاڑ نظر آتے ہیں۔ اگر منعکس نہ ہو تو پہاڑ نظر نہ آئے۔ روشنی پڑی سطح سے ٹکرا کر منعکس ہوئی پہاڑ ہمیں نظر آیا۔ عام دستور تو یہی تھا۔ جب اللہ رب العزت نے اس پر اپنی تجلیات ذاتیہ ڈالی تو فرماتے ہیں پہاڑ نے یوں سوچا کہ اگر عام روشنی کی طرح یہ نور میری سطح سے ٹکرا کر چلا گیا تو میرے اندر کے حصے کو اس نور سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع نہیں ملے گا لہٰذا یہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا تا کہ میرے ہر ذرے میں اللہ کی تجلیات سمو جائیں۔ اللہ اکبر کبیر!''

علماء نے لکھا ہے کہ شیخ سے جو محبت ہے وہ اس نظر سے کرو کہ یہ اللہ رب العزت کا چاہنے والا ہے، اللہ سے محبت کرنے والا ہے، اس کی راتیں، اس کے دن، اس کی صحبتیں، اس کی شام، اس کا اٹھنا بیٹھنا ہر وقت اللہ کی محبت میں گزر رہا ہے لہٰذا میں اللہ کے چاہنے والے ایک دل کے ساتھ محبت کر رہا ہوں۔ اب ذرا نکتے کی بات سنئے! حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی:

﴿رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ﴾

اللہ میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں اپنے آپ کو دکھا دیجیے۔ فرمایا

﴿لَنْ تَرٰىنِیْ﴾

''دیکھ نہیں سکتے''

لیکن جب نبی ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں پیچھے نماز پڑھی۔

واقعہ معراج کے علمی نکات:

جب نبی علیہ السلام عرش پر تشریف لے گئے جب واپس آئے تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حدیث پاک میں آتا ہے پوچھا کہ اللہ نے کیا دیا۔ پچاس نمازوں کا تحفہ۔ اے اللہ کے پیارے محبوب ﷺ میری امت سے بہت سی نمازیں چھوٹیں ذرا تخفیف کے لئے جائیے۔ نبی علیہ السلام نے دوبارہ عرض کی پانچ کم ہوگئیں، پھر پانچ کم ہوگئیں۔ نو دفعہ جانے سے پینتالیس کم ہوگئیں اور باقی پانچ رہ گئیں۔ پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا اب تو مجھے جاتے ہوئے شرم آتی ہے اب یہاں پر ایک دو علمی نکتے علماء نے عجیب لکھے۔ فرماتے ہیں یہ جو بار بار اوپر نیچے آنا جانا تھا اس میں اللہ رب العزت اپنے محبوب کی شان دکھانا چاہتے تھے۔ کہ اگر ایک دفعہ جاتے اور واپس آتے تو کہنے والے کہتے کیا ہوا جو ایک دفعہ قدرتاً چلے۔ کہا نہیں یہ ایک دفعہ کی بات نہیں میں نے اپنے محبوب کو وہ مقام دیا جائے جب چاہا اوپر آئے پھر نیچے گئے، پھر اوپر آئے پھر نیچے گئے نو دفعہ اوپر نیچے جانے کا شرف اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ یہاں پر دوسرا نکتہ یہ لکھا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تھے ان میں سے اللہ کے خلیل علیہ السلام بھی تھے۔ ابراھیم علیہ السلام وہ تو راستے

میں نہیں بیٹھے تھے۔اللہ کے کلیم بیٹھے تھے۔اس میں کیا بات ہے؟ علماء نے لکھا۔ بات یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ سے کہا تھا میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں اور اللہ نے فرمایا تھا نہیں دیکھ سکتے۔اب موسیٰ علیہ السلام کو پتہ چلا کہ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو اپنے پاس اپنے دیدار کے لئے بلایا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے سوچا میں دیدار نہ کر سکا لیکن میں دیدار کرنے والوں کا دیدار تو کر سکتا ہوں۔اس لئے راستے میں جا کر بیٹھ گئے جب اللہ کا دیدار کر کے آئیں گے میں سب سے پہلے ان کا دیدار کرونگا۔فرمایا شیخ سے محبت اس لئے رکھو یہ وہ دل ہے جس پر اللہ کی تجلیات ذاتیہ نازل ہوتی ہیں، میرے اللہ! میں یہ سعادت حاصل نہ کر سکا مگر میں نے اس دل سے محبت کا رشتہ تو جوڑ لیا۔پھر دیکھو کہ اللہ رب العزت کے ساتھ کیسے قبولیت نصیب ہوتی ہے؟ اللہ رب العزت کس طرح بندے کے ساتھ خیر کا معاملہ فرماتے ہیں؟ دعا ہے اللہ رب العزت ہمیں اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے۔اور اپنی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ○

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (سورۃ النحل آیت ۹۷)

دلوں کو زندہ کرنا

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

اقتباس

دیکھئے ہماری ذات بدلے گی ہمارے گھر کا ماحول بدلے گا۔ ہمارا معاشرہ بدلے گا ہمارے ملک کے حالات بدلیں گے پوری دنیا کے حالات بدل جائیں گے اگر انسانوں کے دل بدل جائیں۔

اس لیے یاد رکھیے دل بدل جاتا ہے تو انسان بدل جاتا ہے۔ زندگی کے حالات بدل جاتے ہیں۔ مقصد حیات بدل جاتے ہیں۔ محبت و عداوت کے معیار بدل جاتے ہیں۔ کسب و تجارت کے احکام بدل جاتے ہیں۔ گھر بدل جاتا ہے۔ معاشرہ بدل جاتا ہے۔ اخلاق بدل جاتے ہیں۔ زمانہ بدل جاتا ہے تاریخ بدل جاتی ہے دن بدل جاتے ہیں راتیں بدل جاتی ہیں۔ ساتھی بدل جاتے ہیں پیمانے بدل جاتے ہیں۔ بلکہ مے خانے بدل جاتے ہیں۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

دلوں کوزندہ کرنا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (سورۃ النحل: آیت ۹۷)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

دنیا اک تلاش میں ہے:

اللہ رب العزت نے انسان کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا۔ یہ اللہ رب العزت کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل کا نور عطا کر دیا اور باقی مخلوق سے ممتاز کر دیا۔ ہر آدمی کے دماغ میں اس کی اپنی سوچ ہوتی ہے۔ چنانچہ کئی مرتبہ جب ایک ہی چیز کو وہ مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں۔ تو ان کی رائے مختلف ہو جاتی ہے۔ یہ اختلاف

رائے اتنی عام ہے کہ یہ آپ کو پوری دنیا کے ہر معاشرے میں ہر جماعت میں ہر جگہ پر ملے گی۔ حتیٰ کہ گھر کی سطح پر بھی مختلف لوگوں کی سوچیں مختلف ہوتی ہیں۔ اگر ایک مذہب والے ایک بات پر متفق ہیں۔ تو دوسرے مذہب والے اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اگر ایک ملک والے ایک بات پر متفق ہیں تو دوسرے ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ایک خاندان والے لوگ ایک بات متفق ہیں تو دوسرے اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ہر جگہ پر آپ کو یہ اختلاف ملے گا لیکن ایک ایسی بات ہے کہ جس پر اس وقت دنیا کے سارے انسان متفق ہو چکے ہیں کسی مذہب کے ہوں کسی ملک سے ہوں، کسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں، عربی ہوں یا عجمی ہوں، گورے ہوں یا کالے ہوں، مومن ہوں یا کافر سب کے سب ایک بات پر متفق نظر آتے ہیں۔ اور وہ بات کیا ہے کہ اس وقت ہم جس دنیا میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ایک عالمگیر فساد مچ چکا ہے۔ ہر بندہ یہ کہے گا، ہر طرف فساد نظر آتا ہے۔ بے سکونی نظر آتی ہے، بے چینی نظر آتی ہے، پریشانی نظر آتی ہے۔

دنیا میں عالمگیر فساد:

آپ دنیا کی Develop Nation کے پاس چلے جائیں ہر دوسرا بندہ جواب دے گا Life is very difficult ساری دنیا کی سہولتیں اسکو میسر ہیں۔ من مرضی کی زندگی گزارتے ہیں۔ شتر بے مہار کی طرح اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرتے ہیں پھر کہتے ہیں Life is very difficult تو گویا اس وقت کے دنیا کے تمام انسان اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ دنیا میں عالمگیر فساد برپا ہو چکا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ انسانیت اپنے ضمیر کے کندھوں پر اپنی لاش کو لے کر جا رہی ہے۔ اس فساد کا کوئی تو حل ہوگا۔ اسے ڈھونڈنے میں سب لگے ہوئے ہیں اپنی اپنی سطح پر، اپنی اپنی طرف سے ہر کوئی کوشش کر رہا ہے کہ میری پریشانی ختم ہو جائے میرے دل کو سکون مل جائے مجھے عزتوں بھری زندگی

نصیب ہو جائے۔ مگر ایک یہ ایسا مسئلہ ہے۔ جو ابھی لَایَنْحَلْ نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ وجہ یہ کہ انسان اس الجھی ہوئی ڈور کا سرا ہی پکڑنے سے محروم ہو گئے۔ اک ڈور الجھ گئی جس کو سلجھانے میں سب لگے ہوئے ہیں۔ مگر اس کا سرا کسی کو کسی کے ہاتھ نہیں آتا۔ دنیا کے فلاسفر بیٹھے ہوئی ہیں اور ان پریشانیوں کو ختم کرنے کے لیے ہر وقت ان کا حل سوچ رہے ہیں۔ مگر ان کو سرا نہیں ملتا۔

متاعِ انسانیت ہے کہاں:

سرا نہ ملنے کی ایک بنیادی وجہ ہے ہم اپنے بڑوں سے ایک لطیفہ سنا کرتے تھے۔ کہ ایک آدمی روشنی میں روپیہ ڈھونڈ رہا ہے تو دوستوں نے پوچھا کیا کر رہے ہو۔ کہنے لگا روپیہ ڈھونڈ رہا ہوں۔ گر گیا تھا۔ انہوں نے بھی ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ سب لوگ مل کے روپیہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ روپیہ ملتا نہیں۔ جب تھک ہار چکے تو کسی نے اس سے یہ پوچھا کہ بھئی تمہیں یقین ہے کہ تمہارا روپیہ گرا تھا۔ اس نے کہا یہ تو یقین ہے گرا تھا مگر گھر کے اندر گرا تھا۔ مگر تم تو گھر کے باہر ڈھونڈ رہے ہو کہنے لگا وہاں اندھیرا تھا۔ یہاں روشنی تھی میں نے کہا چلو روشنی میں تلاش کرتے ہیں۔ اب یہ سارے لوگ اس روشنی میں ساری زندگی روپیہ ڈھونڈتے رہیں، روپیہ نہیں ملے گا۔ ہو بہو یہی مثال آج کے انسان کی ہے۔ اس کی متاع جو گم ہوئی وہ من سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہ اس چیز کی متاع کو باہر کی دنیا میں ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔ اس لیے اس فساد کا حل نظر نہیں آتا۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں پر
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی:

پوری دنیا کو قمقموں سے روشن کرنے کا دعویٰ کرنے والا انسان آج اس کے من میں اندھیرا ہے۔ اس لیے اس کو فساد کا حل نظر نہیں آتا یہ اپنے من میں ڈھونڈیں۔ جو متاع گم ہوئی ہے پھر سرا ہاتھ آئے گا۔ اس لیے آج دنیا کے فلسفی حل پیش کرتے ہیں۔ پریشانیوں کا کہ جی اقتصادی حالت اتنی اچھی ہو کہ ہر بندے کو کھانے کو مل جائے لیکن ہم اس بات کو دیکھ چکے کہ جہاں معاشرے میں سب کچھ بندوں کو کھانے کو ملا۔ تو وہاں وہ پیٹ بھر کر پھر بدمستیوں میں مشغول ہو گئے' کھاؤ پیو' عیش اڑاؤ۔ اس عیاشی میں انہوں نے ایک دوسرے کے حقوق کو پامال کرنا شروع کر دیا' تو پھر بے سکونی۔ بھوکے تھے تو بھی بے سکونی' جب پیٹ بھر گئے تو اس سے زیادہ بے سکونی۔ تو کسی نے کہا نہیں اس فساد یا پریشانی کا حل یہ ہے کہ سب کو تعلیم دو۔ یہ بھی ایک اچھا حل لیکن جس معاشرے میں سب تعلیم یافتہ ہیں۔ Education Rate سو فیصد کے قریب پہنچ چکا ہے یا 99% ہے۔ اس ماحول میں دیکھا کہ لوگ اس اپنے علم کو اس طرح اپنے بزنس میں استعمال کرنے لگے کہ لوگوں کا سب پیسہ جمع ہو کر ان کی جیبوں میں آنے لگا۔ پھر بھی بے سکونی ہے۔

کسی نے کہا کہ اس کا حل یہ ہے کہ اپنے اندر تنظیم پیدا کر لو۔ چنانچہ جن ملکوں کے اندر اعلیٰ درجے کی تنظیم ہے' اصولوں کی پابندی ہے۔ لوگ قانون کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ وہ قومیں جب آج اپنا پیٹ بھر چکیں تو اپنی خواہشات کی پیروی کے لیے انہوں نے دوسروں پر پابندیاں لگانا شروع کر دیں۔ ادھر یہ نہیں جا سکتا ادھر وہ نہیں جا سکتا۔ مرضی ہماری چلے گی گھر آپ کا ہے۔ مرضی ہماری تو اس میں بھی حل نظر نہ آیا۔ تو آخر کوئی حل تو ہے؟ یہ حل دنیا کے فلاسفر بتا ہی نہیں سکتے۔ اس لیے کہ یہ ان کے دماغوں سے بھی اونچی بات ہے۔

انسانی بدن ایک عظیم دنیا:

اصل وجہ یہ ہے کہ انسان اتنا گہرا ہے کہ اپنی ذات میں ایک دنیا ہے۔ اس لیے ہمارے مشائخ نے اسے عالم کبیر کہا۔ کہ یہ عالم کبیر ہے اور یہ عالم صغیر ہے۔ باہر جو کچھ ہے سب کچھ انسان کے اندر موجود ہے۔ آپ غور کریں کہ باہر زمین ہے انسان کا بدن اس کا بدل بن گیا۔ باہر زمین میں پہاڑوں کے سلسلے ہیں۔ انسان کے جسم میں ہڈیوں کے سلسلے ہیں۔ باہر کی دنیا میں پانی کے دریا ہیں۔ اندر کی دنیا میں خون کے دریا چل رہے ہیں۔ باہر کی دنیا میں کھیتیاں اگتی ہیں۔ انسان کے بازو اور باقی جسم پر چھوٹے چھوٹے بال ان کی مانند ہیں۔ باہر کی دنیا میں آپ کو جنگل نظر آتے ہیں۔ انسان کے سر پر بال یا بھنویں جسم کی کچھ جگہیں ایسی ہیں کہ ان حصوں پر بال آپ کو جنگل کی طرح نظر آتے ہیں۔ باہر کی دنیا میں ہوا ہے۔ تو انسان کے اندر روح اس کی مانند ہے۔ تو انسان ایک چھوٹی سی دنیا نظر آتی ہے۔ اور یہ دنیا اتنی پیچیدہ کہ اس کو سمجھنا ہر بندے کے بس میں نہیں۔ اسی کو حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ

دل دریا سمندروں ڈونگے

کون دلاں دیاں جانے ہو

دل کی دنیا اور انبیاء کرام علیہم السلام:

یہ دل اتنے گہرے ہیں کہ سمندروں کی پیائش تو انسان کر سکتا ہے کسی کے دل کی گہرائیوں کی پیائش انسان نہیں کر سکتا۔ ایسے پیچیدہ انسان کو سنوار کیسے لیا جائے۔ اس کے فساد کا حل کیسے ڈھونڈا جائے۔ اس کے لیے رب کریم نے اپنے بندوں پر احسان فرما کر انبیاء کرامؑ کو مبعوث فرمایا۔ انبیاء کرامؑ جو دنیا میں آئے ان سب نے یہی بات سمجھائی کہ لوگو! جو طرز زندگی میں لے کر آیا ہوں، جو تعلیمات میں دنیا میں لے کر آیا ہوں ان تعلیمات پر عمل کرو گے تو تمہارے دلوں کو اطمینان ملے گا، سکون ملے گا، عزت ملے

گی۔ اگر تم ان سے روگردانی کرو گے تو تم مشاہدات و تجربات کی ٹھوکریں کھاتے پھرو گے۔ تمہیں منزل پر پہنچنا کبھی نصیب نہیں ہوگا۔

فساد کی جڑ کون؟

چنانچہ انبیاء کرام نے آ کر حقیقت سے آگاہ کیا۔ کہ اس سارے فساد کی جڑ فقط انسان ہے۔ جتنا دنیا میں فساد نظر آتا ہے۔ اس کی بنیاد حضرت انسان ہے۔ جانور نہیں ہے۔ آپ غور کریں کہ درندوں نے انسانیت کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا بگڑے ہوئے انسانوں نے اپنے ہاتھوں سے انسانوں کو پہنچایا کبھی سنا آپ نے کہ بھیڑیوں نے مل کر دوسرے بھیڑیوں پر حملہ کر دیا؟ شیروں نے مل کر انسانوں پر حملہ کر دیا؟ نہیں انفرادی طور پر تو کسی ایک جانور نے ایسا کیا ہوگا اجتماعی طور پر تو کبھی ایسا نہیں کیا۔ جبکہ انسان اجتماعی طور پر ایسا کرتا ہے۔ کچھ لوگ اپنے مفاد کی خاطر باقی دنیا کے لوگوں کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں۔ تو فساد کی جڑ یہ خود انسان ہے۔ کبھی درندوں نے کوئی تنظیم بنائی؟ کبھی آپس میں انہوں نے جوڑ نہیں کیا کہ ہم مل کر انسانوں کو نقصان دیں۔ انسان مل کر تنظیمیں بناتے ہیں اور اپنے مفادات کی خاطر دوسروں کا جینا حرام کر دیتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے آ کر اس حقیقت کو کھولا۔ لوگو! فساد کی جڑ تمہیں بتا دی جائے۔ سنو! ذرا دل کے کانوں سے۔ سنو ارشاد خداوندی ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (سورۃ الروم:۴۱)

ترجمہ: خشکی اور تری میں جو فساد نظر آتا ہے وہ انسانوں کے ہاتھوں کی کمائی ہے۔

تو فساد کی بنیاد خود انسان ہے۔

فساد کا راستہ:

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان اگر بگڑ گیا ہے تو پھر بگڑے ہوئے انسانوں کی

اصلاح کی بھی کوئی صورت ہوگی۔تو انبیاء کرام نے وہ ڈور کا سرا بھی ہاتھ پکڑا دیا۔انہوں نے بتایا کہ دیکھو جب مچھلی گلنا سڑنا شروع کرتی ہے تو ہمیشہ سر کی طرف سے گلنا سڑنا شروع کرتی ہے۔ انسان میں جب بھی فساد آتا ہے۔ ہمیشہ اس کے دل کے راستے سے آتا ہے۔سب سے پہلے انسان کا عضو جو خراب ہوتا ہے وہ انسان کا دل ہے۔دل کے سنورنے سے انسان سنورتا ہے۔دل کے بگڑنے سے انسان بگڑتا ہے۔

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی
جس نے اسے سنوارلیا وہ سنور گیا

اب نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نور نبوت عطا کیا ہے‘نور بصیرت عطا کیا‘نور ایمان عطا کیا‘نور قرابت عطا کیا کہ انہوں نے صحیح صحیح اس مرض کی نشاندہی کردی۔اللہ نے اپنے انبیاء کی مدد فرمائی انہیں حقائق سے آگاہ کیا۔اس لیے قرآن مجید میں آتا ہے۔

﴿وَكَذَالِكَ نُرِىَ اِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (سورۃ الانعام: آیت ۷۵)

اس طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین وآسمان کے ملکوت کی سیر کرائی۔

خود نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں عطا فرمائیں حدیث پاک میں آتا ہے۔

نبی پاک علیہ السلام نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الدُّنْيَا كَمَا هِىَ

اے اللہ چیزوں کی جیسی حقیقت ہے ہمیں وہ حقیقت آپ عطا فرمادیں۔

تو حقیقتوں کا پتہ انبیاء کو چلا اللہ رب العزت نے ان کو عقل سلیم عطا کی تھی۔فطرت سلیمہ عطا کی تھی کہ انہوں نے صحیح صحیح اس مرض کی تشخیص کرلی کہ انسان کے بدن میں بگاڑ کیسے آیا۔چنانچہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِي جَسَدِ بَنِي آدَمَ لَعُضْوًا اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ ......

دیکھو! لسان نبوت سے' اس مرض کی تشخیص کیسے ٹھیک ہو رہی ہے۔ کہ بنی آدم کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ جب وہ خراب ہوتا ہے تو پورے جسم کے اعمال خراب ہوتے ہیں تو معلوم ہوا اس عالمگیر فساد کی جڑ انسان ہے۔ اور انسان کے فساد کی بنیاد اس کا بگڑا ہوا دل ہے۔

چھوٹا سا عجوبہ:

یہ جو دل ہے یہ ہے تو چھوٹا سا مگر بہت ہی کوئی گہری چیز ہے۔ یہ چھوٹا سا عجوبہ ہے' یہ سادہ بھی ہے عیار بھی ہے۔ مغرور بھی ہے خاکسار بھی ہے۔ بے خبر بھی ہے خبردار بھی ہے۔ یہ مسیحا بھی ہے' بیمار بھی ہے۔ یہ متقی بھی ہے' گنہگار بھی ہے۔ یہ طاقتور بھی ہے لاچار بھی ہے۔ یہ مجبور بھی ہے' مختار بھی ہے۔ یہ مقتول بھی ہے تلوار بھی ہے۔ گل بھی ہے تو یہ خار بھی ہے۔ یہ بکتا بھی ہے تو یہ خریدار بھی ہے۔ اگر یہ عشق کی محفل میں مدہوش ہے تو یہ عقل کی محفل میں عیار بھی ہے۔ یہ بگڑے تو بت کا بندہ ہے' اگر سنورے تو اپنے رب کا پرستار بھی ہے۔

من کی دنیا کا جائزہ:

دل کا رخ کس کی طرف ہے اللہ تعالیٰ کی طرف ہے یا دنیا کی خواہشات کو پورا کرنے کی طرف ہمیں آج کی محفل میں اپنے من کی دنیا میں جھانک کر دیکھنا ہوگا کہ ہمارے دل کی گاڑی کس رخ پر چل رہی ہے۔ کیا یہ دنیا کی محبت سے لبریز ہو چکا اور فقط دنیا کی خواہشات پوری کرنے کے لیے ہر وقت مصروف ہے یا یہ اللہ رب العزت کی محبت سے بھر گیا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے یہ ہر وقت کوشاں ہے۔ آج ہمیں اس بات کی ضرورت ہے اس لیے انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات کا نچوڑ کہ

تسخیر مہر و ماہ مبارک تمہیں مگر
دل میں اگر نہیں تو کہیں روشنی نہیں

یہ روشنی دل سے ملے گی یہ مینارۂ نور ہے انسان کے لیے چنانچہ انسان کا دل اتنا بگڑ چکا کہ آج اس میں انسانیت کا درد ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اس نفسانفسی کے عالم میں ہر ایک اپنے مفاد پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ ایثار جس چیز کو کہتے تھے آج وہ زندگیوں سے نکل بھی گئی۔

کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے:

جب انسان کے دل میں کسی کا درد نہ ہو تو پھر انسان کو پرواہ نہیں ہوتی۔ اچھا آپ بتائیے کئی مرتبہ موسم کی خرابی کی وجہ سے ہزاروں نہیں لاکھوں مچھر مر جاتے ہیں۔ کبھی آپ نے اخباروں میں یہ خبر پڑھی کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ فلاں جگہ لاکھوں مچھر مر گئے۔ بڑی افسوس ناک خبر کہ فلاں جگہ لاکھوں مکھیاں مر گئیں۔ اس لیے کہ انسان کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ بالکل اسی طرح جب انسان خود غرض بنتا ہے تو دوسرے انسان اس کی نظر میں مکھی، مچھر کی مانند بن جاتے ہیں۔ ان کے گھر اجڑ رہے ہوں ان کے معصوم بچے ان کی آنکھوں کے سامنے مر رہے ہوں ان کی عزتیں لوٹی جا رہی ہوں ان کو در بدر کیا جا رہا ہو۔ اس کرنے والے کو پرواہ نہیں ہوتی۔ یہ اپنی بات پر ڈٹا ہوا ہوتا ہے۔ کہ نہیں میری بات مانی جانی چاہیے۔ اسی لیے انسان کے سنورنے کے لیے اس کے دل کا سنورنا ضروری ہے اور دل کیوں نہیں سنور رہا۔ اس لیے کہ خود غرضی کی زندگی آ گئی ہے۔ کسی کا ایک شعر

رام رام جپ دیاں میری جبیا گھس گئی
رام نہ دل وچ وسیا اے کی دھاڑ پئی

کہ رام رام کر کے میری زبان گھس گئی اور رام دل میں نہ بسا یہ مصیبت کیا بنی۔

گل وچ مالا کاٹ دی تے منکے لے پرو
دل وچ گھنڈی پاپ دی رام جپیاں کی ہو

جب دل میں ہی پاپ کی گھنڈی ہے تو اس میں رام جپنے سے کیا فائدہ لہٰذا آج اسی طرح ہوتا ہے کہ کہنے والے زبان سے انسانیت کے ہمدرد بن رہے ہوتے ہیں اور ان کے عملوں کو دیکھیں تو انسانیت کا جنازہ نکال رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ دل کی گھنڈی ہی کھلی نہیں ہوتی۔ اس وقت انسانوں پر ایک عجیب سے حالات ہیں۔ انسانیت پریشان نظر آتی ہے۔ لیکن اس کی بنیاد ہماری اپنی غفلت ہے اگر ہم نے اپنے دلوں کی بیماریوں کا علاج کیا ہوتا تو آج پریشانی کے یہ دن ہمیں دیکھنے نصیب نہ ہوتے۔

صیاد کو بھی تھا خوف کہ ہمراہ ملا کے
اب خوف ہے مدت سے دلوں رچا ہے
جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت
شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلہ ہے
دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے

اک مدت عمر ہم نے غفلت میں گزاردی اپنے دلوں سے غافل
اپنے جہاں سے بے خبر سارے جہاں سے باخبر

فساد کی بنیاد خود غرض دل:

اور اسی میں ہم نے زندگی کی کامیابی سمجھ لی۔ اس وجہ سے آج یہ فساد بڑھتا ہی چلا گیا یاد رکھیے کہ ہر فساد کی بنیاد یہ خود غرض دل ہے۔ دلوں کے اندر جو خود غرضی چھپی ہوئی ہے۔ مفاد پرستی چھپی ہوئی ہے کسی بھی سطح کی ہو یہ اصل بنیاد ہے انسانوں کی پریشانی کی۔

دل کا علاج کیا ہے:

اس کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو ایمان کے نور سے معمور کرے۔ اللہ تعالیٰ کی

محبت سے اپنے دل کو بھر لے۔ تو پھر انسان کے دل میں انسانیت کا درد پیدا ہو جائے گا۔ اور جب درد پیدا ہوگا تو پھر اس کا Attitude انسانوں کی طرف ہوگا۔

ایک ہوتا ہے انسان کی کہانی بیان کرنا وہ کہانی بیان کرتے ہوئے ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ اور ایک ہوتا ہے ایک عورت کا اپنے گھر کی اپنے خاوند کی پریشانیاں بیان کرنا وہ بیان بھی کر رہی ہوتی ہے اور آنکھوں میں سے آنسو بھی ٹپک رہے ہوتے ہیں۔ اس کہانی کے بیان کرنے میں اور اس کہانی کے بیان کرنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

آج ہم انسانیت کی پریشانی کی کہانی بیان کرتے ہیں۔ عام قصہ گوئی کی طرح' جب دل میں اللہ رب العزت کی محبت ہوگی پھر جب ہم انسانیت کی پریشانی کی کہانی بیان کریں گے تو ہمارا حال اس عورت کی طرح ہوگا جو گھر کی پریشانی کی بات کر رہی ہے۔ اور اس کی آنکھوں سے ساون بھادوں کی برسات برس رہی ہوتی ہے۔

نبی علیہ السلام نے جب اپنے صحابہ کرام کے دلوں کی اصلاح فرمائی تو ان کے دل میں انسانیت کا یہ درد آپ ﷺ نے بھر دیا۔ چنانچہ ان کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ غمگساری ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کا ایسا جذبہ بھر گیا کہ انہوں نے ایسی ایسی مثالیں دکھائیں کہ تاریخ انسانیت ایسی مثالیں دکھانے سے قاصر ہے۔

صحابہ کرامؓ کیسے تھے:

آپ ﷺ کے بعض صحابہ کرامؓ کے بارے میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت نے دنیا کا مال ان کو خوب دیا تھا تو وہ چاہتے تھے کہ ہم اپنے غریب بھائی کی مدد کریں لیکن اس کو جتلانا بھی نہیں چاہتے تھے۔ تو جب رات ہوتی تو ان کے گھر میں یا دروازے پر وہ مال بوریوں میں بھر کر ڈال جاتے تھے۔ کھانے پینے کی اشیاء کی اور Message چھوڑ جاتے تھے کہ یہ آپ میری طرف سے قبول کر لیں۔ سامنے اس لیے نہیں دیتے تھے کہ یہ

کہیں مجھے شکر یہ ادا کرنے کا بھی پابند نہ بن جائے۔اتنی بے غرضی ہوتی تھی طبیعت میں۔

امام زین العابدین کا اخلاص:

امام زین العابدین کے حالات زندگی میں ہے کہ فوت ہوئے تو غسل دینے والے نے دیکھا کہ ان کے دائیں کندھے پر کالا نشان بنا ہوا ہے۔ بڑے خوبصورت تھے' نازک بدن تھے۔اسکو بڑی حیرانی ہوئی کہ یہ نشان کیسا؟ اس نے لوگوں سے پوچھا گھر والوں نے کہا ہمیں بھی معلوم نہیں ہم سے بھی چھپایا انہوں نے۔کسی کو پتہ نہ چلا لیکن جب ان کو دفنایا گیا تو ہفتہ' عشرہ گزرنے کے بعد جو اس وقت نادار تھے۔معذور تھے۔ بیوائیں تھیں ان کے گھروں سے آواز آئی ہائے وہ کہاں گیا۔جو رات کے اندھیرے میں ہمارے گھروں میں پانی پہنچایا کرتا تھا۔تب یہ راز کھلتا ہے کہ وہ مشک لے کر رات کے اندھیرے میں ان مجبور لوگوں کے گھروں میں پانی پہنچایا کرتے تھے۔مگر اتنی خاموشی سے کیا کہ زندگی بھر اس بات کا علم کسی کو نہ ہونے دیا۔

آج کی دنیا:

آج کی دنیا یوں بولتی ہے کہ ہمیں لوگوں کی بڑی ہمدردی ہے۔اور ہم انکا تعاون کر رہے ہیں۔اور تعاون کیا کیا جاتا ہے۔کہ سود کے اوپر ان کو قرضہ دیا جاتا ہے۔نام امداد رکھا کہ ہم امداد کر رہے ہیں۔اور امداد کیا کہ سود کے اوپر قرضے۔اور وہ سود اتنا بڑھتا ہے کہ ساری زندگی بھی وہ محنت کر کے ادا کرنے کی کوشش کریں تو ادا کر نہیں پاتے۔یہ آج کے پڑھے لکھے انسانوں کی امداد ہے۔

ایثار و ہمدردی کی انوکھی مثال:

ایک دور میں صحابہ کی یادیں تازہ ہوتی ہیں۔امداد کیا تھی ہر بندہ دوسرے کی ضرورت کو اپنے سے فوقیت دیتا تھا۔چنانچہ ایک صحابی کے گھر میں بکری ذبح ہوئی انہوں نے بکری

کی سری اپنے دوست کے گھر پہنچادی۔ دوست نے سوچا کوئی بات نہیں میرا گزارا ہو جائے گا میں فلاں کے گھر بھیج دیتا ہوں۔ وہ دوسرے کے گھر گئی۔ دوسرے سے تیسرے کے گھر گئی۔ پانچ یا سات گھروں میں جب پہنچی تو اس گھر والے نے سوچا میں اپنے فلاں دوست کو بھیج دیتا ہوں میری خیر ہے۔ ان کے گھر میں پکے گی ان کے بیوی بچے کھائیں گے۔ انہوں نے وہ سری پھر اس گھر بھیجی جہاں بکری ذبح ہوئی تھی۔ اور وہاں سے سری چلی تھی۔

صحابہ کرامؓ کا مثالی طرز عمل:

صحابہ کرام تشریف فرما ہیں اچانک ایسا محسوس ہوا کہ کسی کا وضو ٹوٹ گیا ہے۔ بدبوسی محسوس ہوئی۔ اب صاف ظاہر ہے کہ کوئی بندہ ان میں سے اٹھے گا تو جا کر وضو کرے گا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نبی علیہ السلام سے عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ کے محبوب اگر آپ اجازت دیں تو ہم سب دوبارہ وضو کی تجدید کر کے آئیں۔ نبی علیہ السلام نے اجازت دی سب کے سب دوبارہ اس لیے وضو کر کے آئے کہ ہمارے کسی بھائی کو شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔ اس کو قرآن مجید نے اپنی زبان میں کہا۔

﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾

آپس میں رحیم وکریم

یہ ہے انسانیت کے درد کا درماں کہ وہ درد دل میں پیدا ہو جائے کہ اگر درد ایک بندہ محسوس کر رہا ہے۔ تو آنسو دوسرے کی آنکھوں سے ٹپک رہے ہیں۔ یہ اصل مقصود ہے۔ چنانچہ دور صحابہ میں یہ مثالیں تو بہت زیادہ ہیں۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی مہمان نوازی:

آپ حیران ہوں گے نبی علیہ السلام کے پاس ایک مہمان آئے آپ نے صحابہؓ سے

پوچھا کوئی ہے جو مہمان کو اپنے گھر لے جائے۔ ابوطلحہ کھڑے ہو گئے۔ اے اللہ کے نبی میرے ساتھ بھیج دیجیے۔ وہ مہمان کو لے کر اپنے گھر چلے گئے۔ گھر جا کر بیوی سے پوچھتے ہیں مہمان آیا ہے۔ گھر میں کھانے کے لیے کچھ ہے تو انہوں نے کہا گھر میں تو کھانا اتنا ہی ہے کہ ہم بچوں کو کھلا سکتے ہیں میرے اور آپ کے لیے بھی نہیں ہے۔ تھوڑا سا ہے۔ کہنے لگے اچھا تم بچوں کو تھپکی دے کر سلا دو۔ اور وہ کھانا دسترخوان پر لگا دو۔ جب میں مہمان کو کھانا کھانے کے لیے بلاؤں تو جب وہ قریب آنے لگے تو تم چراغ کو ٹھیک کرنے کے بہانے اس کو intently بجھا دینا تو اندھیرا ہو جائے گا۔ تو مہمان کھانا شروع کر دے گا تو میں اس کے سامنے بیٹھا فقط ہاتھ کی حرکت کرتا رہوں گا۔ کچھ نہیں کھاؤں گا۔ تاکہ کھانا مہمان کے لیے کافی ہو جائے اور مہمان کو یہ بھی محسوس نہ ہو کہ ہم نے نہیں کھایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جب مہمان کھا پی کر چلا گیا اس وقت روشنی جلا دی گئی۔ چنانچہ اگلے دن جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آ گیا۔

﴿يُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾

خود حالانکہ یہ اسکے ضرورت مند ہوتے ہیں۔ لیکن اپنے بھائیوں کو اس کے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے اوپر ایثار کرتے ہیں۔ کیا تاریخ انسانیت ایثار کی ایسی مثالیں پیش کر سکتی ہے۔ یہ اس لیے ہماری تاریخ میں موجود ہے کہ نبی علیہ السلام نے دلوں میں درد بھرا تھا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انداز خدمت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے آئے۔ دیکھا کہ ان کے پاس رجسٹر یعنی کوئی ایسی چیز جس پر لکھا ہوا ہے پڑا ہے۔ کچھ Senior Citizen جو بہت بوڑھے ہو جاتے ہیں یا جو معذور ہوتے ہیں یا بوڑھی عورتیں یا بیوائیں ان کے نام

لکھے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے ایڈریس بھی لکھے ہوئے ہیں اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ان کی خدمت کس نے اپنے ذمے لی۔ تو آپ وہ سارا ریکارڈ دیکھتے ہیں۔ ایک جگہ ایک بوڑھی عورت کا نام ہے ایڈریس بھی ہے لیکن خدمت والے کا نام درج نہیں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ اپنے دل میں سوچتے ہیں اس کی خدمت میں اپنے ذمے لے لیتا ہوں۔ چنانچہ اگلے دن فجر کی نماز پڑھی اور نماز پڑھنے کے بعد سیدھے اس بڑھیا کے گھر گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا اس نے پوچھا کون آپؓ نے جواب دیا میں آپ کی خدمت کرنے کے لیے آیا ہوں کوئی کام ہو تو بتایئے۔ اس وقت دو کام ہوتے تھے گھر کی صفائی اور باہر سے پانی بھر کر اندر پہنچا دینا۔ باقی کام تو گھر والے خود کر لیا کرتے تھے۔ تو بڑھیا نے جواب دیا کوئی آ گیا تھا وہ میرے گھر کے کام کر کے چلا گیا۔ پوچھا کہ کب سے آ رہا ہے۔ جواب ملا کہ مدتوں سے آ رہا ہے۔

پوچھا اس کا نام بڑھیا کہنے لگی نہ میں نے کبھی پوچھا نہ اس نے کبھی بتایا۔ وہ آ کر دروازے پہ دستک دے کر کہتا ہے پردہ کر لیں میں کمرے میں چلی جاتی ہوں وہ کام سمیٹ کے جب جاتا ہے تو دروازے پہ Knock کر کے مجھے بتا جاتا ہے۔ میں جا رہا ہوں میں باہر آ جاتی ہوں۔ نہ میں نے کبھی شکل دیکھی نہ میں نے کبھی نام پوچھا۔ عمر رضی اللہ عنہ بڑے حیران ہوئے یہ کون ایسا بندہ ہے۔ چنانچہ اگلے دن تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد آپ بڑھیا کے گھر پہنچ گئے۔ جب دیکھا تو پھر کام مکمل ہو چکے۔ وہ بھی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ کہنے لگے بہت اچھا اگلے دن عشاء کی نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر بڑھیا کے گھر کے قریب راستے میں بیٹھ گئے۔ کہ ذرا میں اس بندے کو تو دیکھوں کہ جو رات کے اندھیرے میں آ کر اس طرح کام کرتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا جب گہری رات ہو گئی اندھیرا چھا گیا۔ لوگ گہری نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی اللہ کا بندہ آہستہ آہستہ قدموں سے چلتا آ رہا ہے۔ اتنا آہستہ کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے قدم اٹھا کر رکھنے سے

زمین کو بھی تکلیف نہ پہنچے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ بڑے حیران ہوئے۔ قریب آنے پر پوچھا تو کون ہے۔ جواب میں امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز آئی میں ابو بکر ہوں۔ امیر المومنین اس بڑھیا کا کام آپ رات کو آ کر کرتے ہیں۔ تو بتایا کہ ہاں میں کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ امیر المومنین تو ننگے پاؤں چل رہے تھے۔ جوتا بھی نہیں تھا۔ تو پوچھا امیر المومنین آپ نے جوتا کیوں نہیں پہنا تو فرمایا کہ جوتا میں گھر اتار آیا اس وجہ سے کہ رات ہے لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں گلی میں چلوں اور قدموں کی آہٹ سے کسی سونے والے کی نیند میں خلل آ جائے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی محنت کا نتیجہ:

یہ انسانیت کا درد ہے آج کسی کے سینے میں؟ انبیاء کرام نے دلوں کو سنوارا اور دلوں میں انسانیت کا غم بھر دیا۔ اس کی وجہ سے پھر ان کے لیے ایثار کرنا ہے اور دوسروں کے حقوق کو ادا کرنا اور اپنے آپ کو مجاہدے میں ڈال لینا۔ یہ سب باتیں آسان ہو گئیں۔ یہ سب احسان چڑھانے کے لیے نہیں کرتے تھے۔ آج تو پڑھے لکھے لوگ اپنے آپ کو کہتے ہیں، کسی ملک پر احسان چڑھاتے ہیں تو ان کے قرضے کا سود معاف کر دیتے ہیں۔۔ یہ آج کے دور کا احسان ہے۔ کہ ہم نے تم کو جو قرضہ دیا ہوا ہے اس کا سود ہم نے معاف کر دیا، ہم نے تم پر بڑا احسان کر دیا۔

آپ اندازہ کر سکتے ہیں انبیاء کرام نے جو معاشرہ دنیا کو دیا۔ حقیقی انسانیت کی تعمیر اس معاشرے میں ہوئی۔ انہوں نے دلوں کو سنوارا اور انسانوں کے دلوں کو محنت کا میدان بنا دیا۔ نتیجہ کیا ہوا کہ لوگوں کی آپس کی محبتیں، الفتیں سب کی زندگی حتیٰ کہ لوگ اپنے گھروں کو تالا نہیں لگاتے تھے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر راستہ چلتے ہوئے کسی کا کمبل اونٹ سے گر جاتا تو اس کمبل کو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ سالوں کے بعد اگر کبھی وہ لوٹتا تھا تو وہ کمبل مٹی

پانی کے پڑنے سے گل چکا ہوتا تھا۔ مگر پڑا اسی جگہ ہوتا تھا! کیا سچ کی زندگی تھی! کیا عزتوں کی حفاظت والی زندگی تھی! یہ انسانیت کا درد اس لیے تھا کہ دل سنور چکے تھے۔ لہٰذا آج اسی بھولے ہوئے سبق کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اور اسی جام الفت الٰہی کو آج پھر گردش میں لانے کی ضرورت ہے۔

دورِ صحابہؓ کے بعد بھی اسلامی تاریخ میں ایسی بہت ساری مثالیں ہیں ایثار و قربانی کی۔ چنانچہ ابوالحسن نوری کی زندگی کا ایک عجیب واقعہ ان کی کتاب میں لکھا ہے۔

ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایثار:

وقت کے کسی حاکم نے ایک مسئلہ پوچھا' انہوں نے حق سچ بات گوش گزار کر دی۔ اس کو برا لگا اس نے چند حضرات کو گرفتار کروایا۔ اور چاہتا تھا کہ ان کو قتل کروا دیا جائے گا۔ لیکن جب اس نے ان کو دیکھا کہ وہ لائن میں کھڑے ہیں جلاد ان کے سامنے ہے تو ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے پھر باقی لوگ تھے۔ اس کے دل میں ابوالحسن نوری کی محبت تھی۔ عظمت تھی وہ چاہتا تھا کہ باقی ایک دو کو قتل کر دوں اور ان کو بہانہ بنا کر رہا کر دوں۔ چنانچہ اس نے کہا یہ جگہ ٹھیک نہیں آپ لوگ اس کی بجائے اس جگہ پر آ جایئے۔ مقصد یہ تھا کہ جب نئی جگہ پر آئیں گے تو ترتیب بدل جائے گی۔

جب نئی جگہ پر آئے تو ابوالحسن نوری پھر آ گے۔ پھر اس نے بہانہ بنایا کہ ان کو ذرا میرے قریب لا کر قتل کرو۔ دیکھا کہ ابوالحسن نوری پھر آ گئے' اب اس نے ابوالحسن نوری کو بلایا اور کہا کہ میں چاہتا تھا کہ ترتیب بدلتی میں دوسروں کو قتل کر دیتا اور آپ کو بہانہ سے معاف کر دیتا۔ مگر تینوں جگہ آپ آ گے آ گئے اس کی کیا وجہ ہے؟

ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ کہ میں تینوں جگہ اس لیے آ گے رہا کہ آپ پہلے مجھے قتل کریں گے اور جتنی دیر جلاد مجھے قتل کرنے میں لگائے گا اتنی دیر میرے بھائیو کو اور

زندہ رہنے کا موقع مل جائے گا۔ کیا حسن ہے اس سوچ کا۔ کیا خوبصورتی ہے اس سوچ کی۔ اتنا بھی انسان دوسرے کا ہمدرد ہو جاتا ہے۔ یہ اخلاق حمیدہ آتے ہیں، تعلیمات نبوت سے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو فرمایا۔ کہ میرے محبوب ﷺ

﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (سورۃ القلم: آیت ۴)

آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں۔

تو انہوں نے یہ اخلاق اپنی امت کو سکھلائے۔

انوکھی مثال:

ہم چاہتے ہیں کہ آج ہماری پریشانیاں دور ہو جائیں ہماری ان پریشانیوں کا حل ہمیں باہر نہیں ملے گا اندر ملے گا۔ یا یوں سمجھئے کہ حدیث پاک میں کھجور کے درخت کو انسان کی خالہ کہا گیا ہے۔ تو میں بہت عرصہ سوچتا رہا کہ یہ کیا بات ہے۔ پھر کھجوریں لگانے کا ہمیں موقع ملا تجربہ ہوا۔ تو کھجوروں کے ماہرین نے بتایا۔ کہ کھجور کا درخت جب بھی کسی جگہ لگایا جائے تو اس کے باہر کے پتے شاخیں ایک دفعہ خشک ہو جاتے ہیں۔ پھر اندر سے سبزہ نکلنا اور بڑھنا شروع ہوتا ہے۔ پھر ہرا بھرا درخت سامنے آ جاتا ہے۔ جس طرح کھجور کا درخت اندر سے ہرا ہونا شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح انسانیت کا کملایا ہوا درخت بھی اندر سے سرسبز ہونا شروع ہوتا ہے۔ اب ہم اس سفر کی ابتدا اگر دل سے شروع کریں گے تو یقیناً منزل پر پہنچ جائیں گے۔

لہٰذا آج اس محفل میں دلوں میں یہ نیت کر لیجیے کہ ہم اپنے دلوں کو سنواریں گے، بنائیں گے اور اس کو اللہ کی محبت سے بھر لیں گے۔ ایسے بھریں گے کہ اللہ تعالیٰ دل میں آ جائیں، چھا جائیں۔ ایسی زندگی ہونی چاہیے۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے چند طریقے ہیں۔ مختصر انداز سے وہ چند باتیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

سب سے پہلی بات:

انعاماتِ الٰہیہ میں غور وفکر کرنے سے غور کرنے والے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عربوں کا مقولہ ہے:

اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِحْسَانِ

انسان احسان کا بندہ ہے۔

آپ نے جانوروں کو سرکس وغیرہ میں دیکھا ہوگا۔ شیر کے منہ میں بھی اگر کوئی آدمی ہاتھ ڈال دیتا ہے تو شیر اس کو کچھ نہیں کہتا۔ وجہ کیا کہ یہ آدمی اس شیر کو روزانہ گوشت دیتا ہے اور اسکی وجہ سے شیر اس کا ممنون ہوتا ہے۔ تو اگر درندے بھی احسانات کرنے والے محسن کا لحاظ کرتے ہیں۔ تو انسان تو پھر آخر انسان ہوتا ہے۔

﴿جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ اِلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا﴾

جو بھی کسی کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے اللہ تعالیٰ نے دلوں کی فطرت بنادی کہ دل اس سے محبت کریں۔

آپ دیکھیں کوئی کسی کی نوکری لگوادے۔ ساری زندگی اس کی تعریفیں کرتے تھکتے نہیں ہیں۔ احسان جو کیا اس نے، کوئی ڈاکٹر کسی کا آپریشن کرے اور وہ کامیاب ہوجائے جب بھی تذکرہ ہوگا۔ یہ مریض اس کی تعریف کرتے نہیں تھکے گا۔ کہ احسان جو اس نے کیا۔ تو پھر جب انسان اپنے محسنوں کے ساتھ محبت کرتا ہے تو پھر انسان اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پہ غور وفکر کرے تو لامحالہ دل میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار ہوگا۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی۔ وہ کتنا بڑا پروردگار ہے جس نے بن مانگے ہمیں یہ صحت

مند بدن عطا فرمادیا۔

میرے دوستو اگر اللہ تعالیٰ بینائی نہ دیتے ہم اندھے ہوتے۔ گویائی نہ دیتا ہم گونگے ہوتے۔ کان نہ دیتا ہم بہرے ہوتے۔ صحت نہ دیتا ہم بیمار ہوتے۔ لباس نہ دیتا ہم ننگے ہوتے۔ روزی نہ دیتا ہم بھوکے ہوتے۔ پانی نہ دیتا ہم پیاسے ہوتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کے اندر مال نہ دیتا ہم فقیر ہوتے۔ اگر اللہ تعالیٰ عقل نہ دیتا ہم پاگل ہوتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عزت نہ دیتا ہم ذلیل ہوتے یہ جو عزتوں کی زندگی گزارتے پھر رہے ہیں یہ سب اس مولا کا احسان ہے۔

تو ہمیں تو چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر ہی کرتے رہیں۔ اس کو قرآن مجید نے کہا:

﴿اُولِی الْاَلْبَابِ﴾

یہ ہیں اصلی عقل مند بندے۔

﴿وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

اور کیا کہتے ہیں

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (سورۃ آل عمران ۱۹۱)

تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پہ غور و فکر کیجئے پھر احساس ہوگا کتنی بڑی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بن مانگے عطا فرمادیں۔

دوسری وجہ:

قلب میں محبت الٰہی پیدا ہونے کی دوسری وجہ کہ انسان نیک اعمال پر استقامت کے ساتھ لگا رہے۔ سنت کی اتباع پر استقامت کے ساتھ لگا رہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ سنت اعمال کی یہ برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل میں اپنی محبت کو بھر دیتے ہیں۔

یوں سمجھ لیجئے کہ جس سنت کو ہم لیں گے اس سنت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت کی کچھ مقدار بندھی ہے۔ وہ ہمارے دل میں اترنی شروع ہو جائے گی۔ اگر ہم سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک اپنے آپ کو سنت سے مزین کر لیں گے تو ہمارے دل کی دنیا اللہ تعالیٰ کی محبت سے لبریز ہو جائے گی۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کے سنتوں پہ عمل کیجئے۔ اہتمام کیجئے سنتوں کا۔ اگر آپ غور کریں آج سنت کا اہتمام ہماری زندگی میں ہے؟ بہت کم بلکہ ہمارے گھر، ہمارے بازار، گلی کوچے یہ نبی علیہ السلام کی مبارک سنتوں کی مذبح گاہ بن چکی ہیں۔

ایک روپے کی پیالی بچے سے ٹوٹ جائے ماں اس کو ترچھی نظروں سے دیکھتی ہے اور کوئی بچہ نبی علیہ السلام کی سنت کو توڑ دے ماں اس کی طرف غصے کی نظر سے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی۔ کیا سنت کی (Value) ہم نے ایک روپے کے برابر بھی نہ ڈالی۔ شادی کے موقع پہ سب کو مناتے ہیں۔ ہمسائے کو مناؤ، رشتہ داروں کو مناؤ، ہر روٹھے ہوئے رشتے دار کے پاس جا رہے ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ جو گھر کی نوکرانیاں ہوتی ہیں جو روٹھ جاتی ہیں۔ ان کو بھی مناتے ہیں۔ کہ شادی کا موقع ہے کوئی بات نہیں نوکرانی کو بھی منالو۔ جبکہ نوکرانی کو بھی شادی کے موقع پر منا لیا جاتا ہے۔ تو کیا شادی کے موقع پہ اپنے رب کو منانا ضروری نہیں تھا۔ اتنا بھی لحاظ نہ کیا جتنا گھر کے نوکر کا کیا۔ کوئی خیال کرتا ہے الا ماشاء اللہ شادی پہ دل کھول کر ہم اپنی من مرضی کرتے ہیں۔ چاہے اللہ کے محبوب ﷺ کو اس سے خوشی ملے یا اس سے ایذاء ملے۔

سنت کو اہتمام کے ساتھ اپنے اوپر مزین کیجئے۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ دل کو اپنی محبت سے بھر دے گا۔

تیسری وجہ:

ذکر اللہ کی کثرت

یاد رکھیے قرآن مجید میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر کا حکم دیا وہیں پر اس کی کثرت کا حکم بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۴۱)

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۳۵)

تو دیکھیے کثرت کا حکم ہے ایک جگہ فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ (سورۃ الانفال:۴۵)

ہر ہر جگہ کثرت ذکر کا حکم ہے۔ تو معلوم ہوا کثرت ذکر کی ضرورت ہے انسان کے دل کی دنیا کو بدلنے کے لیے۔ بعض دفعہ چیز کی جو مقدار ہوتی ہے۔ وہ بھی ضروری ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر صاحب آپ کو دوائی دیں کہ آپ کو بخار ہو گیا آپ یہ انٹی بائیوٹک (Antibiotic) لے جائیے۔ پانچ دن کھانی ہے۔ ٹوٹل پندرہ گولیاں ہیں۔ پندرہ گولیاں استعمال کریں۔ صبح دوپہر شام۔ انشاء اللہ پندرہ گولیاں کھا کر آپ کا بخار ٹوٹ جائے گا۔ اور وہ بندہ دن میں ایک گولی کھانا شروع کر دے۔ پہلے دن ایک گولی' دوسرے دن دوسری گولی' تیسرے دن تیسری گولی۔ پندرہ دن پندرہ گولیاں کھا بھی لیں۔ بخار پھر بھی نہیں ٹوٹتا۔ ڈاکٹر کہے گا کہ آپ نے دوائی تو ٹھیک استعمال کی مگر مقدار صحیح استعمال نہیں کی۔ اس لیے ذکر کرنا فقط کافی نہیں ذکر کی کثرت کرنا ضروری ہے۔ اور آج ہم کیا کرتے ہیں ذکر تو کرتے ہیں کثرت نہیں کرتے۔ آپ سالکین سے پوچھیں کہ آپ کتنا مراقبہ کرتے ہیں۔ جی پانچ منٹ۔ جو دل سالوں میں جا کر بگڑا وہ پانچ منٹوں میں سنور سکتا ہے۔ منٹوں کے مراقبے کرتے ہیں۔

اگر کوئی مجنون سے پوچھے کہ جی لیلیٰ کو کتنا یاد کرتے ہو وہ آگے سے جواب دے پانچ
منٹ۔ تو آپ کو ہنسی نہیں آئے گی؟ کہ یہ کیسا مجنوں ہے کہتا ہے کہ سارے دن میں لیلیٰ کو
یاد کرنے کے لیے پانچ منٹ نکلتے ہیں۔ آج ہم ایسے مجنون ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے
کے لیے پانچ منٹ اور وہ بھی کبھی ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے۔ معمولات کا ٹائم ہی نہیں
ملتا۔ پھر آ کر کہتے ہیں۔ حضرت معمولات تو مجھ سے ہوتے نہیں بس آپ ہی کچھ توجہ ڈال
دیجیے کہ میرا کام بن جائے۔ یہ کیا بات ہے کہ مجھ سے تو معمولات ہوتے نہیں جو کرنا ہے
بس آپ ہی کر لیجیے۔ تو اس کثرت ذکر کے نہ کرنے کی وجہ سے دل میں وہ اللہ تعالیٰ کی
محبت پیدا نہیں ہوتی تو تین چیزیں:

(۱) انعامات الٰہیہ میں غور و فکر کرنا

(۲) مسنون اعمال پر استقامت سے عمل کرنا

(۳) ذکر اللہ کی کثرت کرنا

(۴) چوتھی چیز جو ان سب کا لب لباب' اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا اہل اللہ کی صحبت
میں آپ بیٹھیں خود بخود اللہ کی محبت آپ کے دل میں بڑھتی جائے گی۔

آپ دیکھتے نہیں ہیں لوگ اگر کمپیوٹر کا کاروبار کریں۔ چند دن اس کے ساتھ اٹھنا
بیٹھنا رکھیں۔ کہتے ہیں کہ جی میں تو کمپیوٹر کا بزنس کر رہا ہوں یہ آپ کے دل میں چاہت
کیسے پیدا ہوئی' صحبت کی وجہ سے ہوئی۔ تو اللہ والوں کی صحبت سے انسان کے دل میں اللہ
کی محبت بڑھتی ہے۔ ایک ایک مجلس بسا اوقات انسان کی زندگی کے رخ کے بدلنے کا
ذریعہ بن جاتی ہے۔

صحبت کی تاثیر:

چند لمحوں کی صحبت بسا اوقات انسان کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ اسی کو

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ دل اپنے رب کے حوالے کیجئے پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ کی محبت کا کیا مزہ نصیب ہوتا ہے۔ جب ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بھر جائے گی تب ہمارے اندر صحیح انسانیت آ جائے گی۔ پھر ہمارے دل میں ہر ایک کا دکھ ہوگا۔ اپنوں کا بھی پرایوں کا بھی۔ یہ محبت دل میں بھرنے کی ضرورت ہے۔ پھر انسان کی بات میں تاثیر' نگاہ میں تاثیر' عمل میں تاثیر ہر چیز میں تاثیر آ جاتی ہے۔ اس لیے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بھری ہوتی ہے۔

چنانچہ انڈیا کے ایک بزرگ تھے میاں جی عمر رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں آتا ہے' وہ تانگے پہ کبھی کبھی سفر کیا کرتے تھے۔ تو ان کے ساتھ اگر تانگے پر کوئی ہندو بیٹھ جاتا تھا۔ اترنے سے پہلے وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا تھا۔ تھوڑی دیر کا ساتھ ایسی نورانیت والا ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ دل کی دنیا کو بدل کر رکھ دیتا تھا۔

ہمارے علاقوں میں ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت خواجہ غلام حسن سواگ رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں بھی یہی واقعہ کہ ہندوؤں نے فرنگی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا کہ یہ بندہ ہمارے نوجوانوں کو زبردستی مسلمان بناتا ہے۔ تو حضرت کو عدالت میں بلایا گیا۔ حضرت نے وہاں جا کر جج سے پوچھا! کہ مجھے عدالت میں کیوں بلایا گیا۔ جج نے کہا اس لیے کہ آپ کے خلاف یہ مقدمہ درج ہے کہ آپ نوجوان ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بناتے ہیں۔ تو جب آپ نے یہ سنا تو ہندوؤں کی طرف متوجہ ہوئے جہاں وہ کھڑے تھے۔ اُن میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں نے کہا آپ کو مسلمان بننے کے لیے زبردستی کی؟ اس اشارہ کرنے میں کوئی ایسی توجہ تھی' تاثیر تھی اس نے کلمہ پڑھا اور کہا میں مسلمان بنتا ہوں۔ پھر دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ ایک ہجوم گواہی دیتا ہے ایک جماعت گواہ ہے نیک لوگوں کی کہ انہوں نے دو یا تین کی طرف اشارہ کیا سب لوگوں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ جج نے کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا اب

میں اس مقدمہ کو خارج کرتا ہوں۔ نگاہوں میں تاثیر، دل میں تاثیر، بات میں تاثیر، یہ کس وجہ سے ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں موجود ہوتی ہے جب دل محبت الٰہی سے خالی تو اس وقت پھر انسان کا قول کچھ ہوتا اور فعل کچھ اور ہوتا ہے۔

قول و فعل کا تضاد:

جیسے آج ہماری زندگی بنی ہوئی ہے کہ آپ خود غور کریں کہ آج ہم زبان سے کہتے ہیں کہ دنیا بے وقعت ہے لیکن عملاً ہم سب کے سب چوبیس گھنٹے دنیا کو سمیٹنے میں کوشاں ہوتے ہیں۔ زبان سے کہا کہ دنیا کی کوئی Value ہی نہیں۔ عملاً دیکھیں تو کئی لوگوں کو فرصت ہی نہیں ملتی نماز کی، کہ جی کسٹمر دوکان پر زیادہ تھے۔ میں نماز نہیں پڑھ سکا۔ جاگتے ہیں تو دنیا کا خیال دل میں رات کو سونے لگتے ہیں تو دنیا کا خیال دل میں اور زبان سے کیا کہتے ہیں کہ جی دنیا کی تو کوئی وقعت ہی نہیں ہے۔ عملاً دیکھیں تو بالکل اس کے خلاف کر رہے ہوتے ہیں۔ زبان سے کہتے ہیں دنیا فانی ہے۔ اور عملاً اگر دیکھا جائے تو ہم ایسے مکان بنواتے ہیں ایسے Plan بناتے ہیں جیسے دنیا سے کبھی ہم نے مرنا ہی نہیں ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ﴾ (سورۃ الشعرآء: ۱۲۹)

تم ایسے گھر بناتے ہو کہ جیسے تم نے ہمیشہ یہیں زندگی گزارنی ہے۔

زبان سے ہم کہتے ہیں آخرت بہتر ہے۔ لیکن عملاً دنیا کے پیچھے زیادہ وقت لگاتے ہیں اور آخرت کی تیاری کے لیے تھوڑا وقت لگاتے ہیں۔ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔ لیکن عملاً دیکھیں تو ہر بندے کی زبان پہ اللہ کا شکوہ موجود ہوتا ہے کسی نہ کسی صورت میں کوئی کہتا میرا بیٹا نہیں ہوتا کوئی کہتا ہے میری دعا قبول نہیں ہوتی۔ کوئی کہتا ہے میرا فلاں کام نہیں ہوتا۔ یہ جو دنیا کے سامنے حالات کہتے ہیں۔ یہ حقیقت

میں اللہ کے شکوے ہی کرنے ہوتے ہیں۔ اسی لیے ایک بزرگ تھے کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل پر الہام فرمایا:

"کہ اے میرے پیارے! بندوں سے کہہ دو کہ جب تمہیں رزق میں تھوڑی سی کمی آتی ہے تو تم دوستوں کی محفل میں بیٹھ کے میرے شکوے شروع کر دیتے ہو۔ اور تمہارے نامہ اعمال گناہوں سے بھرے ہوئے میرے پاس آتے ہیں۔ میں کبھی فرشتوں میں بیٹھ کر تمہارے شکوے تو نہیں کرتا۔"

زبانی کہیں گے۔ ہم اللہ کے بندے ہیں اور عملاً دیکھیں تو زندگی ایسی ہوتی ہے جیسے شتر بے مہار ہوتے ہیں۔ اس لیے دل چونکہ بنا نہیں ہوتا اس لیے قول اور فعل کے اندر تضاد ہوتا ہے۔ زبان سے کہتے ہیں ہم عاشق رسول ﷺ ہیں۔ لیکن عملاً زندگی کو دیکھیں تو سنتوں سے محروم ہوتے ہیں۔ یہ قول و فعل کا تضاد کس لیے کہ ابھی دل نہیں بنا۔ اس دل پر محنت کر لیجیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں ایسی آ جائے کہ صحیح انسانیت کو ہمارے اندر بیدار کر دے۔ وہ جو درد ہے ہمارے دل میں پیدا ہو جائے۔ ہمارے اندر اخلاق نبوی کا نمونہ آ جائے۔ ہماری زندگی دوسروں کی خیر خواہی والی زندگی بن جائے۔ ہم جہاں جائیں اللہ کے بندوں کے لیے راحت جان بنیں۔ اللہ کے بندوں کے لیے عذاب نہ بن جائیں آپ غور کریں آج کتنے لوگ ایسے ہیں گھر والوں کے لیے عذاب' اولاد کے لیے عذاب بن جاتے ہیں۔ جس گلی میں رہتے ہیں' گلی والوں کے لیے عذاب بن جاتے ہیں۔ جس شہر میں رہتے ہیں' شہر والوں کے لیے عذاب بن جاتے ہیں۔ کس لیے کہ دل نہیں بنا ہوتا۔ دل کا سنورنا ہماری ان تمام پریشانیوں کا ایک ہی حل ہے۔ اسی کو شاعر مشرق نے یوں کہا:

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

یہ امتوں کے پرانے مرضوں کا ایک ہی علاج ہے کہ تم اپنے مردہ دلوں کو زندہ کر لو۔

اللہ تعالیٰ ہمارے مردہ دلوں کو زندہ کر دے۔ اور ہمارے دل کی دنیا کو بدل دے۔

میرے دوستو! جب دل بدلتا ہے تو انسان اللہ کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ اور احسان بھی اپنے رب کا مانتا ہے۔ اللہ اکبر۔ پھر اللہ کے نام پر جان دینا بھی آسان نظر آتا ہے۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا وقت شہادت:

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں اللہ اکبر۔ جنگ یرموک کے اندر زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ سخت گرمی تھی عصر کا وقت ہو گیا۔ جسم سے خون بہنے کی وجہ سے بہت نقاہت۔ ہونٹ خشک ہو چکے۔ ان کا ایک دوست تھا کزن تھا' انہوں نے اس کو دیکھا تو سوچا کہ میں ان کو پانی پلا دوں' چنانچہ انہوں نے مشک سے پانی پلانا چاہا تو عبداللہ نے اپنے ہونٹوں کو بند کر لیا تو دوست نے کہا عبداللہ اس وقت تمہیں پیاس لگی ہوئی ہے سخت گرمی ہے۔ تمہارا جسم خون بہنے کی وجہ سے اتنا ڈھیلا ہو چکا۔ تھوڑا سا پانی پی لو۔ جب انہوں نے کہا پانی پی لو تو عبداللہ نے آگے سے جواب دیا فرمانے لگے نہیں۔ میں اس وقت روزے سے ہوں۔ چاہتا ہوں کہ مجھے شہادت نصیب ہو جائے۔ تو میں اپنے محبوب کے شربت دیدار سے اپنے روزے کو افطار کروں میں پانی سے افطار نہیں کرنا چاہتا میں تو اپنے محبوب کے دیدار سے افطار کرنا چاہتا ہوں۔ یہ تب ہوتا ہے دل میں جب اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ تو اس لیے اپنے دلوں کو بدلیے۔

دیکھیے ہماری ذات بدلے گی ہمارے گھر کا ماحول بدلے گا۔ ہمارا معاشرہ بدلے گا ہمارے ملک کے حالات بدلیں گے پوری دنیا کے حالات بدل جائیں گے اگر انسانوں کے دل بدل جائیں۔

اسی لیے یاد رکھیے دل بدل جاتا ہے تو انسان بدل جاتا ہے۔ زندگی کے حالات بدل

جاتے ہیں۔ مقصد حیات بدل جاتے ہیں۔ محبت و عداوت کے میعار بدل جاتے ہیں۔ کسب وتجارت کے احکام بدل جاتے ہیں۔ گھر بدل جاتا ہے۔ معاشرہ بدل جاتا ہے۔ اخلاق بدل جاتے ہیں۔ زمانہ بدل جاتا ہے تاریخ بدل جاتی ہے دن بدل جاتے ہیں راتیں بدل جاتی ہیں۔ ساتھی بدل جاتے ہیں پیمانے بدل جاتے ہیں۔ بلکہ مے خانے بدل جاتے ہیں۔

آیئے اپنے دلوں کو بدل لیجئے تاکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت آ جائے۔ اور ہمیں زندگی گزارنے کا طریقہ نصیب ہوجائے۔ اور آج پوری دنیا کے اندر فساد مچا ہوا ہے۔ اس فساد کا حل انسانیت کو نصیب ہوجائے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب حاضرین کے دل کی دنیا کو بدل دے اور اسے اپنی محبت سے لبریز فرمادے۔ اور ہمیں حقیقت سے آشنا فرما کر ہمیں نیکوکاری پرہیزگاری کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمادے۔

فکر دنیا کر کے دیکھی فکر عقبیٰ کر کے دیکھ
چھوڑ کر اب فکر سارے فکر مولا کر کے دیکھ
کون کس کے کام آیا کون کس کا ہے بنا
سب کو اپنا کر کے دیکھا رب کو اپنا کر کے دیکھ

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۝ (سورۃ النساء، آیت ۳۶)

ماں کی محبت

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبة الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

اقتباس

نوجوان بچے اور بچیوں کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے مقام اور مرتبے کا خیال رکھیں۔ آج کل کی جوان بچیاں ماں کے ساتھ ضد لگاتی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ضد لگا لیتی ہیں۔ کئی کئی دن بولتی نہیں اور کالج جانے والی بچیاں صبح اٹھ کر وہ اپنے نہانے دھونے میں مصروف ہیں اور ان کی ماں ان کی نوکرانی کی طرح ان کا ناشتہ بنا رہی ہوتی ہے۔ اور اگر ناشتہ بنانے میں دو منٹ دیر ہوگئی تو بھی منہ بنائے بغیر کھائے اپنے کالج چلی جاتی ہے۔ ماں بیچاری سارا دن افسوس کرتی ہے کاش! میں نے اپنی بچی کو دو منٹ پہلے ناشتہ بنا کے دیا ہوتا تو آج کے زمانے میں نوجوان بچیوں کو یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے کہ دیکھئے ماں باپ کی دعائیں لینے والے بنئے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کی بھی عزت دے دیں گے اور آخرت کی بھی عزت دے دیں گے۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

ماں کی محبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ○ (سورۃ النساء: آیت ۳۶)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

چھپا ہوا خزانہ:

حدیث قدسی میں آیا ہے:

کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا

فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ

میں نے اس بات کو پسند کیا کہ مجھے پہچانا جائے۔

وَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

پس میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا۔

گویا مخلوق کے پیدا ہونے کا سبب محبت بنی

''فَاَحْبَبْتُ'' مجھے پسند آیا مجھے اچھا لگا یہ محبت سبب بنی مخلوق کے پیدا ہونے کا۔ لہٰذا کائنات میں جتنی بھی مخلوق ہے اس سب نے اس محبت میں سے حصہ پایا۔ انسانوں نے' حیوانوں نے' چرندوں نے' پرندوں نے' ساری مخلوق کو حصہ ملا ہر ایک کے اپنے اپنے ظرف کے مطابق۔

چنانچہ آج دنیا میں جتنی بھی محبتیں آپ دیکھتے ہیں یہ وہی حصہ ہے۔ جو اللہ رب العزت نے مخلوق کو عطا کیا۔

دائرہ شریعت:

شریعت نے کچھ محبتوں کو باعث اجر بتایا ہے جیسے ماں باپ کی محبت' میاں بیوی کی محبت' دو بھائیوں کی محبت' دو کلمہ گو مسلمان بھائیوں کی محبت۔ یہ وہ محبتیں ہیں کہ جن پر انسان کو اجر اور ثواب ملتا ہے۔ یہ جائز محبتیں ہیں' اور اگر نفسانی' شیطانی' شہوانی وجہ سے محبتیں ہونگی تو یہ حرام ہونگی۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے گائے اور بھینس کا دودھ پاک ہوگا۔ حلال ہوگا اور کتیا کا دودھ ناپاک اور حرام ہوگا۔ تو شریعت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے جتنی محبتیں ہیں ان میں سب سے زیادہ گہری محبت وہ ماں کی محبت ہے۔

فطری محبت:

چنانچہ آپ ایک چھوٹی سی چڑیا کو دیکھیں۔ ننھی سی جان ہے مگر گھونسلے کے اندر اس کے بچے موجود ہیں تو ان بچوں کو پانی پلانے کے لیے وہ تڑپتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے کمرے کا دروازہ بند ہے تو وہ کمرے کے چکر لگائے گی۔ اس ننھی سی جان کو اطمینان نہیں۔ جائے گی' پانی اپنی چونچ میں لا کر اپنے بچوں کو پلائے گی اور اگر واپسی پر پھر کسی نے دروازہ بند کر دیا تو اب وہ باہر چکر لگاتی رہے گی۔ پسینہ بھی آ گیا تھک بھی گئی۔ چونچ کا پانی پیے گی نہیں'

انتظار کرے گی۔ جب اپنے بچوں تک پہنچی تو اپنے بچوں کو وہ پانی پلا کر خوش ہو جائے گی۔

ایک سبق آموز واقعہ:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی صحبت میں جا رہے تھے۔ انہوں نے ایک درخت کے اوپر گھونسلا دیکھا جس میں بہت خوبصورت چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ اور ان بچوں کی ماں وہ دانہ چگنے کے لیے کہیں گئی ہوئی تھی۔ اس صحابیؓ نے ان بچوں کو پکڑ لیا۔ لے کر چل پڑے۔ کچھ دور آگے گئے تو اتنے میں چڑیا بھی آگئی۔ اب چڑیا نے جب اپنے بچوں کو غائب پایا تو تلاش کرنے لگی، حتیٰ کہ تھوڑی کوشش کے بعد اس نے یہ پہچان لیا کہ اس بندے کے ہاتھ میں میرے بچے موجود ہیں۔ وہ ان کے سر کے اوپر چکر لگانے لگی۔ آوازیں نکالتی تھی اور چکر بھی لگاتی تھی، یہ اسے سمجھے نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چڑیا ان کے کندھے پر آ کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے اس چڑیا کو بھی پکڑ لیا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک بڑی خوبصورت عادت یہ تھی کہ جب کوئی نئی بات پیش آتی تو نبی علیہ السلام کے سامنے اس کو پیش ضرور کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو آ کر سارا واقعہ سنایا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا دیکھو یہ ماں تھی۔ جب تم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا یہ تمہارے سر کے اوپر چکر لگاتی رہی۔ فریاد کرتی رہی۔ منت سماجت کرتی رہی کہ اللہ کے لیے میرے بچوں کو چھوڑ دو۔ مجھے اپنے بچوں سے جدا نہ کرو۔ تم اس کی بات سمجھے نہیں۔ جب تم نے اس کے بچوں کو نہ چھوڑا تو اس چڑیا نے یہ فیصلہ کیا میں اپنی آزادی کو قربان کرتی ہوں۔ میں بھی اپنے آپ کو گرفتار کروا دیتی ہوں۔ گرفتار تو میں ہو جاؤں گی مگر اپنے بچوں کے ساتھ تو ہو جاؤں گی۔ پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم جاؤ اور اس چڑیا اور بچوں کو واپس اسی گھونسلے میں چھوڑ کر آؤ۔

ماں کی ممتا:

آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک مرغی نے بچے دیے ہوئے ہیں اور وہ ان کو لے کر پھر رہی ہے۔ اتنے میں بلی آ جاتی ہے' مرغی اچھی طرح جانتی ہے کہ میں بلی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ بلی مجھے جان سے مار دے گی۔ لیکن اس کو اپنے بچے عزیز ہیں۔ اس کو بچوں سے پیار ہے۔ وہ نہیں پسند کرتی کہ جیتے جاگتے یہ بلی اس کے بچوں کو ہاتھ لگائے۔ لہٰذا بچوں کے آگے پر پھیلا کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ بلی سے لڑنے کے لیے تیار۔ کیا مطلب؟ اس کی ماں کی ممتا برداشت نہیں کرتی۔ وہ کہتی ہے کہ پہلے آپ مجھے جان سے ماریں گی اور پھر اس کے بعد آپ میرے بچوں کو ہاتھ لگائیں گی تو ایک ننھی سی جان ہے' کمزور سی مخلوق ہے اگر اس کے اندر ماں کی ممتا اتنی موجود ہے تو انسان تو پھر انسان ہے۔ ایک ماں کے اندر اپنی اولاد کی کتنی محبت موجود ہوگی۔

پچھلی صدی کا حیران کن واقعہ:

مشہور واقعہ ہے کہ جاپان میں پچھلی صدی میں ایک زلزلہ آیا تھا۔ جس میں کئی لاکھ آدمی موت کی آغوش میں چلے گئے۔ ایک بڑی ساری بلڈنگ (Multy Story) تھی۔ اس کا ملبہ ہٹانے میں کئی دن لگ گئے۔ تو نیچے ایک جگہ ایک کنکریٹ سلیب (Concrete Slab) گری ہوئی تھی۔ اس کے نیچے ایک عورت کو بے ہوش دیکھا گیا۔ ایک بچہ اس کے ساتھ لیٹا ہوا تھا۔ ہاسپٹل لے گئے۔ ٹریٹمنٹ Treatment ہوئی۔ جب وہ عورت ہوش میں آ گئی تو ڈاکٹروں نے اس سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ تیرے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے زخمی ہیں۔ اس نے بتایا کہ میرے اوپر چھت اس طرح سے گری کہ میں ایک کونے کے اندر محفوظ تھی۔ بچہ میری چھاتی سے لگا ہوا تھا۔ اور میں سمجھتی تھی کہ اگر میری زندگی ہوئی تو کوئی کنکریٹ ہٹائے گا اور مجھے نکالے گا۔ ایک

دو دن تو میں بچے کے ساتھ رہی اسے دودھ پلاتی رہی۔ خود بھوکی پیاسی تھی اب میرے اپنے سینے میں دودھ ختم ہوگیا۔ میرا بچہ روتا میں اسے بہلاتی۔ لیکن بچے کا رونا مجھ سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔ میں کبھی اس کے منہ میں انگلی ڈالتی، کبھی اپنی زبان ڈالتی، جب بچے کے پیٹ میں کچھ نہ جاتا تو وہ روتا۔ کہنے لگی میرے دل میں خیال آیا کہ بچے کو میں دودھ تو نہیں پلا سکتی میرے جسم کے اندر خون تو موجود ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ کی انگلی کو دانتوں سے کاٹا اور جب اس میں سے خون ٹپکنے لگا تو میں نے وہ انگلی بچے کے منہ میں ڈال دی۔ بچے نے چوسنا Suck شروع کردیا۔ جب بچے کے پیٹ میں کچھ جانے لگا تو یہ خاموش ہوا۔ اب میں ایک انگلی کاٹتی پھر دوسری کاٹتی میں نے اس بچے کو اتنا اپنا خون پلایا کہ میں بھی بے ہوش ہوگئی بچہ بھی بے ہوش ہوگیا۔ اب آپ لوگوں نے نکالا ہے تو دوائیوں سے ہم پھر دوبارہ ہوش میں آگئے۔ لوگ حیران ہوگئے کہ ماں کی محبت اس درجے تک ہوتی ہے۔ کہ اگر وہ محسوس کرے کہ اپنے جسم کا خون دے کر اپنے بچے کی جان بچا سکتی ہے تو ماں اس سے بھی گریز نہیں کیا کرتی۔ اس کو ماں کی محبت کہتے ہیں۔

ماں کی محبت کا تقاضا:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس، دو عورتوں کا جھگڑا آیا۔ ہوا یہ کہ دونوں کے پاس بچے تھے اور دونوں جنگل میں سے گزر رہی تھیں۔ بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک بچے کو اس نے چھینا اور بھاگ گیا۔ اب اس نے کیا کیا کہ دوسری عورت کے بچے کو لینے کی کوشش کی۔ کہ میرا بچہ تو گیا چلو اس کا بچہ لے لیتی ہوں۔ وہ کہے میرا بیٹا، وہ کہے میرا بیٹا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جھگڑا آ گیا۔ آپ نے دونوں کی بات کو سنا اور سن کر آپ نے فرمایا کہ اچھا میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ آپ نے حکم دیا کہ جاؤ چھری لے کر آؤ۔ جب چھری آ گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں اس بچے کو کاٹوں گا اور آدھا

ایک کو دے دوں گا۔ آدھا دوسری کو۔ تو ایک تو تیار ہوگئی اور دوسری رونے لگ گئی۔ کہنے لگی نہیں اس کو کاٹو نہیں دوسری کو دے دو کم از کم میں اپنے بچے کو دیکھ تو لیا کروں گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پہچان گئے کہ ان میں سے حقیقی ماں کون ہے۔ تو ماں کی محبت، ماں کی مامتا یہ اللہ رب العزت کی صفت رحمت کا ایک نمونہ ہوتی ہے۔ دنیا کے اندر جہاں بھی ماں ہوگی اسے اولاد سے محبت ہوگی۔

ماں کی دعا:

یہ اللہ رب العزت نے ماں کے دل میں مامتا پیدا کی ہوتی ہے۔ اسی لیے ماں کی دعا جنت کی ہوا کہلاتی ہے۔ کہ وہ جلدی قبول ہوتی ہے۔ یاد رکھیں جب بھی ماں اولاد کے لیے دعا کرتی ہے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور وہ دعا اللہ رب العزت کے حضور پیش کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ مان کی دعا قبول کرتے ہیں۔ بلکہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ماں گناہ گار بھی ہو تب بھی اس کے اخلاص کی وجہ سے، محبت کی وجہ سے، اولاد کے حق میں اس کی دعائیں اس طرح قبول ہوتی ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں۔

ماں کی عظمت:

ایک شخص نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا

''اے اللہ کے نبی گناہ ہوگیا'' فر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ند سے معافی مانگ لے۔

اس نے کہا: حضور بڑا گناہ ہوگیا ہے۔

فرمایا ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا جی۔

فرمایا جاؤ ماں سے دعا کرواؤ۔ ماں کی دعا پر اللہ تعالیٰ بندے کے کبیرہ گناہوں کو بھی معاف فرمادیتے ہیں۔ تو ماں کی خدمت سے انسان کو عزتیں ملتی ہیں۔ دنیا کی بھی

اور آخرت کی بھی۔

ایک مثال:

اس کی ایک موٹی سی مثال ہے۔ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ یہ تابعین میں سے تھے۔نبی علیہ السلام کا زمانہ پایا۔اور یہ اکیلے اپنی والدہ کی خدمت کرنے والے تھے۔ایک موقعہ پر والدہ سے انہوں نے اجازت مانگی کہ میں نبی علیہ السلام کا دیدار کروں۔نبی علیہ السلام کے دیدار کی اجازت مل گئی۔مگر والدہ نے کہا کہ بیٹا خدمت کرنے والا پیچھے کوئی دوسرا نہیں تم جلدی لوٹ آنا۔مدینہ طیبہ آئے اللہ تعالیٰ کی شان کہ نبی علیہ السلام اس وقت سفر پر تشریف لے گئے تھے۔یہ وہاں ٹھہرے اور واپس آ گئے۔

جب نبی علیہ السلام واپس تشریف لائے تو آپ کو بتایا گیا کہ اس طرح کا ایک بندہ آیا تھا۔ملاقات کرنا چاہتا تھا۔زیارت کرنا چاہتا تھا۔مگر چونکہ آپ نہیں تھے ان کو واپسی کی جلدی تھی وہ واپس چلا گیا۔نبی علیہ السلام اس بات کو سن کر خوش ہوئے۔چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنا ایک جبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمایا اور کہا کہ اس بندے کا نام اویس ہے قرن قبیلے کا ہے میرے اس جبے کو لے کر جانا اور جب وہ پہنچے تو اسے کہنا کہ میری امت کی بخشش کی وہ دعا کر دے۔یہ ماں کی خدمت کا اجر ہے۔ کہ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہدیہ بھیج رہے ہیں اپنے جبے کا اور ساتھ فرمائش فرماتے ہیں کہ آپ میری امت کی بخشش کی دعا فرما دیں۔

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم طرز عمل:

نبی علیہ السلام ایک مرتبہ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر حاضر ہوئے۔ابواء کے مقام پر وہ دفن تھیں۔نبی علیہ السلام کی مبارک آنکھوں میں سے آنسو آ گئے۔ایک صحابی بڑے حیران ہوئے۔اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو بڑی مصیبت کے موقعوں پر کبھی نہیں گھبراتے اور میں

نے آپ کی آنکھوں سے آنسویوں ٹپکتے نہیں دیکھے۔ یہاں آنسوں کیوں آ رہے ہیں۔ تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ محبت کے آنسو ہیں۔ مجھے اپنی والدہ کی یاد آ رہی ہے۔

ماں کی فکر:

محبت کی وجہ سے ماں بچے کی خاطر بہت تکلفیں اٹھاتی ہے۔ اور اس کی تربیت کے لیے اپنی جان کھپاتی ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ بچے ہونے کے بعد ماں اپنے آپ کو بھول جاتی ہے۔ بچے سے پہلے خاوند کے ساتھ کہیں جاتی تھی تو اپنا کپڑا لیڑا خرید کر لاتی تھی۔ بچے ہونے کے بعد کہیں جاتی بھی ہے۔ چھوٹی چھوٹی چیزیں ڈھونڈتی پھر رہی ہوتی ہے۔ میرے بچے کے جوتے ایسے ہوں' کپڑے ایسے ہوں' فیڈر ایسا ہو۔ اب اپنے آپ کو بھول گئی اب اسے بچہ یاد رہتا ہے۔ کیا محبت ہے پہلے بچے کو کھلاتی ہے بعد میں خود کھاتی ہے۔ پہلے بچے کو پلاتی ہے بعد میں خود پیتی ہے۔ پہلے بچے کو سلاتی ہے بعد میں خود سوتی ہے۔ چوبیس گھنٹے کے لیے حاضر یہ کیا چیز ہے؟ یہ ماں کے دل میں اولاد کی محبت ہوتی ہے۔ چنانچہ ماں سے بچے کو اگر اس سے ذرا جدا کر دیا جائے۔ پریشان ہو جاتی ہے۔ کہتی ہے میرا بچہ کہاں اور بچہ جب گود میں آتا ہے تو ماں کو یوں لگتا ہے کہ ساری کائنات کی خوشیاں سمٹ کر میری گود میں آ گئیں۔ اسی لیے دنیا میں جتنی بڑی بڑی ہستیاں گزری ہیں اگر ان کی زندگیوں پر غور کریں تو ان کے پیچھے آپ کو ان کی ماں کی تربیت نظر آئے گی۔

مثالی ماں کا منفرد انداز تربیت:

ایک بزرگ گزرے ہیں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ۔ کاکی ہندی کا لفظ ہے اس کا مطلب ہوتا ہے ''روٹی'' جب یہ پیدا ہوئے ان کے ماں باپ نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم بچے کی دینی تربیت کریں گے تاکہ بچہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا بن جائے۔ ماں نے کہا کہ ہاں میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔ میں اس پر عمل کروں گی۔

چنانچہ بچہ جب مدرسے جانے کے قابل ہوا تو ایک دن اپنے مدرسے سے واپس آیا۔ امی بھوک لگی ہے۔ ماں نے کہا بیٹے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی روزی دیتے ہیں' آپ کو بھی وہی رزق دیتے ہیں۔ تو آپ اللہ سے مانگو ہم بھی اللہ سے مانگتے ہیں۔ بیٹے نے کہا کہ امی کیسے مانگوں۔ ماں نے کہا کہ بیٹا مصلّٰی بچھاؤ اور اللہ سے دعا مانگو۔ بچے نے مصلّٰی بچھایا دعا مانگی کہنے لگا امی اب کیا کروں۔ ماں نے کہا بیٹے کمرے میں جا کر دیکھو اللہ نے تمہارا کھانا کہیں بھجوایا ہوگا۔ تو ماں نے کھانا پکا کر کہیں چھپایا ہوا تھا۔ وہ بچے نے ڈھونڈا تھوڑی دیر میں مل گیا۔ بچہ بڑا خوش ہوا۔ اب یہ روز کا معمول بن گیا۔ پہلے مصلے پہ بیٹھ کے دعا مانگتا پھر اسے کمرے میں سے کھانا مل جاتا اب وہ کھانا کھاتے ہوئے امی سے پوچھتا اماں اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ماں کہتی جی' انسانوں کو بھی وہی رزق دیتے ہیں' حیوانوں کو بھی۔ ماں کہتی ہاں بیٹا کہتا اماں اللہ تعالیٰ کتنے اچھے ہیں' کتنے بڑے ہیں اب وہ اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کرتا۔ ماں جب بچے کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی تعریف سنتی وہ خوش ہوتی۔ اور سمجھتی کہ بچے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی جا رہی ہے۔ اللہ کی شان دیکھیں ایک دن ماں خاندان کی کسی تقریب میں چلی گئی اور اسے وقت کا احساس نہ رہا۔ جب خیال آیا تو بچہ گھر آ چکا تھا ماں بڑی پریشان ہوئی اسی وقت برقعہ لیا گھر کی طرف چلی رو بھی رہی ہے دعا بھی کر رہی ہے۔ اللہ میں نے تو اپنے بچے کا یقین بنانے کے لیے یہ سارا عمل کیا تھا۔ اگر میرا بچہ آج روٹی نہیں ڈھونڈ پائے گا تو کہیں اس کا یقین ٹوٹ نہ جائے۔ اللہ تو لاج رکھ لینا۔ اب دعائیں کرتے کرتے جب گھر پہنچی تو دیکھا کہ بچہ میٹھی نیند سویا ہوا ہے۔ ماں نے کھانا بنایا اور واپس آ کر اپنے بچے کے رخسار کو بوسہ دیا اس کو جگایا میرے بیٹے تجھے تو آج بڑی بھوک لگی ہوگی اس نے کہا امی نہیں۔ کیوں بیٹے اماں میں مدرسے سے آیا تھا میں نے مصلّٰی بچھایا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اے اللہ میں تھکا ہوا ہوں اور آج بھوک بھی لگی ہوئی ہے۔ اور اماں بھی گھر پر نہیں ہے اللہ مجھے کھانا دے دے۔ اماں میں

کمرے میں گیا تو وہاں مجھے ایک روٹی پڑی ہوئی ملی وہ میں نے کھائی مگر اماں جو مزہ مجھے آج اس روٹی میں آیا یہ مزہ مجھے پہلے کبھی نہیں آیا تھا اس روٹی کی وجہ سے ان کا نام قطب الدین بختیار کاکی پڑ گیا۔ اور یہ اتنے بڑے شیخ بنے کہ وقت کے بادشاہ بھی ان سے بیعت کیا کرتے تھے۔

ماں کا انداز تربیت:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی چلی گئی تھی بچپن میں ماں کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انکو دوبارہ بینائی عطا فرما دی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت ان کی ماں نے کی یہ دو بھائی تھے احمد غزالی' محمد غزالی' احمد غزالی بڑے تھے اور محمد غزالی جن کو امام غزالی کہتے ہیں یہ چھوٹے تھے۔ والد فوت ہو گئے ماں نے تربیت کی اس وقت کی مائیں ایسی تربیت کرتی تھیں جیسے کہ مشائخ کسی کی تربیت کیا کرتے ہیں۔

چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ شہر کی مرکزی مسجد کے خطیب تھے نماز پڑھاتے تھے۔ ایک دن انہوں نے والدہ سے کہا کہ اماں سارے لوگ مجھے آ کر کہتے ہیں کہ تم خطیب شہر' مفتی اعظم ہو اور تمہارا اپنا بڑا بھائی تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ چنانچہ احمد غزالی نماز تو پڑھتے تھے مگر الگ پڑھ لیتے تھے۔ جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔ ماں نے بچے کو بلایا بیٹے بھائی کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھا کرو۔ اماں بہت اچھا۔ چنانچہ اگلی نماز میں امام غزالی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے اور احمد غزالی پیچھے۔ ابھی دو رکعت پڑھی تھیں کہ تیسری رکعت میں احمد غزالی نے نماز توڑی اور صف میں سے نکل گیا۔ جب لوگوں نے سلام پھیرا تو اعتراض کرنے والوں نے پھر اور زیادہ اعتراض کیے۔ کیا تماشا ہے یہ نماز ہے یا کیا؟ تو امام غزالی بڑے پریشان ہوئے پھر والدہ کو آ کر بتایا کہ اماں بھائی نے تو الٹا میری اور بے عزتی کروادی۔ ماں نے بلا لیا۔ بیٹے تم نے یہ کیا حرکت کی؟ تو احمد غزالی نے کہا کہ اماں

آپ نے کہا تھا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جب تک یہ نماز میں تھے میں پیچھے کھڑا رہا۔ جب نماز میں نہیں تھے میں آ گیا۔ وہ صاحب کشف تھے۔ اللہ نے ان کو باطن کی نظر، بصیرت عطا کر دی تھی۔ چنانچہ جب ماں نے پوچھا امام غزالی سے کہ کیا کہہ رہا ہے وہ ان کا سر جو تھا وہ شرم سے جھک گیا۔ اماں بات تو ٹھیک ہے۔ پہلی دو رکعتوں میں تو میری توجہ الی اللہ بنی رہی لیکن تیسری رکعت میں میں کھڑا ہوا تھا لیکن نماز سے پہلے میں کچھ طہارت کے مسائل پڑھ رہا تھا۔ ان میں سے ایک مسئلہ میرے دماغ میں آ گیا اور اس کے بارے میں خیال آنے لگا۔ تو واقعی تیسری رکعت میں میری توجہ نماز میں نہیں تھی۔ ماں نے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگی کہ میرے دو بیٹے تھے۔ افسوس کہ دونوں میں سے میرے کام کا کوئی بھی نہ بنا۔ جب ماں نے یہ کہا تو انہوں نے کہا کہ وہ کیسے؟ کہنے لگی کہ دیکھو ایک آگے نماز پڑھا رہا تھا اور نماز کے اندر وہ طہارت کے مسائل کھڑا سوچ رہا تھا۔ اور دوسرا اس کے پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑا تھا اور وہ بھی اپنے بھائی کے دل کی کیفیت کو جانچنے میں لگا ہوا تھا نہ اس کی توجہ اللہ کی طرف تھی نہ اس کی توجہ اللہ کی طرف۔ یہ پہلے وقت کی مائیں ہوتی تھیں جو اپنے بچوں کی ایسی تربیت کیا کرتی تھیں۔

آج کی ماں:

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت ماں نے کی۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی تربیت ان کی ماں نے کی۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت ان کی ماں نے کی۔ پہلے وقت کی مائیں تربیت کیا کرتی تھیں۔ آج ایسا وقت آ گیا کہ بچیاں ماں تو بن جاتی ہیں مگر ان کو ماں کے مقام کا پتا نہیں ہوتا۔ خود دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے انکو پتہ نہیں ہوتا ہم نے بچے کی تربیت کیسے کرنی ہے اسی لیے کہیں کہیں دیکھا گیا کہ مائیں اولاد کی دینداری پر خوش ہونے کی بجائے الٹا ناراض ہوتی ہیں۔ بیٹے نے جماعت کے ساتھ سہ روزہ لگایا

چہرے پہ سنت سجانے کی نیت کر لی۔اب ماں ہی اسے کہہ رہی ہے کہ بیٹا جلدی اس کو صاف کرو۔اب یہ ماں اپنے حق کو نہیں پہچان رہی اور جب بیٹا بات نہیں مانتا تو کہتی ہے کہ یہ نافرمان ہے۔

﴿لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ﴾

''اللہ تعالیٰ کی معصیت میں مخلوق کی کوئی فرمانبرداری نہیں''

اگر ماں باپ اولاد کو دین سے ہٹنے کے لیے کوئی کام کہتے ہیں دین کو نظرانداز کر کے اپنے پیچھے چلنے کے لیے کہتے ہیں تو پھر شریعت کہتی ہے کہ اب ان کی فرمانبرداری نہیں کی جائے گی۔تو ماں باپ کو بھی چاہیے کہ دائرہ شریعت کے اندر رہیں۔اولاد کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کی خدمت کر کے ان کی دعائیں لیں۔ان کی ناراضگی سے بچیں۔

گناہ کبیرہ:

کئی دفعہ نوجوان معمولی باتوں میں ماں باپ کی نافرمانیاں کرتے ہیں۔ان سے ضد بازی کر لیتے ہیں ان کا دل دکھاتے ہیں۔یہ کبیرہ گناہ ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ کچھ گناہوں کا اللہ تعالیٰ عذاب اسی دنیا میں دیتے ہیں۔ان میں سے ایک گناہ جو ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اس کو اس کا عذاب دے دیتے ہیں۔

دیہاتی نوجوان کا عبرت انگیز واقعہ:

ایک نوجوان تھا۔دیہات سے اس کو ہسپتال لایا گیا۔اس کو ایک ایسی بیماری تھی کہ وہ تھوڑی دیر کے بعد چیختا تھا۔''میرا گلا نہ دباؤ' میرا گلا نہ دباؤ'' تو ڈاکٹروں نے کہا یہ کوئی نفسیاتی مریض ہے۔اس کے باپ نے کہا یہ نفسیاتی مریض نہیں ہے اس کا اپنا کیا سامنے آ رہا ہے۔اس نے پوچھا کہ کیا؟ وہ کہنے لگا کہ یہ نوجوان تھا کمائی یہی کرتا تھا۔اور ماں اسکو

کچھ سمجھاتی تھی کہ تم اچھے لوگوں سے دوستی کرو۔ برے لوگوں سے دوستی نہ کرو۔ یہ اس کو برا سمجھتا تھا کہ ماں مجھے سمجھاتی کیوں ہے۔اور یہ ماں کو دھمکاتا تھا اگر تو بولی تو میں تیرا گلا دبادوں گا۔تو ماں چپ ہوجاتی تھی۔ چونکہ یہ ساری زندگی ماں کو دھمکی دیتا رہا کہ اگر تو میرے سامنے بولے گی میں تیرا گلا دبادوں گا آج اللہ نے اس کو دکھا دیا۔ایسی بیماری میں مبتلا کیا خود چیختا ہے کہ خدا کے لیے میرا گلا نہ دباؤ۔خود بات سامنے پیش آ گئی۔

ماں کی ناراضگی پر اللہ تعالیٰ کی گرفت:

چنانچہ ایک صحابیؓ تھے علقمہ رضی اللہ عنہ کسی بات پر ماں ان سے ناراض ہوگئی۔ ان کی وفات کا وقت آ گیا مگر ان کی روح نہیں نکل رہی نبی علیہ السلام کی خدمت میں بات پہنچائی گئی۔ نبی علیہ السلام حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو لے کر صہیب رضی اللہ عنہ کو لے کر بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر وہاں تشریف لے گئے۔آپ نے یہ صورتحال دیکھی تو والدہ سے کہا کہ آپ بچے کو معاف کر دیں۔اس کا دل بہت دکھی تھا۔اس نے کہا کہ میں نے اسے معاف نہیں کرنا۔ نبی علیہ السلام نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ جاؤ لکڑیاں لے کر آؤ۔تو پوچھا گیا کہ کیوں آپ نے فرمایا کہ میں لکڑیوں کو آگ لگاؤں گا اور علقمہ کو اس آگ کے اندر ڈال دوں گا۔ جب ماں نے یہ دیکھا کہ نبی علیہ السلام نے یہ حکم فرما دیا لکڑیاں لانے کا وہ سمجھ گئی کہ اللہ کے نبی ایسے ہی نہیں بات کر رہے وہ ایسا ہی کر دیں گے۔تو لگی منت سماجت کرنے میرے بیٹے کو آگ میں نہ ڈالیں۔فرمایا اگر تو اسے معاف نہیں کرے گی تو اللہ تعالیٰ نے بھی تو اس کو جہنم کی آگ میں جلانا ہے۔میں تیری آنکھوں کے سامنے ڈالتا ہوں تجھے پتہ چلے۔ماں کا دل پسیج گیا کہنے لگی میں نے اپنی ناراضگی معاف کر دی۔آپ اللہ کے لیے میرے بیٹے کو آگ میں نہ ڈالیں۔ماں نے معاف کر دیا اور ان کی روح اسی وقت پرواز کر گئی۔

آج کی نوجوان نسل کا والدین سے سلوک:

نوجوان بچے اور بچیوں کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے مقام اور مرتبے کا خیال رکھیں۔ آج کل کی جوان بچیاں ماں کے ساتھ ضد لگاتی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ضد لگالیتی ہیں۔ کئی کئی دن بولتی نہیں اور کالج جانے والی بچیاں صبح اٹھ کر وہ اپنے نہانے دھونے میں مصروف ہیں اور ان کی ماں ان کی نوکرانی کی طرح ان کا ناشتہ بنا رہی ہوتی ہے۔ اور اگر ناشتہ بنانے میں دو منٹ دیر ہوگئی تو بیٹی منہ بنائے' بغیر کھائے اپنے کالج چلی جاتی ہے۔ ماں بیچاری سارا دن افسوس کرتی ہے کاش! میں نے اپنی بچی کو دو منٹ پہلے ناشتہ بنا کے دیا ہوتا تو آج کے زمانے میں نوجوان بچوں کو یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے کہ دیکھیے ماں باپ کی دعائیں لینے والے بنئے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کی بھی عزت دے دیں گے اور آخرت کی بھی عزت دے دیں گے۔

ماں کی گود بچے کے لیے رحمت عظمیٰ:

اللہ تعالیٰ نے باپ میں شفقت رکھ دی' ماں میں محبت رکھ دی۔ اسی لیے ماں کی گود سے بہتر بچے کے لیے کوئی اچھی جگہ نہیں۔ بچے کی عمر خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ ماں کی گود سے بہتر جگہ بچے کے لیے اور دنیا میں کوئی زیادہ اچھی نہیں ہوتی۔ بچے کی عمر چاہے کتنی ہی کیوں نہ ہو وہ چالیس سال کا ہوجائے پھر بھی ماں کے لیے بچہ ہی ہوتا ہے۔ ستر سال کا ہوجائے ماں کے لیے پھر بھی بچہ ہے۔ وہ ستر سال کا بھی ماں کی گود میں بیٹھ جائے تو ماں اسے بچہ ہی کہے گی۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ ماں بچوں کے لیے مصیبت کے وقت میں ڈھال ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ چھوٹا بچہ جب ماں کی محبت میں روتا ہے تو بسا اوقات فرشتے آ کر اس بچے کے آنسو پونچھتے ہیں۔ یہ ماں کی محبت میں رو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ محبتیں اتنی پسند ہیں۔ اس لیے انسان کتنا ہی غم زدہ کیوں نہ ہو تو ماں کی

یاد سے اس کو سکون ملتا ہے۔

آنکھوں دیکھا حال:

ہم نے ایک بوڑھی عورت کو دیکھا ہاسپٹل میں آئی اور اماں' اماں کہہ رہی ہے حالانکہ وہ خود نانی' دادی بنی ہوئی تھی تو پوچھا کہ یہ اماں کیوں کہتی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا مجھے اماں کا لفظ کہنے سے سکون ملتا ہے۔ یہ ایسا لفظ ہے ''اللہ اکبر'' بچے کو اماں کا لفظ کہنے سے سکون ملتا ہے۔ اور بڑے کو اللہ کا لفظ کہنے سے سکون مل جاتا ہے۔

انمول خزانہ:

اسی لیے ماں ایک مرتبہ چلی جائے پھر انسان کو زندگی میں کبھی نہیں ملا کرتی۔ ماں کی مامتا کو دیکھنا ہو تو اس وقت دیکھو جب بچہ بیمار ہوتا ہے۔ بیمار بچے کی ماں ایسی ایسی دعائیں مانگتی ہے کہ سمجھ ہی نہیں آتی کہ اس کو یہ دعائیں سکھا کس نے دی ہیں۔ وہ محبت اس کو دعائیں سکھا دیتی ہے۔ مانگنا سکھا دیتی ہے۔ تڑپ کے مانگتی ہے اللہ تعالیٰ بچے کو صحت عطا فرما دیتے ہیں۔ اسی لیے محبت' ایثار' صبر اور اخلاص اگر ان چار صفتوں کو جمع کر لیا جائے تو ان کے مجموعے کو ماں کہتے ہیں۔ ماں کے اندر محبت بھی ہوتی ہے۔ ایثار بھی ہوتا ہے۔ صبر بھی ہوتا ہے۔ اور اخلاص بھی ہوتا ہے۔ چاروں کے مجموعے کا نام اس کو ماں کہا جاتا ہے۔

قیامت کی نشانی:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قرب قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ ماں اپنی حاکمہ کو جنے گی' یعنی بیٹی ماں پر حکومت کرے گی۔ اور آج کے زمانے میں دیکھا کہ بچیاں اپنی ماں پہ رعب ڈالتی ہیں۔ ماں بوڑھی ہو جاتی ہے اور بچیاں آنکھیں دکھاتی ہیں۔ کاش! کہ خدمت کر کے ہم بھی ماں کی دعائیں لے لیتے تو اور آخرت کی سعادتیں نصیب

ہو جاتیں۔

ماں کی دعا:

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک ولی اللہ تھے۔ انکی والدہ فوت ہوگئیں۔ تو جب ان کی والدہ فوت ہوگئیں تو اللہ رب العزت نے ان کے دل میں الہام فرمایا ''اے میرے پیارے جس کی دعائیں تیری حفاظت کرتی تھیں وہ ہستی اب دنیا سے چلی گئی ہے۔ اب ذرا سنبھل کے قدم اٹھانا'' کہ جس کی دعائیں تیری حفاظت کرتی تھی وہ ہستی دنیا سے چلی گئی۔ ماں اگرچہ بڑھاپے کی وجہ سے ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی کیوں نہ ہو، بیمار کیوں نہ ہو، ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتی مگر بستر پہ پڑے جب اس کی زبان سے دعا نکلتی ہے وہ بچے کی حفاظت کر دیا کرتی ہے۔ اللہ اکبر

رحمت والی صفت:

یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے صفت رحمیت کا نمونہ دنیا میں دکھانے کے لیے ماں کو بنایا ہے کہ میرے بندوں تم نے میری صفت رحمیت کو اگر دیکھنا ہے کہ میں کتنا رحیم ہوں، کتنا محبت کرنے والا ہوں تو تم ماں کو دیکھو میں نے تمہارے گھروں میں نمونہ بنا دیا۔ ہر گھر کے اندر دیکھ لو، ماں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمیت کا نمونہ ہوتی ہے۔ خفا بھی ہو جاتی ہے کسی وقت اتنا جلدی مان جاتی ہے کہ کوئی حد نہیں۔

ماں کی حقیقت:

ایک مرتبہ میں نے کسی جگہ امتحان لینا تھا پردے میں طالبات موجود تھیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ دنیا میں سب سے زیادہ آسانی سے کون مان جاتا ہے۔ تو بچی نے جواب دیا کہ ماں جلدی مان جاتی ہے۔

میں نے پوچھا کیسے؟

کہنے لگی کہ اپنے گھر میں میں دیکھتی ہوں میرا بڑا بھائی جب بھی کوئی گڑبڑ کرتا ہے، تو امی اس کو سمجھاتی ہے۔ ناراض ہوتی ہے۔ ایسے نہیں کرنا تھا تم نے ایسے کرنا تھا۔ یوں کیوں کیا یوں کیوں کیا؟ تو میرا بھائی منہ بنا کے باہر نکل جاتا ہے۔ تو جیسے ہی باہر نکلتا ہے میں دیکھتی ہوں کہ امی اس کے لیے دعائیں کرنے لگ جاتی ہے۔ وضو کرتی ہے مصلے پر آ جاتی ہے نفل پڑھنے لگ جاتی ہے۔ اب ماں نفل پڑھ کے دعا مانگ رہی ہے۔ اللہ میرا بچہ کسی برے کے ہاتھ نہ لگ جائے، اللہ میرے بچے کو خیرت سے واپس لوٹا دینا۔ اب ماں جب دعائیں مانگتی ہے تو میں ان سے کہتی ہوں کہ اماں اگر آپ نے اس طرح رونا ہی تھا تو پھر اسکو ڈانٹا کیوں؟

ماں کہتی ہے آخر میں ماں ہوں تربیت بھی تو میں نے ہی کرنی ہے۔ میں نہیں سمجھاؤں گی تو کون سمجھائے گا۔ مگر میرا یہ بھی دل نہیں چاہتا کہ اولاد میری نظر سے دور ہو جائے۔ چنانچہ میں دعا مانگ رہی ہوں اللہ کرے میرا بیٹا جلدی واپس آ جائے۔ اب اس دوران کھانے کا وقت ہو جاتا ہے گھر کے سارے لوگ آ کے کھانا کھا لیتے ہیں۔ میں دیکھتی ہوں کہ امی کھانا نہیں کھاتیں۔ میں کہتی ہوں امی کھانا کھالیں۔ ماں کہتی ہے بیٹی پتہ نہیں تیرے بھائی نے کھایا ہوگا یا نہیں کھایا ہوگا۔ میرا کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ پھر رات کا وقت آ جاتا ہے۔ گھر کے سارے لوگ سو جاتے ہیں۔ ایک امی جاگ رہی ہوتی ہے۔ ابو بھی امی کو ڈانٹتے ہیں کہ تیری بے جا شفقت نے، محبت نے بچے کو بگاڑ دیا۔ ماں ڈانٹ بھی سن لیتی ہے۔ پھر بھی راتوں کو جاگتی ہے۔ پوچھتی ہے اماں جاگ کیوں رہی ہو؟ کہتی ہے بیٹی ایسا نہ ہو تیرا بھائی آئے اور دروازہ کھٹکھٹائے اور اسے دروازے پہ انتظار کرنا پڑ جائے۔

یہ ماں روتی ہے، سوتی بھی نہیں، کھاتی بھی نہیں۔ کس لیے؟ بچے کی محبت اس کے دل میں موجود ہے۔ ذرا سی آہٹ اس کو آتی ہے۔ ہوا سے بھی دروازہ بند ہوتا ہے تو ماں اٹھ

کے بیٹھ جاتی ہے کہ میرا بیٹا تو نہیں آ گیا۔ اور آدھی رات کے وقت جب بھائی گھر آتا ہے اور گھر آ کے اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے تو امی مجھے آ کے جگاتی ہے۔ بیٹی تمہارا بھائی آ گیا۔ اسے کھانا پکا کے اسے گرم کھانا دو۔ میں کہتی ہوں امی اس نے کمرہ بند کر لیا صبح کھا لے گا۔ صبح ہوتی ہے تو امی پھر میرے پاس آتی ہے۔ بیٹی رات کا بھوکا ہے چلو اپنے بھائی کو کھانا دے دو میں کہتی ہوں امی جب اتنی محبت ہے تو پھر آپ بچے سے کیوں ناراض ہوتی ہے۔ ماں کہتی ہے بیٹی میں تو بچے سے راضی ہونے کیلئے تیار ہوں بس اتنا کہتی ہوں کہ وہ میرے پاس آ کے کہہ دے امی غلطی ہوئی بس اس کے غلطی کا لفظ کہنے پر میں اس کو معاف کر دوں گی اب جو ماں تیار بیٹھی ہے کہ بیٹا اتنا ہی کہہ دے امی مجھ سے خطا ہوئی' غلطی ہوئی وہ ماں تو جلدی معاف کر دے گی۔ میں نے کہا کہ اچھا اگر ماں کو زیادہ غصہ تھا اور ان الفاظ پر ماں معاف نہیں کرتی کہ امی مجھے معاف کر دیں تو پھر؟

تو وہ کہنے لگی کہ اگر میرا بھائی آ کر امی کے پیر پکڑ لے تو امی اسی وقت نرم ہو جائے گی اور بچے کو کہے گی کہ اچھا بیٹا میرے پاؤں مت پکڑو میں نے تمہیں معاف کر دیا۔

میں نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ ناراض تھی۔ پاؤں پکڑنے پہ بھی راضی نہیں ہوتی۔ تو اب بتاؤں؟

کہنے لگی اگر میرا بھائی آ جائے اور امی کے پاس بیٹھ کر آنکھوں سے دو آنسو اس کے نکل آئیں ماں اپنے بیٹے کی آنکھوں کے آنسو برداشت نہیں کر سکتی۔ اپنے دوپٹے سے آنسوؤں کو پونچھے گی کہے گی بیٹا میں ناراض نہیں چل میں نے تجھے معاف کر دیا۔

یہ ماں کی ماں متا ہے کہ بیٹے کے آنسو برداشت نہیں کر سکتی۔ ناراض ہوتی ہے وہ بھی ظاہری طور پر ورنہ دل تو اس وقت بھی اولاد سے محبت کر رہا ہوتا ہے۔ کاش کہ ہم ماں کی حقیقت کو پہچانتے کہ ماں کو اولاد کے ساتھ کیا محبت ہوتی ہے۔ آپ کو ایک سچا واقعہ سناؤں۔

ایک سچا واقعہ:

دیہات کے اندر ایک ماں باپ تھے۔ جن کو اللہ نے ایک بیٹا عطا کیا۔ یہ بیٹا کافی ذہین تھا' لائق تھا۔ بڑا ہوا اور انجینئر بن گیا۔ مان باپ کا ایک ہی بیٹا تھا۔ ایک ہی اولاد تھی۔ بڑھاپے کی اولاد۔ جب انجینئر بن گیا تو شہر میں اس کو نوکری مل گئی۔ SDO تھا۔ کوٹھی بھی ہے کار بھی ہے' عزت بھی ہے وقار بھی ہے۔ اب اس نے شہر میں زندگی گزارنی شروع کر دی۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے سوچا کہ اب میں شادی کروالوں۔ چنانچہ شہر کے اندر ایک بڑا معزز گھرانہ تھا۔ امیر بھی تھے نیک بھی تھے ان کے گھر' نے کی ایک بچی کے بارے میں اسے پتہ چلا تو اس نے سوچا کہ یہاں میں شادی کرتا ہوں۔ ماں کو جا کر کہا ماں نے کہا کہ بیٹا تم نے زندگی گزارنی ہے اگر تم راضی ہو تو ہم بھی راضی ہیں۔

چنانچہ نکاح کا پیغام بھیجا گیا۔ بچہ اتنا اچھا تھا لڑکی والوں نے رشتہ قبول کر لیا۔ شادی ہو گئی۔ اب شادی کے بعد چند دن تو وہ بچی جو تھی وہ دیہات میں اس کے ماں باپ کے ساتھ رہی۔ پھر اس نے کہا میرے لیے تو دیہات میں رہنا مشکل ہے۔ ماں باپ نے اجازت دے دی بیٹا بیوی کو لے جاؤ اور شہر میں اپنی کوٹھی کے اندر جا کر زندگی گزارو۔ ہم یہاں دیہات میں خوش ہیں۔ سادہ زندگی ہے تم شہر میں رہو مگر کبھی کبھی آتے رہنا۔ ہمیں مل کے جاتے رہنا۔ چہرہ دکھا جایا کرنا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔

چنانچہ بچہ ہفتے بعد آ جاتا اور مل کے چلا جاتا۔ اب اللہ کی شان انسان ہے کبھی گھنٹے کا پروگرام بنا کے آتا ہے تو ڈیڑھ گھنٹہ لگ جاتا ہے دو گھنٹے لگ جاتے۔ تو جب ذرا یہ لیٹ ہو جاتا تو پھر بیوی پیچھے اس کے ساتھ جھگڑا کرتی۔ چلے جاتے ہو تمہیں پیچھے یاد ہی کوئی نہیں ہوتا۔ پیچھے سارے مر جاتے ہیں۔ جیسے عورتیں کہاوتیں بولتی ہیں۔ وہ بھی ایسے ہی بولنے لگ جاتی اب وقت کے ساتھ ساتھ جھگڑا شروع ہو گیا۔ جب یہ ماں کے گھر جانے کا ارادہ

کرتا تو بیوی اس کے ساتھ جھگڑا کرتی۔ یہ شریف آدمی تھا۔ سن لیتا کہ میں اس جھگڑے کی مصیبت سے کیسے بچوں۔

اللہ کی شان اسی دوران سعودی عرب میں کچھ ویکنسیاں Vacancies نکلیں۔ انجینئر کی اس نے Apply کیا تو اس کی درخواست قبول ہوگئی۔ اس نے ماں باپ سے اجازت مانگی ماں نے کہا بیٹا ہم تو وہ پاک دیس نہیں دیکھ سکے تم ہمارے بیٹے ہو جاؤ پاک دیس میں زندگی گزارو۔ ہمارے لیے بھی دعائیں کرنا اور کبھی کبھی ہمیں آ کے ملتے بھی رہنا۔ بچہ ماں باپ کی اجازت سے مکہ مکرمہ چلا گیا۔ یہ بچہ وہاں پر تیرہ سال رہا۔ شروع شروع میں تو یہ ماں باپ کو خرچہ وغیرہ بھیجتا رہا۔ بعد میں اسے اتنا خرچ کا بھی سلسلہ نہ رہا۔ وہ ٹیلی فون کا زمانہ تھا نہیں۔ شہروں میں بھی ٹیلی فون کم ہوتے تھے۔ دیہاتوں میں تو ہوتے ہی نہیں تھے۔ تو حج عمرے سے آنے جانے والوں کے ہاتھ ایک دوسرے کو پیغام دے دیتے کوئی خط لکھ دیتے کوئی چیز بھیج دیتے۔ اس نوجوان نے وہاں رہتے ہوئے تیرہ حجیں کیں۔ تیرھویں حج جب اس نے کی تو یہ بیت اللہ شریف کے سامنے بالکل کھڑا ہے۔ مطاف کے اندر اور رو رہا ہے۔ ایک اللہ والے نے اس نوجوان کو دیکھا پوچھا نوجوان کیوں روتے ہو۔ کہنے لگا کہ میں اس لیے روتا ہوں کہ میں نے تیرہ حجیں کی ہیں جب بھی حج کرتا ہوں تین دن کے اندر اندر خواب دیکھتا ہوں کوئی کہنے والا کہتا ہے تیرا حج قبول نہیں ہے۔ تیرہ حج کیے اور تیرہ مرتبہ خواب دیکھا تو میں حیران ہوں کہ میرا حج قبول کیوں نہیں ہوتا۔ وہ اللہ والے تھے نظر رکھتے تھے انہوں نے ذرا حالات پوچھے تو جان گئے کہ بیٹا تمہارا اور کوئی بھائی ہوتا بہن ہوتی ماں کی خدمت کرنے والی ہوتی تو چلو اور بات تھی تو پیچھے تو ان کا ہے ہی کوئی نہیں۔ اور تم یہاں آ کے یہاں کی نعمتوں میں اسے بھول ہی گئے۔ جاؤ پہلے جا کے ان سے بخشواؤ۔ معافی مانگو۔ بچے کو بات سمجھ آ گئی یہ گھر آیا ٹکٹ بنوائی تیاری کی جانے لگا بیوی نے آئیں بائیں شائیں کرنے کی کوشش کی اس نے اس کو ڈانٹ ڈپٹ کر

دی تو وہ بھیگی بلی کی طرح بیٹھ گئی۔ جب عورت کو پتہ ہوتا ہے کہ مرد سیریس ہے تو وہ آگے سے آنکھ اٹھا کے بھی نہیں دیکھتی۔ اب اس نے جب ٹکٹ بنوالی تو یہ واپس آیا اپنی آبادی کے قریب پہنچ کر اب اس کو احساس ہوا کہ میں جاؤں گا اپنے امی ابو سے ملوں گا میں ان کو کیا کہوں گا کہ تیرہ سال میں آیا ہی نہیں۔ میں وہیں رہا اتنے میں ایک لڑکا کوئی دس سال کا گزر رہا تھا اس نے پوچھا اس سے کہ بتاؤ بھئی فلاں بوڑھے میاں اور بوڑھی اماں کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ جی جو بوڑھے میاں تھے وہ تو چھ مہینے پہلے فوت ہو گئے۔ اور جو بوڑھی اماں ہیں وہ بھی فالج کی مریضہ ہیں چارپائی سے لگی ہوئی ہیں ہم نے سنا ہے ان کا کوئی بیٹا ہے جو مکہ گیا ہوا ہے۔ پتا نہیں کیسا منحوس ہے جو کبھی اپنے ماں باپ کو پوچھنے آیا ہی نہیں۔

اب اس بچے کو کیا پتا کہ وہ اسی کی بات کر رہا ہے۔ بچہ تو بات کر کے چلا گیا۔ اب اس کے دل کی گرہ کھلی واقعی میں نے اپنی ماں کا حق ادا نہیں کیا جیسے کرنا چاہیے تھا۔ اور اب میں جاؤں گا تو ماں تو شاید مجھے ملنا ہی پسند نہیں کرے گی۔ وہ تو گھر سے ہی نکال دے گی کہ تمہارا باپ چلا گیا اب تم کس لیے آئے ہو۔

چنانچہ ڈرتا ہوا گھبراتا ہوا اپنے گھر کے دروازے پر آیا۔ دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ صحن کے اندر ایک چارپائی پڑی ہے۔ اور چارپائی پر اس کی ماں ہڈیوں کا ڈھانچہ چارپائی کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ دل میں خیال آیا ممکن ہے کہ اماں سو رہی ہوں تو اس لیے میں پہلے قریب جا کر دیکھتا ہوں موتیا بھی آ چکا ہے بینائی بھی نہیں ہے یہ بچے نے بتا دیا تھا۔ اگر اماں جاگیں گی تو میں سلام کروں گا ورنہ انتظار کروں گا جگانا مناسب نہیں۔ یہ آہستہ قدموں سے ماں کے قریب آیا تو اس نے کیا دیکھا کہ اس کی ماں نے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے اور ماں دعا مانگ رہی تھی۔ تو یہ قریب ہوا کہ میری ماں کیا دعا مانگ رہی ہے۔ اس کی ماں اس وقت یہ دعا مانگ رہی تھی۔ اللہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ میرا

خاوند دنیا سے چلا گیا۔ میرے بیٹے کو بخیرت واپس پہنچا دینا کہ جب میری موت آئے تو مجھے قبر میں اتارنے والا کوئی میرا بھی محرم موجود ہو۔ بیٹا سوچتا ہے کہ ماں مجھ سے کلام نہیں کرے گی اور ماں کی یہ حالت ہے کہ وہ چارپائی پہ پڑی دعائیں مانگ رہی ہے۔ اللہ! میرا خاوند دنیا سے چلا گیا ایک ہی میرا بیٹا ہے۔ اللہ! اسے بخیریت واپس پہنچا دینا جب میری موت آئے تو مجھے بھی قبر میں اتارنے والا کوئی میرا بھی محرم موجود ہو۔ ماں کی محبت کی یہ انتہا ہوتی ہے۔

ماں کا معیارِ محبت:

یاد رکھنا ماں کی محبت وہ گہرا سمندر ہے جس کی گہرائیوں کی پیمائش آج تک کوئی نہیں کر سکا۔ ماں کی محبت وہ ہمالیہ پہاڑ ہے جس کی بلندیوں کی پیمائش کوئی نہیں کر سکا۔ ماں کی محبت وہ حسین باغ ہے جس کی محبت کے پھول کبھی مرجھاتے نہیں۔ ماں کے سینے میں محبت ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ اور یہ بات بھی یاد رکھنا کہ دنیا میں اچھوں سے ہر کوئی محبت کرتا ہے ہر آدمی اچھوں پہ فدا ہوتا ہے۔ باپ بھی اچھی اولاد سے محبت کرتا ہے۔ ماں ہی تو ہے جو بروں سے بھی محبت کرتی ہے۔ اولاد بگڑ جائے سب ان کو برا کہتے ہیں۔ ماں کہتی ہے میں کیا کروں وہ بگڑ گئے ان کا نصیب تھا میرے تو بچے ہیں مجھے تو وہ پیارے ہیں۔ خدا کے بعد اس دنیا میں بروں سے محبت کرنے والی ماں کے سوا کوئی دوسری ہستی نہیں۔ اللہ نے ماں کو وہ دل دیا ہوتا ہے۔ اولاد کے بارے میں اس کا دل اس قدر تڑپتا ہے اس لیے ہم نے دیکھا چھوٹا بچہ اپنی ماں کے بال کھینچ لیتا ہے۔ اپنی ماں کے منہ پہ تھپڑ مارتا ہے اور ماں محبت کی وجہ سے اس چھوٹے بچے کے ہاتھوں کو چوم لیا کرتی ہے۔ یہ محبت کا عالم ہے۔ اس محبت سے بچے کو پال رہی ہے۔ حق تو یہ بنتا تھا بچے نے ماں کو تھپڑ مارا وہ بچے کو اٹھا کے دیوار کے ساتھ پھینک دیتی مگر محبت کا کیا کریں۔ بچہ تھپڑ مارتا ہے۔ ماں اس بچے کے ہاتھوں کو بوسہ

دے دیتی ہے۔کون ہے جو ماں کا حق ادا کر سکے۔اللہ اکبر کبیرا۔

صحابی کا عمل اور نبوی ﷺ جواب:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

اے اللہ کے نبی میں نے اپنی ماں کو پیدل حج کروادیا اور میرے پاؤں میں جوتا بھی نہیں تھا۔گرم پتھروں پہ چل چل کے میرے پاؤں کے اندر چھالے پڑ گئے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں جب تمہاری ولادت ہوئی تھی اور تمہاری ماں کو دردیں ہوئیں تھیں ممکن ہے ان میں سے کسی ایک درد کا بدلہ تم نے چکا دیا ہو۔تو اللہ رب العزت نے ماں کو وہ محبت دی ہے جس کو مامتا کہتے ہیں۔

انگریزی کہاوت:

Mother's shadow is like honey of Bee Especially in the desert of lifeJust like a green tree.

''جس طرح ریگستان کے اندر ایک سبز درخت لہلہارہا ہوتا ہے ماں کی محبت انسان کی مصیبتوں کے اندر اس طرح بندے کو لہلہا کر کام آیا کرتی ہے''

ماواں ٹھنڈیاں چھاواں
لعل لڑاون سارے
ماواں باج نہ آکھے کوئی
آ فرزند پیارے

کوئی ہے جو یہ الفاظ کہہ سکے یہ ماں ہی کہتی ہے آؤ میرے بیٹے آجاؤ۔اللہ اکبر

اخلاص کا پیکر:

یہ محبتیں ماں کی ہوا کرتی ہیں۔اس لیے ماں اپنے بستر پر بیٹھی دعائیں دیتی ہے۔گھر

میں پڑی دعائیں دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کے صدقے اولاد کی حفاظت فرماتے ہیں۔

دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے
میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

انسان ایسی حرکتیں کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ رسوا کر دیتے مگر ماں کی دعا کی وجہ سے اللہ اولاد کی ستر پوشی فرما لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اولاد کو مصیبتوں سے بچا لیا کرتے ہیں۔ یہ ماں کا مقام ہوتا ہے جو اللہ رب العزت نے ماں کو عطا فرما دیا عجیب بات تو یہ ہے انسان جب بڑا ہوتا ہے اور زندگی میں اس مقام پہ پہنچتا ہے جب اپنی ماں کی خدمت کرنے کے قابل ہوتا ہے تو اس وقت عام طور پہ ہم نے دیکھا مائیں اس دنیا سے اللہ کے پاس چلی جایا کرتی ہیں۔

تربیت سے تیری میں انجم کے ہم قسمت ہوا
گھر میرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا
عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
میں تیری خدمت کے قابل جب ہوا

تو چل بسی

جب بچے ماں باپ کی خدمت کے قابل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ یہ نعمت واپس لے لیا کرتے ہیں۔ اور یہ نعمت جب چلی جاتی ہے دوبارہ نہیں آتی۔ اللہ رب العزت ان تمام بچوں کو جن کے والدین زندہ ہیں ان کو والدین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو بیمار ہیں اللہ ان کو شفا عطا فرمائے۔ ہماری والدہ محترمہ اس دنیا سے تشریف لے گئیں۔ آج ان کی ان دعاؤں کی کمی ہمیں محسوس ہو رہی ہے۔ جو وہ بیٹے بیٹھے دیا کرتی تھیں۔ آج ان کے دونوں بچے یہاں موجود ہیں ان کے سر سے ماں کی وہ شفقتیں چلی گئیں۔ ہم دعا گو ہیں

کہ اللہ رب العزت جو رحمتیں ماں کی موجودگی میں تھیں اللہ تعالیٰ انہی رحمتوں کو ان کے اوپر ہمیشہ کے لیے دراز فرمائے۔

اللہ ان بچوں کی اچھی تربیت فرمائے۔ حضرت صاحبزادہ دامت برکاتہم بڑے ہوں یا چھوٹے اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما کر پوری زندگی دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔ حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جو دعائیں مانگا کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کی قبولیت ان بچوں کو اپنی آنکھوں سے دکھائے۔ ہمارے حضرت مرشد عالم فرماتے تھے کہ حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ یہ دعا مانگتے تھے اے اللہ میرے بیٹوں کو وقت کا قطب بنا دینا۔ ایسی دعا بھی کوئی باپ مانگتا ہوگا نہ۔ سبحان اللہ اور واقعی حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دعائیں رنگ لائیں گی اور اللہ تعالیٰ اس مرکز کو اور زیادہ ترقی عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قیامت تک آنی والی نسلوں کو دین کے لیے قبول فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہماری والدہ محترمہ کی آخرت کی منزلوں کو آسان فرمائے۔ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ اپنی وفات سے دو دن پہلے جو ذکر اسم ذات شروع ہوا جس طرح سے سانس کے ذریعے سے اللہ اللہ اللہ کی آواز نکلتی رہی اس پر ڈاکٹرنیاں بھی حیران' ڈاکٹر بھی حیران' ہسپتال میں جو قریب کے مرد عورتیں تھیں وہ بھی حیران۔ اللہ نے ان کے دل کو اس طرح جاری کر دیا۔ دکھلا دیا کہ دیکھو میرے ولی کامل کی صحبت جس کو ملتی ہے میں آخری وقت میں اس کے انجام کو کتنا اچھا کر دیا کرتا ہوں۔ اللہ رب العزت ہمیں ان کی دعاؤں کا سایہ ساری زندگی نصیب فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○

مناجات

دل مغموم کو مسرور کر دے
دل بے نور کو پرنور کر دے
فروزاں دل میں شمع طور کر دے
یہ گوشہ نور سے پرنور کر دے
مرا ظاہر سنور جائے الٰہی
مرے باطن کی ظلمت دور کر دے
مئے وحدت پلا مخمور کر دے
محبت کے نشے میں چور کر دے
نہ دل مائل ہو میرا انکی جانب
جنہیں تیری عطا مغرور کر دے
ہے میری گھات میں خود نفس میرا
خدایا اسکو بے مقدور کر دے

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا ○ (سورۃ بنی اسرائیل: ۳۲)

پردہ کیوں ضروری ہے؟

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

اقتباس

حدیث پاک میں آتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس نے غیر محرم سے اپنی نظر کی حفاظت کی اس کو اللہ رب العزت عبادت میں لذت عطا فرما دیتے ہیں۔

یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ خوبصورت عورت کو دیکھنے سے آنکھیں خوش ہوتی ہیں۔لیکن خوب سیرت عورت کو دیکھنے سے دل خوش ہوتا ہے۔ صورت کو سنوارنے کے بجائے اپنی سیرت کو سنواریے۔میں تو بچیوں کو کہتا ہوں کہ قد اونچے Heel کے جوتے بغیر بھی بڑا نظر آتا ہے اگر عورت کی شخصیت کے اندر بلندی ہو۔آنکھیں بغیر سرمے کے بھی خوبصورت نظر آ سکتی ہیں اگر ان کے اندر حیا موجود ہو۔ پلکیں بغیر مسکارے کے بھی دلفریب ہو سکتی ہیں اگر شرم سے جھکی ہوئی ہوں۔ پیشانی بغیر بندیا کے بھی پر کشش ہو سکتی ہے اگر اس کے اوپر سجدوں کے نشان ہوں۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

پردہ کیوں ضروری ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَسَآءَ سَبِیْلًا ○ (سورۃ بنی اسرائیل ۳۲)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

تمہید:

جب بچے نوجوان ہو جاتے ہیں' تو یہ زندگی کے ایک نئے مرحلے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ان کی اپنی سوچیں ہوتی ہیں۔ احساسات ہوتے ہیں۔ اپنے جذبات ہوتے ہیں۔ جس طرح ان کو کھانا' پینا' سونا۔ اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اس طرح ان کو اپنی جنسی ضروریات کو پورا کرنے کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ شریعت وسنت نے اس کا بہترین حل یہ بتایا کہ جب بھی بچی کے جوڑ کا خاوند مل جائے' فوراً اس کی شادی کر دی

جائے۔ ہمارے مشائخ اس بارے میں اتنی احتیاط کرتے تھے کہ جیسے ہی انہیں پتہ چلتا کہ بچی گھر میں جوان ہوگئی تو ایک سے دوسرا مہینہ اپنے گھر میں نہیں آنے دیتے تھے اس کی رخصتی کر کے فریضہ ادا کر دیتے تھے۔

لمحہ فکریہ:

اس لیے کتابوں میں لکھا ہے جوان ہونے کے بعد بیٹی کی اگر شادی نہ ہوئی تو وہ جو گناہ کا کام کرے گی' وہ ماں باپ کے نامہ اعمال میں بھی جائے گا۔ آج تو حالت ایسی ہے کہ جہیز کی تیاریوں میں اور ادھر ادھر کی تیاریوں میں اتنی دیر لگا دیتے ہیں کہ ایک بیٹی کی شادی کر رہے ہوتے ہیں اور اس سے نیچے کی تین بیٹیاں بھی جوان ہو رہی ہوتی ہیں۔ اب ایسی صورت میں کہ جب بچے جوان ہوگئے اور اس کو دس پندرہ سال پھر ماں باپ کے گھر رہنا پڑا تو اس دوران تو پھر وہی گناہ سے بچے گی جو یا تو غبیہ ہوگی یا پھر اللہ کی ولیہ ہوگی۔ غبیہ کہتے ہیں کہ جس کا دماغ کام نہ کرتا ہو۔ پاگل سی ہو۔ اور ولیہ کہتے ہیں جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے ولایت کے نور سے روشن کر دیا ہو۔ ان دونوں کے درمیان جو کوئی ہے اس کا گناہ سے بچنا بہت مشکل ہے۔ اس لیے کہ شیطان گناہ کی طرف لاتا ہے اور انسان کا اپنا نفس گناہ کی طرف کھینچتا ہے۔

عفت و عصمت کی حفاظت پر اجر:

کچھ لوگ ہوتے ہیں جو انسان کی شکل میں شیطان کے نمائندے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے کلاس فیلوز ہوں' اپنے قریب کے رشتے دار ہوں یا اجنبی غیر محرم ہوں وہ بھی گناہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ پھر ریڈیو ٹی وی' گانا موسیقی' ویڈیو اور انٹرنیٹ کے اوپر چیٹنگ۔ اس نے جلتی پہ تیل کا کام کر دیا۔ ایسی صورت حال میں جب اس نوجوان بچی کو ہر طرف گناہوں کی کشش کھینچتی ہے تو پھر اس کی سوچوں میں فرق آنا شروع ہو جاتا ہے۔ حیا ایک

قدرتی اور فطری چیز ہے جو اللہ نے عورت میں رکھی ہے۔اس کے لیے حیا اور پاکدامنی کی زندگی گزارنا مشکل ہوتا ہے۔اس کو اپنے اندر ایک جنگ کرنی پڑتی ہے۔اب خوش نصیب بچیاں اس جنگ کو سمجھتی ہیں کہ ہم جہاد کر رہی ہیں۔مرد دشمن کے سامنے میدان جنگ میں جا کر جہاد کرتے ہیں اور بچیاں اپنے گھروں میں رہ کر اپنے نفس کے ساتھ جہاد کر رہی ہوتی ہیں۔ان کو ادھر ادھر سے گناہ کی دعوتیں ملتی ہیں مگر وہ سمجھتی ہیں ہم نے اپنے ناموس کی حفاظت کر لی تو اللہ کی نظر میں ہم فتح یاب ہونگی۔

غازیہ عورت کون؟

جس طرح مجاہد اگر جنگ میں فتح پائے تو غازی بنتا ہے۔اسی طرح اگر بچی اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کر گئی تو وہ اللہ کی نظر میں غازیہ ہوگی۔مردوں کا جہاد میدان جنگ میں' عورت کا جہاد چوبیس گھنٹے اپنے گھر میں رہتے ہوئے اپنے نفس کے ساتھ۔مرد کا جہاد کھلا ہوتا ہے۔سب کے سامنے ہوتا ہے۔نوجوان بچی کا جہاد چھپا ہوا ہوتا ہے وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتی۔کسی کو اپنے دل کے راز کھول بھی نہیں سکتی کہ کہاں کہاں سے شیطان اس پہ حملے کرتا ہے۔نفس اس کو کہاں کہاں جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے۔بس وہ اپنے رب کے سامنے فریاد کر سکتی ہے اور اپنے آپ کے ساتھ جہاد کر سکتی ہے تاکہ وہ اس میں کامیاب ہو جائے۔

سیرت تخلیوں سے بنتی ہے:

یہ بات ذہن میں رکھنا کہ عورت کی ہر غلطی معاف ہو جایا کرتی ہے۔لیکن کردار کی غلطی کبھی معاف نہیں ہوا کرتی۔اس لیے عورت کی تربیت میں اگر کوئی اور کمی رہ گئی کہ زبان دراز ہے' غصے کی تیز ہے' ضدی ہے' کام چور ہے' غافلہ ہے' سست ہے۔اس قسم کی اس کی تمام کمزوریاں برداشت آسانی سے کر لی جاتی ہیں۔لیکن اس کے کردار کی کمزوریاں

برداشت کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا۔اس لیے جوان بچیوں کے لیے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرنا یہ سب سے بڑا کام ہے۔اللہ رب العزت نے جہاں قرآن مجید میں چوری کا تذکرہ کیا' وہاں فرمایا:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت ان دونوں کے ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے۔مرد کا تذکرہ پہلے اور عورت کا تذکرہ بعد میں لیکن جہاں زنا کا تذکرہ آیا وہاں اللہ تعالیٰ نے عورت کا تذکرہ پہلے کیا:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (سورۃ النور ۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد...... مفسرین نے لکھا ہے کہ جب تک عورت خود ڈھیل نہ دے' خود موقع مہیا نہ کرے' مرد کوشش کے باوجود عزت و ناموس پہ ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ پھر چوری کرنا مردانگی کے زیادہ خلاف تھا۔اس لیے وہاں پر مرد کا تذکرہ پہلے کیا۔ زنا کرنا حیا کے خلاف ہے اور حیا عورت میں زیادہ ہوتی ہے۔اس لیے عورت کا تذکرہ پہلے کیا۔

ناموس کی حفاظت کیسے؟

لہٰذا جوان بچی کے لیے دنیا میں سب سے بڑا کام اپنی عزت کی حفاظت کرنا۔اس کو یوں محسوس ہونا چاہیے کہ ہر غیر آدمی میری طرف لالچ کی نظر رکھتا ہے اور میں نے اپنے آپ کو خود بچانا ہے۔ جس طرح چراغ جل رہا ہو تو ہوا کے جھونکوں سے خود کو بچایا جاتا ہے' نہیں بچائیں گے تو کوئی تھپیڑا آئے گا چراغ گل کر جائے گا۔اسی طرح بچی سمجھے کہ میری عزت و ناموس کا چراغ جل رہا ہے۔آندھیوں سے' ہواؤں سے اسے میں نے بچانا ہے۔اگر میں نے غفلت کی تو کوئی تھپیڑا لگے گا اور میری عزت کا چراغ گل ہو جائے

گا۔ یہ عورت کا دنیا کے اندر رہتے ہوئے سب سے بڑا کام ہوتا ہے کہ وہ اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرے۔

ایک زریں نصیحت:

ایک نابینا کے بارے میں ایک واقعہ آتا ہے کہ رات کا وقت تھا اسے پانی لانے کی ضرورت پڑی، کہیں دور سے اس نے پانی کا گھڑا اپنے سر پہ رکھا اور لاتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ میں چراغ جلا کر پکڑا ہوا تھا۔ اب دیکھنے والے بڑے حیران تھے۔ کہنے لگا آپ تو نابینا ہو آپ کو اس روشنی سے فائدہ تو کوئی نہیں۔ آپ تو اپنے اندازے کے مطابق راستوں کے اوپر چلتے ہو تو آپ کو تو روشنی کی ضرورت ہی نہیں۔ اس نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ مجھے روشنی کی ضرورت نہیں لیکن رات کا اندھیرا ہے۔ آنکھوں والے جب اندھیرے میں چلتے ہیں تو ان کو صحیح پتہ نہیں چلتا۔ میں نے چراغ جلا کر اس لیے پکڑ لیا کہ کہیں کوئی آنکھوں والا مجھ سے نہ ٹکرائے اور اس کی وجہ سے میرا گھڑا نہ ٹوٹ جائے۔

اندھا کتنا سمجھدار تھا کہ اس نے چراغ اس لیے پکڑا تھا کہ دوسرے لوگ راستے کو دیکھیں اور مجھ سے مت ٹکرائیں۔ اس لیے کہ اگر ٹکرائیں گے تو نقصان تو میرا ہوگا۔ جوان عورت کو بھی یہی سوچ رکھنی چاہیے اگر میں بے پردہ باہر نکلی، اگر کسی غیر محرم نے دیکھ لیا اور اس کی نظر میں فتور آ گیا، اگر میں نے کسی کے ساتھ تنہائی میں باتیں کیں، اگر میں نے کسی کے ساتھ ٹیلی فون پر باتیں کرنا شروع کر دیں اور ذرا سا بھی کسی کو موقع دیا تو عزت تو میری خراب ہوگی۔ دنیا کی بھی بدنامی اور اللہ کے ہاں کی بھی ناراضگی اور میں اس جہاد میں پھر ناکام ہو جاؤں گی۔ اپنے رب کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ اس لیے اس کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

ازواج مطہرات کا اسوہ:

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں آیا کہ اس بارے میں اتنا احتیاط کرتی تھیں کہ جب کبھی صحن کے اندر فارغ بیٹھی ہوتیں، کوئی تسبیح وغیرہ کر رہی ہوتیں تو کھلے صحن کی طرف چہرہ نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ دیوار کی طرف چہرہ کر کے بیٹھتی تھیں کہ غلطی سے بھی کسی کی نظر پڑنے کا امکان نہ ہو۔ اب سوچئے کہ اپنے گھر میں بیٹھی ہوئی عورت صحن کی طرف چہرہ کر کے اس لیے نہیں بیٹھتی کہ ممکن ہے کہ دروازہ کھلے یا کوئی اور ایسی صورت بن جائے غلطی سے بھی کسی کی نظر نہ پڑے تو وہ بیٹھتی بھی تھیں تو دیوار کی طرف اپنا چہرہ کر کے بیٹھتی تھیں۔ تا کہ کسی کی نظر پڑنے کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔

عورت کی اہم ذمہ داریاں:

یہ عورت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ فرض منصبی ہوتا ہے۔ اس کا دنیا میں رہتے ہوئے سب سے بڑا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرے۔ اگر اس کی عزت لٹ گئی اس کا سب کچھ لٹ گیا۔ اس کے پلے کچھ نہ بچا۔ اس لیے عورت کو اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔

مسلمہ حقیقت:

ایک اصول ذہن میں رکھ لیں، افسوس کے ساتھ مجھے کہنا پڑ رہا ہے کہ مرد ہمیشہ Opportunisth ہوتے ہیں۔ یہ طے شدہ بات ہے۔ آزمائی ہوئی بات ہے۔ آپ کو اسے آزمانے کی ضرورت نہیں۔ اصول بنالیں کہ مرد ہمیشہ موقع پرست ہوتے ہیں۔ عورت کے معاملے میں مرد اٹھارہ سال کا جوان ہو یا اسی سال کا بوڑھا ہو سب کی حالت ایک جیسی ہوتی ہے۔ جب بے پردہ عورت نکلتی ہے، ایک ہی وقت میں اس کو جوان بیٹا بھی لالچ کی نظر سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اور اس کا سفید بالوں والا باپ بھی اس

لڑکی کو لالچ کی نظر سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔عورت مرد کی ایک کمزوری ہے۔اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنے امت کے مردوں پر سب سے زیادہ جس چیز کا خطرہ ہے وہ عورت کا فتنہ ہے۔اس لیے یہ عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے آپ کو بچائے۔شریعت نے مردوں کو بھی کہا کہ وہ اپنی نگاہوں کا لحاظ کریں' خیال رکھیں۔عورت کو بھی کہا کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کا خیال رکھیں۔آج کل کی جوان بچیاں سمجھتی ہیں کہ نظروں کو نیچے کرنا تو مرد کا کام ہے وہ کیوں ہماری طرف دیکھتے ہیں اور اس چیز کو بھول جاتی ہیں کہ ان میں بھی نفس ہے اور ان کے ساتھ بھی شیطان ہے۔ان کی نظر بھی اگر غیر مرد پر پڑے گی تو ان کے بھی فتنے میں پڑنے کا خطرہ ہے۔

قرآن مجید میں گواہی دے دی ہے:

﴿أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ (سورۃ الاحزاب:۵۳)

کہ پردے میں رہو بیبیو! یہ ان مردوں کے دلوں کے لیے بھی' پاکیزگی کے لیے اچھا ہے اور تمہارے دلوں کی پاکیزگی کے لیے بھی اچھا ہے۔

نظر کی کوتاہی کا وبال:

دلوں کے بھید جاننے والے اللہ نے فیصلہ فرما دیا کہ جب بھی انسان نظر کی کوتاہی کرتا ہے تو مرد کے اندر بھی اس سے گناہ آجاتا ہے اور عورت کے دل میں بھی گناہ کے خیالات آتے ہیں۔لہٰذا کسی کو رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا بننے کی ضرورت نہیں۔قرآن مجید کی تعلیمات کو قبول کرنے کی ضرورت ہے اور اس بات کو مان لینا چاہیے کہ عورت کے لیے بھی اپنی نظر کی حفاظت کرنا ضروری ہے' مرد کے لیے بھی اپنی نظر کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔تاہم مرد کو بھی منع کیا گیا' عورت کو بھی منع کیا گیا۔

جوان بچی کے لیے دنیا کا سب سے بڑا اہم کام اور فرض اس کا اپنی عزت وعصمت کی

حفاظت ہے۔

ایک مثال:

مثال سنئے! فرض کرو کہ آپ کے پاس دس ہزار ڈالر ہیں اور آپ حج کیلئے سفر کر رہی ہیں تو کیا خیال ہے آپ اپنے اس پیسے کو عام کسی شاپر کے اندر ڈال کر سفر کرتی پھریں گی؟ نہیں آپ اسے Lock میں رکھیں گی۔ چھپا کر رکھیں گی کہ آپ اگر حرم شریف جائیں اور پیچھے کوئی آپ کے کمرے میں بھی آ جائے صفائی کرنے والا تو وہ بھی آپ کی اس رقم کو نہ دیکھ سکے۔ جب آپ کو اپنی رقم کے رکھنے کا اتنا خیال ہے کہ اسے Locked Key میں رکھنے کے باوجود بھی ایسی جگہ چھپا کے رکھتی ہیں کہ ڈھونڈنے والا بھی نہ پائے تو عزت وعصمت تو اس سے بھی بہت زیادہ قیمتی ہے۔ آپ اپنے آپ کو بھی اس طرح مردوں سے چھپا کر رکھیں کہ اگر کسی کی نیت میں فتور بھی ہو تو اس کا ہاتھ آپ تک پہنچ نہ پائے۔

شریعت میں حیا اور پاکدامنی کی تعلیم:

شریعت نے ہمیں حیا اور پاکدامنی کی تعلیم دی۔ اس قدر پاک دامنی کی تعلیم دی کہ شریعت نے حکم دیا کہ عورت اگر کنگھی کرے اور اس کے کچھ بال ٹوٹ جائیں تو ان ٹوٹے ہوئے بالوں کو بھی عام جگہوں پہ نہ ڈالے۔ ممکن ہے کسی غیر مرد کی نظر پڑ جائے اور یہی بال اس کے لیے عورت کی طرف میلان کا سبب بن جائیں۔ جو شریعت عورت کے جسم سے ٹوٹے ہوئے بالوں کی بھی بے پردگی کو پسند نہیں کرتی' وہ زندہ عورت کی بے پردگی کیسے پسند کرے گی؟

جس شریعت نے یہ حکم دیا کہ عورت اگر فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ جب قبر میں اتارا جانے لگے تو فقط قریب کے لوگ اتاریں۔ غیر محرم مرد بھی اس کو ہاتھ لگانے سے پرہیز کرے۔ پھر زندگی میں جیتے جاگتے شریعت کیسے پسند کرے گی کہ یہ عورت اپنے آپ

کوکسی غیر کے حوالے کرے۔اس لیے یہ ایک بہت اہم عنوان ہے اور آج کل چونکہ عریانی عام ہے فحاشی عام ہے۔اور ہم ایک ایسے ماحول میں رہتے ہیں کہ جہاں پر مسلمان ہیں غیر مسلم بھی ہیں اور غیر مسلموں کے نزدیک چونکہ کسی کو کوئی اہمیت ہی نہیں۔اس لیے وہ آدھے ننگے جسموں کے ساتھ چلتے پھرتے ہیں۔مسلمان بچیاں بھی دھوکے میں آجاتی ہیں۔

نظر اور دل کی پاکیزگی:

یادرکھنا مسلمان حیا والا ہوتا ہے۔اس لیے فرمایا:

﴿اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ﴾

حیا ایمان کا شعبہ اور ایک جگہ فرمایا:

﴿اِذَا فَاتَکَ الْحَیَاءُ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ﴾

جب تجھ سے حیا رخصت ہوگی پھر جو چاہے کرتا پھرے۔

حیا ایک نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔یہ فطرت ہے عورت کی کہ وہ حیادار ہوتی ہے۔جس عورت سے حیا چلی گئی یوں سمجھ لے کہ مجھ سے اللہ کی نعمت چھن گئی۔نہ اس کے لیے دنیا میں عزت ہے اور نہ اس کے لیے آخرت میں عزت ہے۔اس لیے اپنی نگاہوں کو پاک رکھنا' اپنے دلوں کو صاف رکھنا' اپنے ناموس اور عزت کی حفاظت کرنا یہ عورت کے فرائض میں سب سے بڑا فریضہ ہوتا ہے۔جیسے آپ گاڑی چلا رہی ہیں تو گاڑی آپ اتنی احتیاط سے چلاتی ہیں کہ آپ کو پتہ ہوتا ہے کہ سامنے سے آنے والی گاڑیاں ہوسکتا ہے۔وہ مجھے ٹکر ماریں تو میں نے اپنی گاڑی کو بچانا ہے۔اسی طرح آپ یوں سمجھئے کہ ہر گزرنے والا مرد آپ کے ناموس کے ساتھ ٹکراتا ہے۔اپنے ناموس کی گاڑی کو بچانا یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ڈرائیور کبھی غافل نہیں ہوتا کہ جی میں تو چلا رہوں' دوسروں کو چاہیے کہ وہ ایکسیڈنٹ سے اپنے آپ کو بچائیں۔نہیں خود

ڈرائیور اپنے آپ کو بچاتا ہے کہ ایکسیڈینٹ نہ ہونے پائے۔اسی طرح جوان بچی کو اپنے آپ کو خود محفوظ کرنا ہے کہیں ایکسیڈنٹ نہ ہونے پائے۔شریعت نے اس کی ابتداء ہی ایسے کردی ہے۔

پردے کی بات:

فرمایا کہ مخلوط محفلوں سے پرہیز کرو۔

چنانچہ عورت فقط ان مردوں کے سامنے آسکتی ہے جو محرم کہلاتے ہیں۔جہاں حیا کا رشتہ ہے۔جہاں جنسی ہوس ناکیاں ختم ہوجاتی ہیں۔الفتیں' محبتیں سچی ہوتی ہیں۔جیسے باپ کا رشتہ' بھائی کا رشتہ' یہ محرم رشتے ہیں اور جہاں اس سے ایک قدم آگے بڑھا اور نگاہوں میں لالچ آجاتی ہے' حرص آجاتی ہے۔ہوس آجاتی ہے۔شریعت نے وہاں پردے کا حکم دے دیا۔اس لیے کئی غیر محرم جو گھروں میں رہتے ہیں' ان سے بھی بچنے کا حکم دیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَمْوُ مَوْتٌ

کہ دیور تو موت ہے۔اب یہ غیر محرم ہوتا ہے کہ رہتا بھی قریب ہے اور ہوتا بھی غیر محرم ہے اور عورت کے لیے اپنے آپ کو بچا کے رکھنا یہ انتہائی اہم ہوتا ہے۔اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ غیر محرم سے حتی الوسع بات ہی نہ کریں۔بچیاں یہ دستور بنالیں۔اصول بنالیں کہ انہیں غیر مرد سے بات کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔موقعہ ہی نہ آئے غیر محرم سے بات کرنے کا وہ اس قدم پہ اپنے آپ کو روکیں کہ نہ تو غیر محرم کو دیکھنا ہے اور نہ غیر محرم کو اپنا جسم دیکھنے کا موقع دینا ہے اور نہ اس سے بات کرنی ہے۔اس لیے کہ جب بات کرنے کا موقع ملتا ہے تو پھر شیطان کو درمیان میں Function کرنے کا موقع مل گیا۔

جہنم کا فون:(Hill Phone)

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب بھی کوئی غیر محرم ایک دوسرے بات کرتے ہیں۔ شیطان ان دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف رغبت پیدا کر دیتا ہے۔ ایک دوسرے کی طرف میلان پیدا کر دیتا ہے۔ شیطان کو درمیان میں Catalist بن کر کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس لیے ایسا موقع ہی نہ آئے کہ کہیں غیر محرم کو رقعہ لکھنا پڑے۔ ٹیلی فون پر بات کرنی پڑے یا آمنے سامنے بات کرنی پڑے۔ ایسا موقع ہی نہیں آنا چاہیے۔ اس موقع سے جو بچی بچ گئی اس نے اپنی عزت کو بچالیا۔ آج کل ان ملکوں میں ایک نئی مصیبت دیکھنے میں آ رہی ہیں کہ بچیاں اپنے ماں باپ کی اجازت سے اپنے پاس سیل فون رکھ لیتی ہیں۔ ایک ملک سے ابھی یہ عاجز ہو کر آیا وہاں پر یہ سنا کہ 90% سے زیادہ جوان بچیوں کے پاس سیل فون ہوتے ہیں۔ سکولوں میں بھی اپنے بستوں میں رکھے ہوتے ہیں۔ اب سیل فون پہ وہ کیا کرتی ہیں کہ ان کو کالیں آ رہی اپنے کزنوں کی' اپنے کلاس فیلوز کی۔ یہ سیل فون نہیں حقیقت میں اس بچی کے ہاتھ میں Hill Phone ہے۔ اس کو سیل فون نہیں کہنا چاہیے۔ اس کو Hill Phone کہنا چاہیے۔ یہ جہنم کا فون ہے اس کے ہاتھ میں اور اس کو جہنم سے کالیں آ رہی ہیں کہ تم جلدی میرے اندر آؤ۔ میں تمہارے لیے تیار بیٹھی ہوں۔

یاد رکھنا کہ عورت کی سب سے بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ وہ غیر محرم کو بات کرنے کا موقع دیتی ہے۔ قرآن مجید نے اس راستے کو اس طرح بند کیا۔ فرمایا:

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾

کہ اگر کبھی کوئی بات کرنے کا موقع ہی بن جائے' ضرورت ہی ایسی پیش آ گئی تو عورت کو چاہیے کہ وہ اپنی آواز میں نرمی نہ رکھے' سختی کے انداز میں بات کرے۔ اب سختی

سے مراد بدتمیزی نہیں' سختی سے مراد یہ کہ جو بات ضروری ہے وہ کر لے اور غیر ضروری کا موقع ہی نہ دے۔

قرآن کی نصیحت:

روکھے پن سے بات کرنا۔ جو عورت روکھے پن سے غیر مرد سے بات کرے گی' اس مرد کو جرأت ہی نہیں ہوگی کہ وہ ایک بات سے دوسری بات کہہ سکے۔ اور اگر بات کرتے ہوئے ساری دنیا کی شرینی زبان میں سمٹ آئے گی اور پیار محبت کے انداز میں نرم باتیں کی جائیں گی:

﴿فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾ (سورۃ الاحزاب: ۳۲)

قرآن مجید نے فیصلہ دے دیا کہ ایسا نہ ہو کہ طمع کرے وہ بندہ جس کے دل میں مرض ہے۔ دلوں میں شہوت اور مرض تو مردوں کے ہوتا ہی ہے۔ ذرا کسی نے نرم بات کی' آواز پسند آ گئی لہجہ پسند آ گیا۔ کچھ بھی اور نہیں تو مرد کے ذہن میں اتنا خیال آ گیا کہ یہ عورت خود بات کرنے کا موقع دے رہی ہے تو مرد خود آگے قدم بڑھائے گا۔ اس لیے' اس کو تو موقع کی تلاش ہوتی ہے۔

میں تو پہلے نے عرض کیا کہ سب کے سب مرد Opportunisth ہوتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ' اللہ جس کی حفاظت کرے۔ جس کے دل میں اولیاء کا نور ہو۔ بس وہ ہے کہ جو اس فتنے سے بچتا ہے۔ ورنہ اس معاملے میں سب کے سب مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔ شریعت نے کہا جب بات کرنے کا موقع ملے تو آپ بات ہی ذرا روکھے انداز سے کیجئے۔ کئی مرتبہ بچیوں کے ذہن میں یہ بات آتی ہے اور وہ ایک دوسرے سے باتیں کرتی ہیں کہ بس میں تو ذرا فون پہ بات کر لیتی ہوں۔ میں نے تو کبھی اسے دیکھا بھی نہیں۔ یہ بہت بڑا شیطان کا پھندا ہے۔ جب آپ کسی سے بات کرنے پر آمادہ ہوئیں تو پھر اگلے

کام سب آسان ہو جائیں گے۔

دیکھئے! پورے انبیاء علیہم السلام میں کسی نے یہ دعا نہیں مانگی کہ اللہ! میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

﴿رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ﴾ (سورۃ الاعراف: ۱۴۳)

اللہ میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ صرف موسیٰ علیہ السلام ایسے ہیں کہ جن کے بارے میں قرآن پاک میں یہ فرمایا کہ اے اللہ! میں آپ کا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔

مفسرین نے اس کی وجہ لکھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا موقع ملتا تھا۔ یہ دستور ہے کہ جب کسی کو ہم کلامی کا موقع ملے گا تو اگلا قدم ہوگا کہ ایک دوسرے کو دیکھنے کو دل کرے گا۔ قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ اگر آپ نے فون پر بات کرنے کی کسی کو اجازت دے دی تو اگلا قدم پھر ملاقات کا ہوگا۔ جب ملاقات ہوتی ہے تو پھر حجابات سب کے سب ہٹ جایا کرتے ہیں۔

نہ تو خدا ہے نہ میرا عشق فرشتوں جیسا
دونوں انسان ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں

پھر سب حجاب اتر جاتے ہیں اور انسان کو احساس ہی نہیں ہوتا۔ پتہ تب چلتا ہے جب گناہ ہو چکا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو ابتداء سے ہی روکیے۔

یہ ذہن میں سوچنا کہ فلاں کی شکل ایسی ہے فلاں کی personality میں بڑی Grace ہے۔ انتہائی بیوقوفی کی بات ہے۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے مقدر میں یہ چیز لکھ دی کہ اس نے جوان ہونا ہے۔ پھر اس کی شادی ہونی ہے تو انسان اپنے وقت کا انتظار کرے۔ ہر چیز اپنے وقت پہ اچھی لگتی ہے۔ جو انسان وقت سے پہلے گناہوں کے ذریعے اپنی ضرورتیں پوری کرنے لگتا ہے تو پھر اس کی زندگی کے اندر پریشانیاں آتی ہیں۔

کوئی بندہ آپ ایسا نہیں دکھا سکتیں کہ دنیا کے اندر جس نے زنا والے گناہ کو اپنایا ہو اور خوشیوں بھری زندگی گزاری ہو۔ بلکہ یہ اگر کسی سے بات کرنے بھی لگتی ہیں تو ہزار خطرے۔ بہن سے چھپاؤ' امی سے چھپاؤ' بھائی سے چھپاؤ' ابو سے چھپاؤ' کسی کو پتہ نہ چلنے پائے۔ ایک گناہ کیا کیا ہر وقت کی مصیبت خرید لی۔ اب اس گناہ کو چھپانے کے لیے ان کو قدم قدم پہ جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ بہانے بنانے پڑتے ہیں۔ بات چیت کا موقع نکالنے کے لیے یہ جھوٹ اور غلط بیانی کے ذریعے مواقع پیدا کرتی ہیں۔ کیا تو ایک گناہ ہے لیکن اس نے سینکڑوں گناہوں کے راستے کھول دیئے۔ اور کئی مرتبہ تو جھوٹی قسمیں کھائی جاتی ہیں اپنے عیبوں کو چھپانے کیلئے۔

گناہ سے بچیے:

چنانچہ ایک بچی نے خط لکھ کر کسی ملک میں سے فتوی پوچھا کہ میں کسی کے ساتھ گناہ میں ملوث ہوتی تھی اور میری والدہ کو پتہ چل گیا اور اس نے مجھے ایک مرتبہ سخت ڈانٹا اور کہا تو نے ایسی حرکت کیوں کی؟ میں نے اس کو یقین دہانی کروانے کے لیے قسم کھائی۔ اس نے کہا تمہاری قسم پر بھی اعتبار نہیں کرتی۔ بالآخر اس بچی نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر میرے اس کے ساتھ تعلقات ہوں تو مجھے مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو۔ اب ماں کے سامنے تو شرمندگی سے وقتی طور پر اپنے آپ کو بچالیا۔ بعد میں اسکو احساس ہوا کہ میرا حشر کیا ہوگا۔

اس بچی نے خط لکھا حضرت! مجھے مسئلہ سمجھائیں۔ میں نہ دین کی رہی نہ دنیا کی رہی۔ اب میرا انجام کیا ہوگا؟ یہ سب کس لیے کہ اس نے ایک غلط راستے پر قدم اٹھایا۔ انجام ایمان کی تباہی نکلی۔ جب ایک راستہ ہے ہی خطرناک تو کیوں انسان اس میں قدم اٹھائے۔ اگر آپ کے سامنے ایک سو ٹافیاں رکھ دی جائیں اور یہ کہہ دیا جائے کہ جی اس

مین سے ایک میں زہر ہے باقی ننانوے ٹھیک ہیں۔ آپ کھا لیجئے۔ آپ ایک کو بھی ہاتھ نہیں لگائیں گی۔ کیوں؟ آپ کہیں گی میری جان کو خطرہ ہے۔ اے بیٹے تجھے جان کا خطرہ ہے تو ایک فیصد بھی رسک نہیں لینا چاہتی' ان سو ٹافیوں میں سے ایک بھی نہیں لینا چاہتی۔ جہاں تیری عزت کا خطرہ ہو' وہاں تو کیوں رسک لیتی ہے؟ کیوں اور قدم آگے بڑھاتی ہے؟ وہاں بھی تو ہمیں سو فیصد محتاط رہنا چاہئے تا کہ میری عزت کی حفاظت رہے۔

حفاظت ناموس اور انعام خداوندی:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھیں گے کہ آپ نے اپنی عزت کی حفاظت کیوں نہیں کی؟ اس لیے جوان بچیوں کو چاہیے کہ وہ محسوس کریں ہمارے لیے زندگی میں ایک جہاد کا وقت ہوتا ہے اور وہ ہے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرنا۔ اسی لیے جو عورت اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرے گی اور اس کی حفاظت کرتے ہوئے اگر اس کو موت بھی آئی تو شریعت نے کہا کہ جو لڑکی اپنی عزت بچاتے ہوئے فوت ہو جائے گی' اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن شہیدوں کی قطار میں کھڑا فرمائیں گے۔

اللہ رب العزت کی قدردانی:

اللہ رب العزت بھی بڑے قدردان ہیں۔ ایک حدیث میں یہ فرمایا کہ اگر کسی کو کسی نے گناہ کی دعوت دی اور اس نے جواب میں کہا کہ میں اللہ سے ڈرتی ہوں اور گناہ کی طرف قدم نہ اٹھایا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے۔ اب یہ نعمتیں کیوں مل رہی ہیں؟ اس لیے کہ اس نے اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا۔

انتہائی قابل توجہ بات:

ایک بات اور بھی ذہن میں رکھئے ۔ اس کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ انسان کی زندگی کی ہر چیز کا ایک کوٹا ہے۔ سانسوں کا کوٹا کہ پوری زندگی میں، کتنے سانس لینے

ہیں۔ پھر انسان نے جتنے لقمے کھانے ہیں ان کا کوٹا۔ جتنے گھونٹ پانی پینے ہیں ان کا کوٹا۔ جتنے لمحے زندگی میں گزارنے ہیں' ان کا کوٹا۔ ہر چیز کا ایک کوٹا متعین ہے۔ اسی طرح انسان کی اپنی زندگی میں کتنی مرتبہ اس کی جنسی ضرورتیں پوری ہونگی اس کا بھی ایک کوٹا ہے۔ اب جس نے شریعت کی حدود سے باہر قدم نکال کر اسکو پورا کرنے کی کوشش کی' اس کے نتیجہ میں اللہ رب العزت اسکو حلال ضروریات سے محروم فرمادیں گے۔ پھر نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ روتی پھرتی ہیں' خاوند ہماری طرف توجہ نہیں دیتا۔ پھر کہتی ہیں کہ جی ہم کیا کریں زندگی میں خوشیاں نہیں ہیں' خاوند اچھے انداز سے بولتا نہیں۔ اس لیے کہ جب آپ نے شریعت کی حدود کو Cross کر کے غیر سے محبت حاصل کرنے کی کوشش کی اللہ نے اس کی وجہ سے تمہیں جائز محبت سے محروم فرمادیا' اس لیے یہ چیز بہت ڈرنے کی ہے۔ اس کا تعلق خوف خدا سے ہے۔ جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا وہ اپنی عزت کی حفاظت کرے گی اور وقتی لذتوں کے اوپر نظر کرنے کی بجائے ہمیشہ ہمیشہ کی آخرت کی لذتوں پر نظر رکھے گی اور اللہ کے ہاں سرخرو ہوگی۔ ایک انسان کی خاطر وہ بھی جو گناہ کی طرف بلاتا ہے قیامت کے دن انسان حسرت اور افسوس کرے گا:

﴿یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ۝ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا﴾ (سورۃ الفرقان۔ ۲۷۔۲۸)

اے کاش میں نے فلاں کے ساتھ دوستی نہ کی ہوتی۔

﴿لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾ (سورۃ الفرقان:۲۹)

اس لیے دنیا میں بھی ایسے لوگ کبھی وفا والے نہیں ہوتے۔

سب سے بڑا جھوٹ:

ایک اصول عرض کردوں۔عورتوں کو چاہیے کہ توجہ سے سنیں کہ جب کسی مرد کو کسی غیر عورت نے' لڑکی نے قریب آنے کا موقع دیا' اگرچہ وہ مرد بہانے بناتا ہے۔ میں شادی کرلوں گا۔ میں تمہیں اپنانا چاہتا ہوں۔ یہ سب بکواس ہوتی ہے۔ یہ گناہ کرنے کا موقع تلاش کرنے کے بہانے ہوتے ہیں۔ ہر مرد یہی کرتا ہے جو بھی کسی کو گناہ کی طرف بلاتا ہے۔ چونکہ اس کو پتہ ہے کہ اگر میں Direct کہوں گا کہ میں آپ کی عزت خراب کرنا چاہتا ہوں تو کوئی بھی میری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گی۔ ہر مرد جب بھی کسی غیر عورت کی طرف قسم اٹھائے گا' تعریفیں کرے گا وہ تعریفیں اس کی نہیں کررہا ہوتا' وہ تعریفوں کے ذریعے اس کو اپنے سے مانوس کررہا ہوتا ہے۔ اس کے دل میں اس کی تعریفیں نہیں ہوتیں۔ وہ حقیقت میں مطلب نکالنا چاہتا ہے۔ وہ ہمیشہ تعریفیں کرے گا حتی کہ وہ اس کی غلطیوں کو بھی اچھائیاں ثابت کرے گا۔ پھر دوسری بات کہ وہ یہ کہے گا کہ میں تمہیں اپنانا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہوں۔ اس سے بڑا جھوٹ شاید کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ جب وہ بچی اس کے قریب آجائے گی' اس پر اعتماد کرلے گی' اپنا مطلب نکالنے کے بعد پھر یہ بہانہ بنادے گا' میری امی نہیں مانتی۔ میرے ابو نہیں مانتے۔ گھر والے نہیں مانتے۔ میں تو چاہتا ہوں تمہیں اپناؤں۔ لیکن کیا کروں گھر والے نہیں آمادہ ہوتے۔ اس لیے یہ نوجوان اس سے شادی کبھی نہیں کرے گا۔

گناہ کا وبال دنیا میں:

یاد رکھنا جس نوجوان نے کنواری بچی کے ساتھ تعلقات جوڑ لیے۔ وہ اس کے ساتھ شادی ہرگز نہیں کرے گا۔ کیونکہ ہم نے نوجوان سے جو گنہگار تھے' توبہ کرنے آئے' ہم نے ان سے یہ بات پوچھی کہ آپ لوگوں نے کیوں اس سے شادی نہ کی؟ جب موقع مل گیا'

ساری زندگی قسمیں کھا کھا کر ان کو یقین دہانیاں کرواتے رہے؟ انہوں نے صاف بتایا کہ ہمارے ذہن میں یہ بات تھی کہ جب اس لڑکی نے کنوارے پن میں ہما ے ساتھ ناجائز تعلقات بنا لیے تو جب یہ ہماری بیوی بنے گی تو ہماری بیوی ہوگی۔ گھر ہمارا بسائے گی، ممکن ہے دل میں کسی اور کو بسائے گی۔

مرد کے دل میں یہ بات آجاتی ہے کہ جو لڑکی ناجائز طریقے سے میرے ساتھ تعلق رکھ سکتی ہے وہ میری بیوی ہو کر کل دوسروں سے ناجائز تعلق کیوں نہیں رکھ سکتی؟ لہٰذا اس وجہ سے یہ گناہ تو کر لیتے ہیں مگر شادی کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے۔ اس لیے بچی کو چاہیے کہ وہ ایسی باتوں پہ اعتماد نہ کرے اور نہ ایسی باتوں پر دھیان دے۔ یہ جھوٹ ہوتا ہے۔ سو فیصد جھوٹ ہوتا ہے اور دوسرے کو شیشے میں اتارنے کا طریقہ ہوتا ہے۔ بچیاں اعتماد کر جاتی ہیں اور بعد میں پھر چھپ چھپ کر روتی ہیں۔ رونے کا کیا فائدہ؟ اس رونے والے رستے پہ قدم ہی نہیں اٹھانا تھا۔ جب پتہ چل گیا کہ یہ راستہ ایمان کے لیے خطرہ ہے۔ عزت کے لیے خطرہ ہے تو پھر اس راستے پہ قدم ہی کیوں اٹھایا؟ اس لیے شریعت نے یہ حکم دیا عورت اپنی عزت وناموس کی خود حفاظت کرے۔ کسی کی چکنی چپڑی باتوں میں آنے کی ضرورت نہیں اور یہ عورت کا سب سے بڑا فرض منصبی ہے۔

برقعوں کی سادگی:

اس لیے عورت کو بتایا گیا کہ وہ گھر سے باہر نکلے تو پردے میں نکلے۔ اور پردہ بھی ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس کو دیکھتے ہی رہ جائیں۔ آج کل کی نوجوان بچیاں برقعے بھی کرتی ہیں تو ایسے کڑھائی والے خوبصورت برقعے ڈھونڈ کے لاتی ہیں کہ جن کو دیکھ کر ہر انسان سوچے کہ برقعہ کے اندر تو حور کی بچی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اندر چڑیل کی بہن موجود ہوگی۔ جب پردہ کرنا ہے تو پردے کا کیا مطلب ہے کہ ایسے برقعے پہنیں کہ جس کی طرف

دیکھنے کو طبیعت نہ کرے۔ وہ بھی موتی لگاتی ہیں۔ اپنے برقعوں کو کڑھائیاں اچھی اچھی کرواتی ہیں۔ اور پھر ہوتی بھی کنواری بچیاں ہیں۔ چلو بڑی عمر کی ہیں' بچوں والی ہوگئی ہیں اور اس نے کوئی ایسا برقعہ لے لیا تو اور بات ہوتی ہے۔ جوان کنواری بچی کے لیے اس قسم کی آرائش کرنا کہ جس پر غیر مرد کی نظر خواہ مخواہ کھینچے' یہ گناہ کی دعوت ہے اس لیے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

جوان بچیاں گھروں سے باہر نکلیں تو سادہ برقعے پہن کر نکلیں تاکہ کسی کی نظر ہی اس کی طرف نہ آئے۔ بلکہ پہلے وقت کی نوجوان بچیاں جب گھر سے باہر نکلتی تھیں تو ہم نے سنا' کتابوں میں پڑھا کہ وہ ایسے چلتی تھیں جیسے بوڑھی عورتیں چل رہی ہوں تاکہ غیر مرد کی ان کی طرف توجہ بھی نہ جا سکے اور یہ اللہ کے ڈر سے وہ کیا کرتیں تھیں۔

عورت اور خوشبو کا استعمال:

اسی لیے شریعت نے کہا کہ جب عورت گھر سے نکلے پردہ کرے اور ایسی خوشبو نہ لگائے جس کی خوشبو قریب سے گزرنے والے مردوں کو محسوس ہو۔

نبی علیہ السلام نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا جو عورت خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرے وہ ایسی ویسی ہے۔ ایسی ویسی کا ترجمہ محدثین نے یہ کیا کہ وہ کردار کی کمزور ہے۔ اس کی نیت میں فتور ہے تبھی تو اس نے ایسی خوشبو لگائی۔

مرد کو اللہ نے' شریعت نے اجازت دی وہ پھیلنے والی خوشبو لگا سکتا ہے۔ عورت ایسی خوشبو لگائے کہ فقط اس کے قریب جو گھر کا کوئی آدمی آئے تو اس کو خوشبو محسوس ہو۔ دور والوں کو خوشبو محسوس نہ ہو۔ آج تو معاملہ الٹ ہوگیا۔ آج تو یہ چاہتی ہیں کہ ہم جس گلی سے گزر جائیں بعد میں گزرنے والے بھی ہماری خوشبو کو یاد کرتے پھریں۔

نازک ترین معاملہ:

یہ ایسا نازک معاملہ ہے کہ عورت جس راستے سے گزر جاتی ہے اور اس کے قدموں کے نشان لگ جاتے ہیں اگر بعد میں گزرنے والے مرد کا پاؤں اس کے قدموں کے نشان پہ پڑ جائے اللہ تعالیٰ اس مرد کے اندر بھی شہوت پیدا کر دیتے ہیں۔ شیطان اس کے اندر شہوت کو بیدار کر دیتا ہے۔ اس لیے یہ بہت نازک معاملہ ہے۔ اس لیے شریعت نے پردے کو بہت اہمیت دی اور اس کے بارے میں احادیث میں بہت تفصیل موجود ہے۔

جوان بچیوں کو چاہیے کہ وہ اس کو اپنا جہاد سمجھیں اور ہر وقت اللہ سے دعا مانگیں کہ اے اللہ! ہمیں اس جہاد میں کامیاب فرما۔ اس کے بدلے میں کیا ملے گا؟ اللہ رب العزت کی رضا ملے گی اور اگر دل کسی کی طرف کھنچے تو چاہیے اللہ سے دعا مانگیں تاکہ اللہ تعالیٰ دل کی کیفیت کو ٹھیک کر دے۔

مَنْ تَعَشَّقَ وَكَتَمَ عِشْقَهُ مَاظَهَرَ فَهُوَشَهِيْدٌ

اجر عظیم:

جس کے دل میں کسی کی طرف کوئی میلان آ گیا اور اس نے اس کو چھپایا اور ظاہر نہ کیا اور اسی حالت میں موت آ گئی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن شہیدوں کا رتبہ عطا فرما دیں گے۔ اس لیے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرنا یہ بچیوں کی بہت بڑی ذمہ داری ہے اور اس کے لیے یہ جتنی احتیاط کریں گی اتنی احتیاط تھوڑی ہے۔ ہر ہر احتیاط پر اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا۔

شرعی احتیاطیں:

شریعت نے تو یہاں تک کہا کہ اپنے کپڑے ایسی جگہ پر نہ رکھے جہاں غیر محرم مرد کی نظر پڑے۔ اپنا نام کسی غیر مرد کے علم میں نہ آنے دے نام تک کا پردہ رکھا۔ ضرورت

پڑے تو فلاں کی بیٹی' فلاں کی بیوی' فلاں کی امی' اس انداز سے غیر محرم کو بتایا جائے۔ نام کا بھی پتہ نہ چلے۔ شریعت نے تو اس میں اتنی احتیاط کرنے کا حکم فرمایا اور یہ احتیاط سب اس لیے کہ شیطان کو راستہ نہ ملے۔

درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیمبری:

گناہ کروانے شیطان نے کہا کہ عورتیں میرا وہ تیر ہیں جو کبھی خطا نہیں ہوتا۔

﴿اَلنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّيْطٰنِ﴾

عورتیں تو شیطان کی رسیاں ہوتیں ہیں۔ اس لیے شیطان ایسی صورت میں عورت کے دل میں بھی گناہ کا خیال ڈالتا ہے۔ اور مرد کے دل میں بھی اور اس کی حفاظت عورت کی ذمہ داری ہے' مرد کی بھی ذمہ داری ہے اور جس نے اپنی جوانی کو عفیف بنالیا۔ پاکیزہ بنالیا' پاکدامن زندگی اللہ کے ہاں اس کی بڑی قیمت ہے۔

کسی شاعر نے کہا:

درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیمبری
وقت پیری گرگ ظالم مے شود پرہیزگار

جوانی میں توبہ کرنا یہ پیغمبروں کا شیوہ ہے اور بڑھاپے میں تو بھیڑیا بھی بڑا پرہیزگار بن جاتا ہے۔

مستجاب الدعوات جوان:

ایک بزرگ کو جب بھی کوئی ضرورت پیش آتی دعا کی تو وہ نیک نوجوان کو دیکھتے اور ان سے دعا کرواتے۔ کسی نے پوچھا آپ اتنے بڑے بزرگ ہیں اور سفید ریش ہیں۔ آپ خود دعا کیوں نہیں کرتے؟ نوجوان سے دعا کرواتے ہیں۔ وہ فرمانے لگے کہ جو نوجوان اپنی جوانی کی حفاظت کرتا ہے۔ جب وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے' اللہ رب

العزت اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹاتے ہوئے شرماتے ہیں۔ اس جوانی کو عبادت کے ذریعے سے محفوظ کر لیجئے۔ اپنے آپ کو گناہوں کے ہر موقع پہ بچایئے۔

شیطان کی بریگیڈ فوج:

آج کل تو جن کو ڈائجسٹ پڑھنے کا شوق ہے ان کا پہلا مضمون ہی تین عورتیں تین کہانیاں کمپیوٹر پہ بیٹھیں تو چیٹنگ شروع ہو جاتی ہے اور اگر TV ہے تو یوں سمجھیں کہ گھر کے اندر شیطان کی ایک بریگیڈ فوج موجود ہے۔ یہ TV نہیں حقیقت میں یہ ایمان کی TB ہوتی ہے۔ جس گھر میں TV ہے عزتیں کہاں محفوظ ہوتی ہیں۔ بچے ماں باپ کے ناک کے نیچے دیا جلاتے ہیں اور ان کو نہیں پتہ چلنے دیتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ ایسی ایسی ترکیبیں گھڑتے ہیں۔ ایسی ایسی پلاننگ کرتے ہیں کہ کانوں کان خبر نہیں ہونے دیتے۔ شریعت نے تو حکم دیا کہ دائیں ہاتھ سے تم صدقہ اس طرح دو کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے اور آج کل لوگ دائیں ہاتھ سے اس طرح گناہ کرتے ہیں کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چلنے دیتے۔ مگر کب تک۔ لوگوں سے تو چھپا لیں گے اللہ کریم جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے اس سے تو نہیں چھپا سکیں گے۔

عفت و عصمت کی حفاظت کا آسان حل:

اس لیے چاہیے کہ جب جوانی کی عمر آ جائے۔ سب سے پہلا کام ماں باپ کا فرض ہے کہ بچوں کے جوڑ کا جب بھی رشتہ مل جائے فوراً شادی کر دی جائے۔ کئی گھروں میں ماں باپ انتظار میں ہوتے ہیں کہ ہم نے نیا گھر بنانا ہے۔

جب مکان بن جائے گا پھر ہم بچوں کی شادی کریں گے۔ ایسے ماں باپ ان بچوں کے گناہوں کی وجہ سے قیامت کے دن جہنم کے عذاب میں جلیں گے۔ خود بوڑھے ہو جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں جیسے بڑھاپے میں اب ہماری سوچیں پختہ ہو گئیں۔ ایک

دوسرے کے بارے میں ہمارے دلوں میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی۔شاید جوان بچوں کی سوچ بھی ایسی ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دردبھری نصیحت:

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک گھر میں مہمان تھے۔ پتہ چلا کہ گھر میں جوان بیٹی ہے۔انہوں نے مشورہ دیا کہ اس بچی کا جلدی نکاح کر دو۔اس کی ماں کہنے لگی' ابھی تو میری بچی کے منہ سے دودھ کی بو آتی ہے۔ابھی میں شادی کر دوں؟ انہوں نے کہا اماں شادی کر دو۔اس لیے کہ دودھ خراب ہو گیا تو پھر اسے کتے ہی پئیں گے انسان نہیں پئیں گے۔

پتہ نہیں کیوں انتظار میں ہوتے ہیں کہ بچوں کی عزتیں خراب ہونگی پھر ان کی شادیاں کریں گے۔شریعت نے حکم دیا۔ہم پہلے ہی اس فریضہ سے فارغ ہو جائیں تاکہ یہ اپنے گھر کی ہو کر اپنے عزت وناموس کی حفاظت کر کے اپنی زندگی گزاریں۔

عورت کا سب سے بڑا فرض:

جس بچی کو اللہ تعالیٰ نے خاوند دے دیا' پھر اولاد دے دی' خوش نصیب بچی ہے۔ اب اس کو چاہیے کہ وہ کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر ہی نہ دیکھے۔ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس سے چھن جائیں۔اس لیے کہ عزت وناموس کی حفاظت یہ عورت کا سب سے بڑا فرض منصبی ہے۔

آنکھوں کا پردہ کتنا چھوٹا اور تیز رفتار:

اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کے پردے کا جو حکم دیا تو آپ کو پتہ ہے اللہ نے آنکھوں کا پردہ کتنا چھوٹا اور کتنا تیز رفتار بنایا کہ دنیا میں پلک جھپکنا ایک مثال بن گئی۔مختصر وقت میں اللہ تعالیٰ نے آنکھ ایسی بنائی کہ پلک کا پردہ گرتا ہے اور آنکھ بند ہو جاتی ہے۔اگر یہاں پر کوئی long acting یا slow acting پردہ ہوتا تو لوگ بہانہ بنا دیتے۔اللہ میں

نے اس سے نگاہ بند کرنے کا ارادہ کیا تھا' کرتے کرتے اس پر نگاہ پڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے پورے جسم میں سب سے زیادہ جلدی حرکت کرنے والی چیز انسان کی آنکھ کی پلکیں بنائی ہیں تاکہ کل قیامت کے دن اپنی آنکھوں کو بند کرنے کے بارے میں یہ کوئی بہانہ نہ بنا سکیں۔

اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کی آنکھوں میں وہ حیا دیکھی کہ جو میں مدینہ کی کنواری لڑکیوں کی آنکھوں میں بھی نہیں دیکھا کرتی تھی۔

غیرت ایمان ہے:

ایک حدیث میں نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا غَیْرَۃَ لَہٗ﴾

جس شخص کے اندر غیرت نہیں' اس شخص کے اندر ایمان نہیں

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

﴿اَنَا اَغْیَرُ وُلْدِ اٰدَمَ﴾

میں اولاد آدم میں سب سے غیور ہوں۔

﴿وَاللّٰہُ اَغْیَرُ مِنِّیْ﴾

اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہیں۔

غیر محرم کی تنہائی خطرہ کا آلارم:

اسی لیے حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ کسی مرد اور عورت کو زیب نہیں دیتا۔ اجازت نہیں کہ وہ غیر محرم ہوں اور ایک جگہ تنہائی میں بیٹھیں' ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسا استاد ہو اور رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا جیسی شاگردہ ہو' اور دونوں ایک

دوسرے کو قرآن پڑھائیں' تب بھی وہ اگر تنہائی میں بیٹھیں گے تو شیطان ان کو گناہ کا مرتکب کروادے گا۔

موسیقی کے خطرناک نقصانات:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ موسیقی کا سننا کانوں کا زنا ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا میں آلات موسیقی کو توڑنے کے لیے آیا ہوں۔

ایک اور حدیث میں فرمایا گیا کہ موسیقی کے سننے سے دل میں گناہ کی خواہش اس طرح ابھرتی ہے جیسے بارش کے ہونے سے زمین کے اندر گھاس اگ آتی ہے۔اس لیے جن بچیوں کو گانے سننے کا شوق ہو' حقیقت میں یہ شوق ان کو گناہ کی طرف لے جانے والا شوق ہے۔اس لیے اپنے آپ کو موسیقی سے بچائیں۔شریعت نے تو یہاں تک کہا کہ جو بے پردہ پھرنے والی عورت فاسقہ ہو' پردہ دار عورت کو چاہیے کہ اس سے بھی اپنے آپ کو پردے میں رکھے۔اس لیے کہ بے پردہ فاسقہ عورت بھی محرم مرد کے حکم میں ہے۔شریعت نے منع فرمایا کہ شادی شدہ عورت کو نہیں چاہیے کہ وہ دوسری عورتوں کو لڑکیوں کو اپنے خاوند کے ساتھ گزرے ہوئے خلوت کے لمحات کی باتیں سنائے۔اگر کوئی سنائے گی تو شریعت نے کہا وہ سورنی ہے۔

سب سے بہترین عورت:

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی محفل میں بات چلی کہ سب سے بہترین عورت کون ہے؟ کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے کسی کام کے لیے' گھر جا کر بتایا کہ محفل میں یہ بات چلی ہے۔سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں بتاؤں سب سے بہتر عورت کون ہے؟ پوچھا کہ بتایئے۔فرمانے لگیں کہ وہ عورت جو نہ تو غیر محرم کو خود دیکھے اور نہ کسی غیر محرم کو دیکھنے کا موقع دے۔انہوں نے آ کر یہ جواب نبی

علیہ السلام کی خدمت میں آ کر بتا دیا۔ نبی علیہ السلام سن کر مسکرائے' فرمایا:

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّیْ

فاطمہ رضی اللہ عنہا تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ خاتون جنت فرماتی ہیں کہ سب سے بہترین عورت وہ ہوتی ہے جو خود نہ کسی غیر مرد کی طرف دیکھے اور نہ کسی غیر مرد کو اپنی طرف دیکھنے کا موقع دے۔ ہر نامحرم سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کا ایمان افروز واقعہ:

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد تھا' اس کو ایک مرتبہ کسی عورت نے بہانے سے گھر میں بلوایا کہ ایک مریض ہے اس کو پڑھ کر دم کر دیجئے۔ وہ سادہ آدمی تھا بیچارہ' جب گھر میں گیا تو دروازے بند۔ تب اس کو پتہ چلا کہ اس خاتون کی تو نیت ٹھیک نہیں۔ اب کیسے گناہ سے بچے؟ اس نے فوراً بہانہ کیا کہ مجھے Toilet جانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ Toilet میں چلا گیا۔ وہاں جا کر جو گندگی پڑی ہوئی تھی اس نے وہ گندگی اپنے جسم پر مل لی۔ جب باہر نکلا تو بو کے بھبھوکے آ رہے تھے۔ جب وہ اس عورت کے قریب آیا تو اتنی بو آ رہی تھی۔ اس نے کہا مجھے کیا پتہ کہ تم اتنے کمینے اور اتنے بیوقوف انسان ہو۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔

چنانچہ دروازہ کھولا' اس نے اپنا ایمان بچایا نکل آیا۔ اب رو رہا تھا کہ راستے میں لوگوں کو بو آئی تو میں کیا جواب دوں گا۔ سیدھا مدرسے پہنچا۔ وہاں جا کر غسل خانے میں کپڑے بھی پاک کیے' دھوئے' غسل بھی کیا اور گیلے کپڑے پہن کر حضرت کے درس کے اندر آ کر پیچھے بیٹھ گیا۔ یہ کبھی لیٹ نہیں آیا تھا' اس دن لیٹ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے درس دینے کے دوران رک کر پوچھا ارے تم میں سے آج اتنی تیز خوشبو لگا کر کون آیا۔ لڑکوں نے جب ادھر ادھر دیکھا۔ ایک لڑکے نے بتایا کہ جو یہ نیا لڑکا آیا ہے

ابھی دیر سے اس نے خوشبو لگائی ہے۔

حضرت نے قریب بلایا۔ فرمایا کہ تم نے اتنی تیز خوشبو کیوں لگائی؟ جب بار بار پوچھا تو بتانا پڑا۔ اس کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے اس نے واقعہ سنایا۔ کہنے لگا حضرت! میں نے تو اپنے دامن کو بچانے کیلئے عزت کو بچانے کیلئے اپنے جسم پر گندگی کو لگایا تھا لیکن اب میں نہا بھی چکا دھو بھی چکا جہاں جہاں گندگی لگائی تھی۔ میرے جسم کے ان ان حصوں سے خوشبو آ رہی ہے۔ چنانچہ جب تک یہ نوجوان زندہ رہا اس کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی رہی۔

کتابوں میں لکھا ہے اسی وجہ سے ان کا نام خواجہ مشکی پڑ گیا تھا۔ لوگ انہیں خواجہ مشکی کہتے تھے۔ کہ جہاں جہاں انہوں نے گناہ سے بچنے کے لیے گندگی لگائی تھی۔ ان کے جسم کی ان جگہوں سے خوشبو آیا کرتی تھی۔

حقیقی حسن:

حدیث پاک میں آتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس نے غیر محرم سے اپنی نظر کی حفاظت کی اس کو اللہ رب العزت عبادت میں لذت عطا فرما دیتے ہیں۔

یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ خوبصورت عورت کو دیکھنے سے آنکھیں خوش ہوتی ہیں۔ لیکن خوب سیرت عورت کو دیکھنے سے دل خوش ہوتا ہے۔ صورت کو سنوارنے کے بجائے اپنی سیرت کو سنواریئے۔ میں تو بچیوں کو کہتا ہوں کہ قد اونچے Heel کے جوتے بغیر بھی بڑا نظر آتا ہے اگر عورت کی شخصیت کے اندر بلندی ہو۔ آنکھیں بغیر سرمے کے بھی خوبصورت نظر آ سکتی ہیں اگر ان کے اندر حیا موجود ہو۔ پلکیں بغیر مسکارے کے بھی دلفریب ہو سکتی ہیں اگر شرم سے جھکی ہوئی ہوں۔ پیشانی بغیر بندیا کے بھی پرکشش ہو سکتی ہے اگر اس کے اوپر سجدوں کے نشان ہوں۔ انگریزی کا ایک فقرہ ہے۔

Wealth lost nothing lost

health lost something lost

character lost everything lost.

So people feel that charater is not a

Precious thisng but can buy the most precious

thing of the world with the help of your

character.

تعمیر سیرت کے چند درخشاں پہلو:

یہ بات ذہن میں بٹھالینا کہ ساری دنیا مل جائے یہ تلوار کا مقابلہ کرسکتی ہے۔ کردار کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اپنے کردار کو بنایئے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آنکھ بگڑنے سے دل کی حفاظت مشکل ہے۔ اور دل کے بگڑنے کے بعد شرمگاہ کی حفاظت مشکل تر ہے۔ عقل مند لوگ وہ ہوتے ہیں جو دوسروں کی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہیں اور بیوقوف لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنی غلطیاں کرتے ہیں۔ پھر ان کو دھکے پڑتے ہیں۔ تب ان کو سمجھ آتی ہے۔ اصولی بات یہ ہے کہ حسن ہی عورت کی تباہی کا ذریعہ بنتا ہے۔ عورت پر جتنی بھی آفتیں آتی ہیں۔ سب کی سب اس کے حسن کی وجہ سے آتی ہیں۔ اس لیے شریعت نے مردوں کو کہا کہ تم شریر عورتوں سے بے کنارر ہو اور اگر بھلی عورتیں بھی ہوں تو ان سے ہوشیار رہو۔ جیسے دل کے اوپر مصیبتیں آنکھوں کی وجہ سے آتی ہیں۔ اگر اماں حوا شجر ممنوعہ کو نہ دیکھتی تو ان کو جنت سے نہ نکلنا پڑتا۔ اگر قابیل ہابیل کی بیوی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتا تو اس کو قتل کا جرم اپنے سر پہ نہ اٹھانا پڑتا۔ اگر زلیخا یوسف کو نہ نگاہ اٹھا کر دیکھتی تو قرآن نے اس کے گناہ کے یوں کھول

کرتذکرے نہ کیے ہوتے۔ اور یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ جی فلاں کی شکل اچھی لگی، شخصیت اچھی لگی، یہ سب بکواس ہوتا ہے۔ حقیقت میں تو محبت ہوتی ہے جو انسان کی نیکی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ چہرے کی زیبائش یہ تو عارضی چیز ہے۔ آج جو بچی جوان العمر ہے اور اس کے چہرے پہ جوانی کی خوبصورتی ہے۔ ایک دو بچے ہونے کے بعد اس کے چہرے کی جاذبیت وہ نہیں رہتی اور جب ذرا اور عمر گزر جاتی ہے پھر تو اور ہی انسان کی شکل وصورت ہو جاتی ہے۔

اگر خاوند کو فقط عورت کی خوبصورتی کی وجہ سے تعلق ہوگا' پھر چند سالوں کے بعد وہ کسی اور کو ڈھونڈنا شروع کر دے گا۔ اس لیے اچھی زندگیوں کی بنیاد حسن ظاہری نہیں ہوتا۔ حسن باطنی ہوا کرتا ہے۔ اچھے اخلاق ہوا کرتے ہیں۔ ظاہری حسن فانی ہوتا ہے اور اخلاق کا حسن ہمیشہ باقی ہوتا ہے۔ ویسے بھی اگر دور سے کسی کو دیکھیں تو وہ زیادہ خوبصورت نظر آتا ہے۔ بہ نسبت قریب کے اس کو دیکھنے کے۔ اگر دور سے کسی کی آواز زیادہ دل کش معلوم ہوتی ہے بہ نسبت قریب سے سننے کے تو کہا حسن کی حقیقت فاصلہ ہے کہ انسان فاصلے سے رہے تو حسن محسوس ہوتا ہے اور قریب آئے تو حسن ختم ہو جاتا ہے۔

شہوت کی ابتداء اور انتہا:

انسان گناہ کرنے سے پہلے تو بڑا بہادر بنتا ہے۔ لیکن جب گناہ کر بیٹھتا ہے تو پھر اتنا بزدل بنتا ہے کہ پھر اس کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولتا پھرتا ہے۔ شہوت وہ شیرنی ہے جو چکھنے والے کو ہلاک کر دیتی ہے اور اصول یہ ہے کہ محبت اور عداوت کبھی چھپی نہیں رہ سکتی۔ جو انسان یہ سمجھے کہ محبت کروں گا اور چھپی رہے گی یا میری دشمنی ہے وہ چھپی رہے گی۔ وہ انسان بیوقوف انسان ہے۔

محبت اور عداوت ایسی چیزیں ہیں جو کبھی چھپی نہیں رہ سکتیں۔ شہوت کی ابتداء

چھوٹے کیڑے کی مانند ہوتی ہے' اس کو مارنا آسان ہوتا ہے اور شہوت کی انتہا پھنکارنے والے اژدھے کی مانند ہوتی ہے۔ یہ خود انسان کو ہڑپ کر جاتا ہے۔ اس لیے حسن ظاہری کو بڑھانے کی بجائے حسن باطنی اور حسن اخلاق کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ جس طرح کانٹوں کے اوپر پھول ہو تو شاخ کو خوبصورت بنا دیتا ہے۔ اس طرح جس گھر کے اندر نیک خاتون ہو وہ اس گھر کو خوبصورت بنا دیتی ہے۔ اس گھر کو باعزت بنا دیتی ہے۔

دل میں بٹھا لیجیے:

ایک بات ذہن میں رکھئے کہ انسان کو ہر چیز سے خوشی ہوتی ہے لیکن جتنی خوشی اپنے آپ سے جیت کر ہوتی ہے' اتنی خوشی کبھی نہیں ہوا کرتی۔ یہ بات پھر سنئے گا اور دل میں بٹھا لیجیے گا کہ انسان کو ہر چیز سے خوشی ہوتی ہے لیکن جتنی خوشی اپنے آپ سے جیت کر ہوتی ہے اتنی خوشی پھر کبھی نہیں ہوا کرتی۔ اس لیے نوجوان بچیوں کو چاہیے کہ اپنے آپ سے جیت کر زندگی کی خوشیوں والی بنیں اور اپنے رب کے سامنے سرخرو ہو جائیں۔

اللہ رب العزت کی نظر رحمت سے محروم عورت:

حدیث پاک میں آتا ہے اور سند کے ساتھ یہ بات کر رہا ہوں کہ جو عورت اس لیے بنی سنوری یعنی نہائی دھوئی' میک اپ کیا' اچھے کپڑے پہنے' خوشبو لگائی کہ غیر محرم اس کو دیکھ کر خوش ہو۔ اس گناہ کی یہ سزا ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیتے ہیں کہ میں قیامت کے دن اس عورت کی طرف محبت کی نظر سے نہیں دیکھوں گا۔ اب سوچیے! یہ کتنی بڑی سزا ہے۔

پھر سن لیجیے! جس عورت نے اس لیے آرائش اختیار کی' جو عورت اس لیے بنی سنوری کہ غیر مرد مجھے دیکھ کر خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ لکھوا دیتے ہیں کہ قیامت کے دن اس عورت کی طرف میں محبت کی نظر سے نہیں دیکھوں گا۔ اس لیے اپنے آپ کو غیر مردوں کی نظروں

سے بچائیے۔ اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا مددگار بن جائے اور نیکی کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور جو گناہ ہو چکے ان پر سچی توبہ کر لیجئے کہ توبہ کے دروازے کھلے ہیں۔

موت سے پہلے پہلے کسی نے کوئی بھی گناہ کیا ہو' اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتے ہیں۔ وہ تو اتنے کریم ہیں کہ بنی اسرائیل کی ایک طوائفہ تھی۔ جس نے سینکڑوں مردوں سے زنا کروایا تھا۔ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلا دیا تھا' اللہ نے اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا۔ جو پروردگار اتنا کریم ہو' اس کے کرم سے فائدہ اٹھائیے۔ پچھلے گناہوں کی معافی مانگ لیجئے۔

رمضان المبارک کی کچھ گھڑیاں باقی ہیں' یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہم ان بابرکت گھڑیوں میں سچی توبہ کر سکتے ہیں۔ سچی معافی مانگ سکتے ہیں۔ اس لیے دوستوں کے اصرار پر اس عاجز نے یہ پروگرام بنایا کہ کل کا بیان موت کے عنوان پر ہوگا۔ توبہ کے عنوان پر ہوگا۔ اور اس کے بعد جو بچیاں' جو عورتیں سچی توبہ کرنا چاہیں گی' ان کو سنت کے مطابق توبہ کے کلمات پڑھا دیے جائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں آئندہ نیکوکاری کی زندگی نصیب فرما دے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

مناجات

اک نشہ سا ہے جو چھائے ہے تیرے نام کے ساتھ
اک تسلی سی بھی آئے ہے تیرے نام کے ساتھ

عنبر و عودلٹائے ہے تیری یاد جمیل
ایک خوشبوسی بھی آئے ہے تیرے نام کے ساتھ

گویا کونین کی دولت کو سمیٹا اس نے
دل کی دنیا جو بسائے ہے تیرے نام کے ساتھ

ہے تیرا ذکر حلاوت میں کچھ ایسا کہ زبان
ایک نیا ذائقہ پائے ہے تیرے نام کے ساتھ

دل تڑپتاہے سنے جب بھی تیرانام کہیں
آنکھ بھی اشک بہائے ہے تیرے نام کے ساتھ

خوب کیا عشق الٰہی کا اثر ہوتا ہے
روح بھی وجد میں آئے ہے تیرے نام کے ساتھ

حشر کیا ہوگا بھلا ان کا تیری دید کے دن
جن کا دل جوش میں آئے ہے تیرے نام کے ساتھ

خوب جی بھر کے جو کرتا ہے تیراذکر فقیر
دل کی ظلمت کو مٹائے ہے تیرے نام کے ساتھ

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ○ (سورۃ التحریم: ۸)

خواتین سے چند اہم باتیں

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

ناشر
مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد
041-2618003

اقتباس

وہ انسان جس نے گناہ کرتے کرتے بال سفید کر لیے، کبھی نماز کے لیے مسجد میں نہ آیا اور اب اس کی بیوی بھی زندہ نہ رہی، اتنا بوڑھا ہو گیا کہ بچے بھی چلے گئے، کوئی اپنا بہن بھائی نہیں، کوئی بھی رشتہ دار نہیں، کسی کے ہاں واقفیت کی وجہ سے یہ رہتا ہے۔ انہوں نے بھی اپنے گھر سے منع کر دیا کہ آپ کی کھانسی سے ہمارے بچے پریشان ہوتے ہیں۔ بڑے میاں آپ چلے جائیں۔ انہوں نے بھی گھر سے دھکا دے دیا۔ اب اس بوڑھے کا دنیا میں کوئی بھی نہیں رہا، جائے کہاں۔ کون اس کو کھلائے اور پلائے اس کی خبر گیری کرے۔ اب لاٹھی پکڑ کے یہ گھر سے باہر نکلتا ہے۔ حالت یہ ہے منہ میں دانت نہیں، پیٹ میں آنت نہیں۔ آنکھوں میں بینائی نہیں۔ کانوں میں شنوائی نہیں، جسم میں طاقت نہیں۔ اب اگر لاٹھی کے سہارے یہ سوچتا ہے میں کہاں جاؤں تو خیال آتا ہے۔ اپنے رب کے دروازے پہ جاتا ہوں، کوئی اور دروازہ ایسا نہیں کہ جسے میں کھٹکھٹا سکوں۔ چنانچہ ہانپتے ہوئے۔ کانپتے ہوئے یہ باغی بوڑھا اگر اپنے رب کے گھر کی طرف جاتا ہے تو رب کریم اس کو طعنہ نہیں دیتے۔ تم نے جوانی کہاں ضائع کی، تیرے مال کا کیا بنا، تیرے جمال کا کیا بنا۔ تُو تو جوانی میں غیروں کے پیچھے بھاگتا پھرتا تھا۔ او حسن کی پرستش کرنے والے اب تمہیں میرا گھر یاد آیا۔ پروردگار طعنہ نہیں دیتے۔ یہ بھی نہیں پوچھتے او بوڑھے اتنی زندگی گزار کے میرے در پہ کیا لائے ہو۔ بلکہ یہ پوچھتے ہیں اے بوڑھے تم میرے در پہ کیا لینے کے لیے آئے ہو۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

خواتین سے چند اہم باتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا○ (سورۃ التحریم:۸)
سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

دو بنیادی باتیں:

اللہ رب العزت نے جب انسان کو پیدا کیا تو اس کے نفس میں خیر اور شر دونوں قسم کی باتیں رکھ دیں۔

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا﴾ (سورۃ الشمس آیت ۷-۸)

پہلے تو حکم یہ ملا کہ جو خیر کو اپنی طرف غالب کرے گا وہ اچھا انسان ہوگا اور جو شر کو اپنی طرف غالب کرے وہ برا انسان ہوگا۔ تو جو سراپا خیر ان کا نام فرشتے' جو سراپا شر اسکا نام شیطان۔ اور جو خیر اور شر کا مجموعہ اسکا نام حضرت انسان۔

ماحول کے اثرات:

دنیا کے ہر انسان کے اندر خیر بھی ہوتی ہے۔ شر بھی ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ نیک ماحول مل جائے تو اس پر خیر غالب آ جاتی ہے۔ اور غفلت کا ماحول مل جائے تو شر غالب آ جاتا ہے۔ دنیا کے بڑے سے بڑے زاہد کو بھی اگر ظلمت اور غفلت کے ماحول میں رکھا جائے تو اس کے گر جانے کے Chances موجود ہوتے ہیں۔ اور دنیا کے برے سے برے انسان کو بھی نیک ماحول میں رکھا جائے تو اس کے سدھر جانے کے Chanes موجود ہوتے ہیں۔ اس لیے اچھا انسان وہی ہے کہ جو خود بھی نیکی کی کوشش کرے اور اپنے آپ کو نیک ماحول میں رکھے۔

اللہ رب العزت کی کرم نوازیاں:

انسان نسیان کا پتلا ہے۔ جلدی بھول جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ۷۰۰ سے زیادہ مرتبہ فرمایا: ﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾

نماز قائم کرو۔ حالانکہ عظمت الٰہی کا تقاضا یہ تھا کہ پورے قرآن مجید میں ایک مرتبہ فرما دیتے کہ

﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾

تو بندے کو نماز کا قائم کرنا فرض ہو جاتا۔ اور آداب شاہی بھی یہی ہوتے ہیں کہ فرمان ایک مرتبہ جاری کیا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ میرے بندے بھولنے والے ہیں' خطا کرنے والے ہیں۔ تو شفقت کی بنا پر

﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (سورہ بقرہ آیت ۱۴۳)

اس مغفرت اور رحمت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے سات سو سے زیادہ مرتبہ نماز قائم کرنے کا حکم فرمایا۔

توبہ کے اثرات:

تو انسان اگر نیکی کے ماحول میں رہے تو اس کا نیکی پر جمے رہنا آسان ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو توبہ کرنے میں دیر نہ کرے۔ توبہ وہ عمل ہے کہ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ بلکہ اگر کوئی بہت خلوص سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کروا دیتے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا

﴿اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ﴾

گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہوتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں ہے۔ اور اگر بہت ہی نادم ہو شرمندہ ہو دل میں ندامت کی آگ جل اٹھے کہ میں نے یہ گناہ کیوں کیا مجھے ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا تو اس پر اللہ تعالیٰ کو اتنا پیار آتا ہے فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ﴾ (سورۃ الفرقان آیت: ۷۰)

تو یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کی نیکیوں میں بدل دیا۔ یہ کتنے مزے کی بات ہے۔ تو جیسے بال صفا پاؤڈر ہوتا ہے۔ یہ پاؤڈر استعمال کریں تو بال صاف ہو جاتے ہیں اسی طرح توبہ بال صفا پاؤڈر کی مانند ہے۔ جو شخص بھی توبہ کرے اس کے گناہ معاف۔ تو پھر جلدی توبہ کرنی چاہیے۔ اول تو گناہوں سے بچے اور اگر سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرے۔

پریشانی کی وجہ کیا ہے؟

گناہوں میں انسان کے لیے دنیا کی بھی ذلت ہے اور آخرت کی بھی ذلت ہے۔ اسی لیے گناہوں سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔ ہر چیز کی ایک تاثیر ہوتی ہے۔ جیسے آگ گرم ہوتی ہے۔ برف ٹھنڈی ہوتی ہے۔ یہ ان کی اپنی اپنی تاثیر ہے۔ اسی طرح گناہ کی یہ تاثیر ہے کہ وہ بندے کے دل کو پریشان کر دیتا ہے۔ چنانچہ کوئی انسان کتنا ہی رازداری

سے گناہ کیوں نہ کرے کوئی سمجھانے والا نہیں' کوئی روکنے والا نہیں' کوئی ہٹانے والا نہیں' گمراہی کے مواقع بھی موجود ہیں۔ جو جی میں آئے وہی انسان کر رہا ہے۔ اپنے ذہن کے مطابق اپنی Life کو Enjoy کر رہا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس بندے کے دل کو اللہ تعالیٰ پریشان کر دیتے ہیں۔ بس یوں سمجھ لیں کہ اللہ کے پاس کچھ پریشانی کی مقدار بندھی ہوئی ہے ہم اگر گناہ کا ارتکاب کریں گے۔ پریشانی ہمیں چمٹ جائے گی اور اسی وجہ سے پھر زندگی میں سکون نہیں ہوتا۔

سکون حاصل کیوں نہیں؟

کتنے لوگ ہیں جو Multi Millionaire (کروڑ پتی' لکھ پتی بے حد دولت مند) ہوتے ہیں مال پیسے کی بہتات ہوتی ہے۔ لیکن دل میں سکون نہیں ہوتا۔ راتوں کو نیندیں بھی نہیں آتیں۔ گولیاں کھا کھا کے سونا پڑتا ہے۔ ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں رانوں کے اوپر کمبل لے کر کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔ نیند کی منتیں کرتے ہیں اور نیند آتی نہیں۔

ان سے پوچھیں کہ بھئی آپ کو مسئلہ کیا ہے؟ کہیں گے کہ ظاہر میں مسئلہ تو کوئی بھی نہیں۔ اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔ جو چاہتے ہیں کھاتے ہیں' جو چاہتے ہیں پیتے ہیں۔ جس کے ساتھ چاہتے ہیں سو جاتے ہیں مگر حالت یہ کہ دل میں پھر بھی اطمینان نہیں ہے یہ جو بے چینی دل میں لگی رہتی ہے۔ یہ جو ڈپریشن ہوتی ہے۔ اس کی آخر وجہ ہوتی ہے۔ اور وہ وجہ گناہوں کی نحوست ہے۔ غریب آدمی تو زندگی میں ایک دفعہ مرتا ہے ایسے غفلت کی زندگی گزارنے والے امیر وہ تو ایک دن میں کتنی دفعہ جیتے ہیں اور کتنی دفعہ مرتے ہیں۔ اتنے پریشان ہوتے ہیں کسی کو بتا بھی نہیں سکتے اگر ڈپریشن اور خودکشی کرنا جائز ہوتی تو سب سے زیادہ خودکشی کے لیے دنیا کے امیر تیار ہوتے۔ کسی کو inexcite ستی ہے۔ کسی کو ڈپریشن ہے' کسی کو ٹنشن ہے۔

حیرت انگیز نکتہ:

آپ ذرا غور کریں کہ یہ تینوں انگریزی کے لفظ ہیں اور ہماری اردو کی زبان میں بھی اسی طرح استعمال ہوتے ہیں۔ گویا ان کا ہم معنی ہماری زبان میں کوئی لفظ تھا ہی نہیں۔ لہٰذا انگلش کے انہی الفاظ کو ہم نے اپنی زبان میں استعمال کرنا شروع کر دیا تو یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کی زندگی میں نہ کوئی ڈپریشن ہوتی تھی' نہ ٹینشن ہوتی تھی نہ Inexcite سستی ہوتی تھی اگر یہ کیفیتیں ہوتیں تو بھی اس کے لیے کوئی نہ کوئی لفظ بنا لیتے۔ جب لفظ ہی نہیں بنایا تو اس کا مطلب ہوا کہ یہ مصیبتیں ہماری زندگی میں اس وقت سے ہیں جب سے ہم نے حکم خداوندی کو Ignore نظر انداز کرنا شروع کر دیا۔ جب سے ہم نے یہودیوں کے طور طریقوں کو اپنانا شروع کر دیا تب سے ان کی زندگی کی کیفیات بھی ہماری زندگیوں میں آنا شروع ہوگئیں۔

گناہ سے بچنے کا فائدہ:

جو بندہ گناہوں سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دل کا سکون عطا فرما دیتے ہیں۔ کھانے کو روٹی نہ ملے' فاقہ ہو مگر اس بندے کا دل مطمئن ہوگا' اس کا دل پریشان نہیں ہوگا۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

ذاتی مشاہدہ:

ہم نے ایک مرتبہ مسجد کا لینٹر ڈالا' جولائی اگست کا مہینہ تھا۔ اتنی گرمی' اتنی گرمی' توبہ توبہ۔ دوپہر کے وقت تو دھوپ میں چند منٹ نہیں کھڑے ہوا جاتا تھا۔ ہم نے ایک بجے کے قریب چھٹی کر دی۔ کام کرنے والے لوگ دو تین گھنٹہ کے لیے آرام بھی کر لیں' نماز پڑھ لیں' کھانا کھا لیں۔ اور Fresh ہونے کے بعد دوبارہ کام شروع کر دیں گے۔

تو میں نے دیکھا کہ باہر کنکریٹ کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اب بتائیں کہ جب ٹمپریچر 50,49 ڈگری سلیئس ہو۔ اس وقت تو باہر زمین بھی گرم ہوتی ہے اور اگر کنکریٹ کا ڈھیر ہو تو کنکریٹ پتھر تو بہت گرم ہوتا ہے۔ تو میں نے اس کنکریٹ کے ڈھیر پر ایک مزدور کو آرام کی نیند سوئے ہوئے خراٹے لیتے ہوئے دیکھا۔ اس کو دیکھ کر بے اختیار میری زبان سے شعر نکلا:

کتنی تسکین ہے وابستہ تیرے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پہ بھی آجاتی ہے آرام کے ساتھ

تو جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں۔ ان کو گرمیوں کی کڑکتی دھوپ میں کنکریٹ کے ڈھیر پر بھی آرام کی نیند آتی ہے۔ اور جو من مانیاں کرتے پھرتے ہیں۔ ان کو ائیر کنڈیشنڈ ساؤنڈ پروف کمروں میں بھی نیند نہیں آتی۔ حقیقت کیا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا دل پریشان کر دیتے ہیں۔

سبق آموز مثال:

میں اپنے دوستوں کو بعض اوقات ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ بچپن میں اپنے بڑوں کے ساتھ ایک ولیمہ کی دعوت میں جانا ہوا کسی بڑے ہوٹل میں تو انہوں نے بوفے سسٹم کیا ہوا تھا تو دیکھا کہ بڑی بڑی تھال میں جن کے اندر سالن ہے' کھانا ہے اور اس کے نیچے انہوں نے بتی جلائی ہوئی ہے۔ اب ہر تھال کے نیچے ہم نے بتی پہلی مرتبہ جلتے دیکھی تو اس مینجر سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا کہ جی باراتیوں کو کھانا کھانے میں دو تین گھنٹے لگیں گے لوگ آتے رہیں گے۔ کھا کے جاتے رہیں گے۔ تو ہم نے ہر کھانے کے نیچے اس لیے بتی جلائی کہ کھانا مستقل گرم رہے۔ وہ بچپن کی سنی ہوئی بات ایسی ذہن میں بیٹھ گئی کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جو بندہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی

زندگی میں بتی جلا دیتے ہیں اور وہ بتی اس کو گرم رکھتی ہے۔Heat ملتی رہتی ہے۔

کبھی اولاد کو اللہ تعالیٰ بتی بنا دیتے ہیں۔ بیٹا ہے پڑھتا نہیں' توجہ نہیں دیتا' غصہ زیادہ کرتا ہے۔ ہٹ دھرم ہے' ضدی ہے' کام چور ہے' اب کہنے کو بیٹا مگر دل جلتا ہے۔ اس کی حالت دیکھ کے' کبھی اللہ تعالیٰ بیٹی کو ایسی بنا دیتے ہیں۔ کہنے کو بیٹی ہے مگر اس کی توجہ دوستیاں لگانے کی طرف ہو جاتی ہے۔ اب ماں اپنی بیٹی کی یہ حالت کسی کو بیان بھی نہیں کر سکتی۔ چھپ چھپ کر روتی ہے۔ تنہائیوں میں اللہ سے مانگتی ہے۔ بیٹی کیا ملی کوئی مصیبت گھر میں پال لی۔ اس نے تو ماں کا جینا حرام کر دیا۔ ہر وقت اس پر پہرا دو پتا نہیں یہ کیسی روح پیدا ہوگئی۔ تو ماں جب پریشان ہوتی ہے کبھی اس پر بھی اس نے سوچا کہیں ایسا تو نہیں کہ میری خطاؤں کی وجہ سے اللہ نے اس کو Heat source بنا دیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے مجھے پریشانی مل گئی۔ کبھی کسی کو اولاد ہوتی ہی نہیں۔ اس کے لیے یہ چیز بتی بن جاتی ہے۔ کبھی کسی کے لیے خاوند بتی بنتا ہے۔ اور اگر خاوند بگڑ جائے یا خاوند بیوی کو پریشان کرنا شروع کر دے تو اس عورت کی تو دنیا میں کوئی حالت ہی نہیں ہوتی۔ جس سے محبت کی توقعات ہوتی ہیں۔ جب وہی دل جلانا شروع کرے تو دل پہ کیا گزرتی ہے۔ وہ عورت کسی کو بتا بھی نہیں سکتی۔ کس کے سامنے بات کھولے' کس کو اپنی من کی حالت بتائے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کے خاوند کو اس کے لیے Heat Source بنا دیتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پہ تنقید۔ کھانا ٹھنڈا کیوں ہو گیا؟ مرچ کم کیوں ہوگئی؟ نمک زیادہ کیوں ہو گیا؟ یہ تو ایسے ہی ہے کہ تم آٹا گوندھتے ہلتی کیوں ہو۔

ایک خاوند کا انوکھا انداز:

ہمیں ایک خاوند ایسا بھی ملا جو اپنی بیوی سے سخت ناراض' کئی کئی مہینے اس سے بات نہیں کرتا تھا۔ اس کو تو گویا اس نے جیل میں رکھا ہوا تھا۔ تو جب پتا چلا تو ہم نے اسکو بلا کر

سمجھایا پوچھا کہ بھئی مسئلہ کیا ہے۔تو اس کو اعتراض یہ تھا کہ بس میری بیوی میں عقل ہی نہیں۔جو کہتا ہوں بس وہی کرتی ہے۔ہم بات سن کے حیران ہو گئے کہ خاوند کو اس بات پہ اعتراض ہے کہ بس جو میں کہوں وہی کرتی ہے۔حالانکہ یہ تو صفت ہے مگر اس کو اس پہ بھی غصہ کہ جی بس جو کہو وہی کرتی ہے۔

گناہوں کی نحوست:

کئی مرتبہ خاوند دوستوں میں بہت زیادہ ہنسنے کھیلنے مسکرانے والا' گھر میں آتا ہے تو ایسے چہرے کے اوپر اس کے غصہ ہوتا ہے کہ جیسے پتا نہیں گھر والوں نے کیا قصور کر دیا۔ اس کی مسکراہٹ کو بیویاں ترس جاتی ہیں۔تو پریشانی کی زندگی۔حالانکہ اس کی بیوی اچھی بھی ہوتی ہے۔کام بھی کرتی ہے' نیک بھی ہوتی ہے۔مگر چھپے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے خاوند کو اس کے لیے بتی بنا دیتے ہیں۔کئی مرتبہ خاوند تو ٹھیک ہے کام چور ہوتا ہے۔ کام کوئی نہیں کرتا۔احساس ذمہ داری نہیں ہوتی۔اور کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ کوئی حاسد بھی پیدا کر دیتے ہیں۔کسی کی بہن حسد کرنا شروع کر دیتی ہے۔کسی کی پڑوسن حسد کرنا شروع کر دیتی ہے۔کہیں کوئی ساس بنی ہے تو بہو ایسی مل گئی کہ بتی بن گئی اور کہیں بہو ہے تو اس کو ساس ایسی ملی کہ بتی بن گئی۔ جینا حرام کر دیتی ہیں۔اب بندہ پریشان ہوتا ہے کہ کیا مصیبت ہے زندگی۔لیکن وہ اس چیز کو نہیں سوچتا کہ یہ میرے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بھی اللہ رب العزت کے حکموں کو پورا کرنے میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی میں نے دیکھا کہ اس کے بدلے میں جو میرے ماتحت تھے انہوں نے میری اطاعت کرنے سے کوتاہی کی۔ادھر میں نے کبیرہ گناہ کیا۔ ادھر بیوی نے میری نافرمانی کی۔یا اولاد نے نافرمانی کی یا نوکروں نے نافرمانی کی یا کم

از کم میرے سواری کے جانور گھوڑے یا گدھے نے میری نافرمانی کی۔ جیسے کہتے ہیں کہ ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے تو گناہ ایک عمل ہے اس کا ردعمل ہو کے رہتا ہے۔ گناہ کرنے کا اختیار بندے کے پاس ہے لیکن اس کے ردعمل کو روکنے کا اختیار نہیں ہے۔ ہاں سوائے اس کے کہ انسان فوراً اپنے رب سے معافی مانگ لے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے' قصور اپنا نکل آیا

ہماری قابل افسوس حالت:

آج کل تو حالت یہ ہے کہ بس جادو ٹونے ہیں' کاروبار کسی نے باندھ دیا ہے جی' بچی کا رشتہ کسی نے باندھ دیا ہے جی' حالات ہمارے اچھے نہیں کسی نے کچھ کر دیا ہے۔ او اللہ کی بندیوں کیوں کسی کو چھوٹا رب بناتی ہو' کوئی رزق کو کم کر سکتا ہے' کوئی باندھ سکتا ہے۔ نہ کوئی عزتیں دے سکتا ہے' نہ کوئی ذلتیں دے سکتا ہے۔ یہ سب کام پروردگار کے ہاتھ میں ہوتا ہے ہمیں اگر یہ مصیبتیں پیش آتی ہیں تو ہمارے اپنے کرتوت ہوتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو تو دیکھتے نہیں۔

جب کہا میں نے کہ یا اللہ تو میرا حال دیکھ
حکم آیا میرے بندے نامہ اعمال دیکھ

تو ہم اپنے نامہ اعمال کو تو دیکھتے نہیں' نمازوں میں ہم نے سستی کر لی۔

پریشانی کیوں آتی ہے؟

پردے میں ہم نے کوتاہی کر لی' احساس ہی نہیں کہ رب کریم نے پردے کا حکم دیا۔ او جی یہ تو کزن ہیں ہمارے اپنے ہیں۔ اور یہ تو اپنے رشتے دار ہیں' برادری ہے۔ اب اگر عورت اس طرح اللہ کے حکموں کو پامال کرے گی اور غیر محرم مردوں کے سامنے آئے گی تو پھر یہ کیا کہے گی کہ میں پریشان کیوں ہوں۔ پریشان تو خود اپنے عمل کی وجہ سے ہوگی۔

کتنے گھر ہیں جن میں ٹی وی کی سکرین پر روز تماشے دیکھے جاتے ہیں۔ کتنے گھروں کے اندر موسیقی کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ انٹرنیٹ پہ چیٹنگ ہوتی ہے' نمازوں سے بے پرواہی' گھر کے افراد اگر دس ہیں تو مشکل سے دو یا تین ہوں گے جو تلاوت باقاعدگی سے کرتے ہیں۔ باقیوں کو تلاوت کی فرصت ہی نہیں۔

شریعت سے دوری:

اپنی بیٹیوں کو بن سنور کے اپنے ساتھ بازار مارکیٹ میں لے کے جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے شہر میں تو شاپنگ نہیں کر رہے ہم تو دوبئی میں کر رہے ہیں۔ تو کیا دوبئی میں خدا کا قانون لاگو نہیں ہے۔ بس اتنی سی بات وہاں واقف دیکھنے والا کوئی نہیں تو بیٹی بھی ننگے سر پھر رہی ہے۔ ماں بھی ننگے سر پھر رہی ہے اور اس کو پھر گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

لمحہ فکریہ:

اگر آپ غور کریں تو کتنی ہماری کوتاہیاں ایسی ہیں کہ جن کی بنا پر یہ مصیبتیں ہمارے اوپر آتی ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن عظیم الشان میں فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (سورۃ الروم: ۴۱)

خشکی اور تری میں جو فساد نظر آتا ہے یہ انسانوں کے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا سنیے اور دل کے کانوں سے سنئے

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ﴾

جو بھی تمہیں مصیبت پہنچتی ہے۔ وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہوئی ہے۔

﴿وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ﴾ (سورہ الشوریٰ آیت ۳۰)

اور کتنی تمہاری کوتاہیاں تمہیں معاف کر دیتے ہیں۔ اگر وہ معاف نہ کرتے تو تمہیں تو جینے کا حق ہی نہ ملتا۔ تم اس قابل تھے کہ اس دنیا میں جی سکتے۔ جس مالک کا دیا کھاتے ہو'

جس مالک کی دی ہوئی زندگی گزار رہے ہو اسی خدا کے حکم کی نافرمانی۔

رحمتِ خداوندی:

یہ تو بس اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے ہمیں زندگی بخشی ہوئی ہے ورنہ تو شکلیں مسخ ہو جاتیں۔ زمین کو حکم ملتا کہ ان کو دھنسا لو اپنے اندر۔ اور پتا نہیں سر کے اوپر پتھروں کی بارش ہو جاتی' کیا کیا ہوتا۔ یہ تو نبی علیہ السلام' نبی رحمت کی رحمت العالمینی کا حصہ ہے کہ شکلوں کے مسخ ہونے سے ہم بچے ہوئے ہیں۔

ورنہ تو اور بھی تو قومیں تھیں۔ گناہ کیا تو ان کے چہروں کو اللہ نے بندر اور خنزیر کی طرح بنا دیا۔

﴿فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۶۵)

اسی طرح کے گناہ ہم کرتے پھر رہے ہیں۔

پہلی قوموں کے اعمال اور انجام:

شعیب علیہ السلام کی قوم میں ناپ تول کی کمی بیشی تھی۔ اللہ نے زلزلے سے مٹا کے رکھ دیا۔ قوم عاد کے اندر تکبر تھا اللہ نے ہوا کے ذریعے سے ان کو مٹا کے رکھ دیا۔ قوم ثمود کے اندر بھی اسی طرح کا معاملہ تھا۔ اک چیخ آئی اللہ نے سب کو موت کی نیند سلا دیا۔ آج ہم اگر اپنی زندگیوں میں دیکھیں تو یہ سب کے سب گناہ ہمارے اندر موجود ہیں۔ مگر اللہ رب العزت کی طرف سے عذاب کے آنے کو ٹال دیا گیا۔ نبی علیہ السلام کی دعاؤں کی وجہ سے۔

قیمتی نصیحت:

اکثر لوگ تو یہ سوچتے ہیں جی کہ ہمارے خلاف کسی نے جادو کر دیا۔ تعویز کر دیے یہ ہمارے حساب سے تو ننانوے فیصد باتیں غلط ہوتی ہیں۔ عملیات والوں کے پیچھے کبھی نہ جائیں۔ وہ پروفیشنل (Professional) قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ آپ کو ڈرائیں گے نہیں تو آپ کی جیب سے پیسے کیسے نکالیں گے۔ تو وہ پہلے ڈراتے ہیں کہ جی

آپ کو تو بہت زبردست جادو کر دیا گیا ہے۔ اب جب زبردست جادو آپ نے سن لیا تو زبردست رقم نکال کے آپ نے دے دی۔ ان کا کام بن گیا۔ وہ تو بندے کو Confuse کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر ہمارے حالات کے بگاڑ کا دارو مدار ہمارے اپنے اعمال ہوتے ہیں۔ ہم سدھر جائیں اللہ تعالیٰ حالات کو سدھار دیتے ہیں۔

پریشانی کا حل استغفار:

ہم میں ایسے لاڈلے' نازنین ہیں ہم شرط لگاتے ہیں نہیں پہلے حالات ٹھیک ہوں پھر ہم ٹھیک ہو جائیں گے۔ پریشان ہیں کسی کو پوچھو کہ مسجد میں کیوں نہیں آتے کہتے ہیں کہ جی اچھا بس کچھ کام ہے۔ پریشانی ہے' ٹھیک ہو جائے گی تو میں آ جاؤں گا۔ کیا مطلب؟ کہ پہلے اللہ تعالیٰ میرے حالات کو ٹھیک کریں پھر میں اللہ کے گھر کی طرف چل کے آؤں گا۔ یہ تو ہماری حالت ہے۔ تو اس لیے اکثر و بیشتر آج جو پریشانیاں ہیں وہ انسانوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے۔ اسکا ایک ہی حل ہے استغفار کر لیجئے توبہ کر لیجئے۔ اور پھر اپنی زندگی میں برکتوں کو اترتے اپنی آنکھوں سے دیکھئے۔ یہ کوئی طفل تسلی والی بات نہیں' کہ بچے کو تسلی دے رہے ہیں ایک حقیقت بیان کر رہے ہیں۔

دین میں کامیابی ہے:

آج اگر کوئی عورت دل میں یہ عہد کر لے کہ میں نے آج کے بعد اپنے مولا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرنی' کوئی کام میں نے خلاف سنت نہیں کرنا' وہ دیکھ لے گی اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ اس کے مسئلوں کو حل فرما دیں گے سکھ اور سکون کی زندگی عطا فرما دیں گے۔ بہت چیزوں کا آپ تجربہ کرتی ہیں۔ اسکا بھی تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ ہم تو ڈنکے کی چوٹ پہ یہ بات کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ قرآن مجید یہ بتا رہا ہے۔

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا﴾

اگر یہ گلی، بستی دیسوں والے ایمان لاتے تقوی کو اختیار کرتے۔

﴿لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ (سورۃ الاعراف آیت ۹۶)

اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے ان کے لیے کھول دیتے۔

گناہ کے نقصانات:

گناہ کے اندر کچھ تاثیر ہوتی ہے۔

☆......ایک تو تاثیر یہ کہ گناہ بندے کے دل کو پریشان رکھتا ہے۔

☆......دوسری گناہ کی تاثیر یہ ہے کہ بندے کی زندگی سے برکت نکل جاتی ہے۔ کسی چیز میں برکت نہیں رہتی۔

بے برکت زندگی:

دیکھنے کو بہت مال پیسہ ہے برکت نہیں ہے۔ کہنے کو جوانی کی عمر ہے صحت میں برکت نہیں ہے۔ ان بیس بائیس سال کی بچیوں کو ہم نے دیکھا کہ جوڑوں میں درد ہے، سانس پھول جاتا ہے۔ میں بے ہوش ہونے لگتی ہوں۔ اللہ کی بندی یہ بائیس سال کی عمر بھی کوئی ایسی عمر ہے کہ جس میں یہ بیماریاں ہوں۔ صحت میں سے برکت نکل گئی۔ وقت میں برکت نہیں ہوتی کہتی ہے جی میں کام سمیٹنا چاہتی ہوں لیکن کام میرے سمٹتے ہی نہیں۔ وقت میں برکت ہی نہیں۔ قوت حافظہ میں برکت نہیں رہتی۔ بھلکڑ بن جاتے ہیں۔ ایک کام کرنا تھا وہ جب خاوند نے آکر پوچھا کیا بنا تب خیال آیا وہ تو کام کیا نہیں۔ اب ڈانٹ تو پڑنی ہے۔ اب بے عزتی تو ہونی ہے۔ تو یہ پریشانی کہ جی میں بھولتی بہت ہوں۔ اصل میں یہ برکت نکل گئی۔ صحت سے بھی برکت وقت سے بھی برکت، رزق میں سے برکت، ہر چیز میں سے جب برکت نکل جاتی ہے تو پھر بندے کا یہی حال ہوتا ہے۔ دوڑ دوڑ کے بھاگ بھاگ کے بیچاری کام سمیٹنے کی کوشش کرتی ہے اور کام سمٹتے نہیں ہیں۔ گھر کے جتنے افرد

اتنے بیمار۔ آج ایک ڈاکٹر کے پاس گیا اور ابھی اس کو شفا نہیں ہوئی تو دوسرا بیمار جب دوسر اجانا شروع کر دیتا ہے تو تیسرا بیمار۔ ایسے لگتا ہے کہ جیسے لائن ہی لگی ہوئی ہے۔ یہ اصل میں بے برکتی کی علامت ہے تو گناہ کی ایک تاثیر تو یہ ہے کہ بندے کا دل پریشان رہتا ہے۔ اور دوسری تاثیر اس کی یہ ہے کہ بندے کی زندگی سے برکت نکل جاتی ہے۔ کسی کام میں برکت نہیں ہوتی۔ محنت بھی کرلو کوشش بھی کرلو دوڑ بھاگ بھی کرلو نتیجے میں، فاقے ہوتے ہیں' خاوند کی گھوریاں ہوتیں ہیں۔ ساس کے طعنے ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کے الزام ہوتے ہیں۔ برکت ہی نہیں کسی چیز میں پھر اپنے آپ سے تنگ ہو کے کہتے ہیں کہ جی اس سے تو مرجانا بہتر ہے۔ تو واقعی بات ٹھیک ہے اگر ہم نے گناہوں کی جان نہیں چھوڑنی تو مصیبتوں نے بھی ہماری جان نہیں چھوڑنی یہ معاملہ ہمارے اختیار میں ہے۔

اللہ رب العزت کی فرمانبرداری پر انعام:

آج کی اس مجلس میں ہم دل میں یہ عہد کرلیں کہ ہم نے اپنے مولا کی آج کے بعد نافرمانی نہیں کرنی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے وقت میں بھی برکت دیں گے۔ صحت میں بھی برکت دیں گے' دین میں بھی برکت دیں گے اور عزت میں بھی برکت دیں گے۔ ہر بندہ آپ کی عزت کرے گا۔ جس عزت کو آپ ڈھونڈتی پھرتی ہیں۔ کہ میری تو سسرال میں کوئی عزت ہی نہیں۔ آپ دیکھنا آپ اللہ کے حکم کی عزت کریں اللہ تعالیٰ آپ کو انسانوں اور لوگوں کے درمیان عزتیں عطا فرمائیں گے۔ تو گناہوں کے دو نقصانات اتنے واضح ہیں کہ ان کو سن کے تو بندے کو فیصلہ کر لینا چاہیے کہ آج کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرنی۔

دعا قبول کیوں نہیں ہوتی:

یہ جو ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں' روز مانگتے ہیں۔ صبح بھی شام بھی' دن بھی رات

بھی اور قبولیت کے آثار ظاہر نہیں ہوتے۔ After all یہ کہاں پہ Zong لگا ہوتا ہے کہ دعا اوپر جاتی ہی نہیں۔ یہ گناہوں کا Zong لگا ہوتا ہے۔ جیسے کسی پرندے کو رسی سے باندھ لیں اڑ ہی نہیں سکتا۔ ہماری دعائیں ہمارے گناہوں کی رسیوں میں ایسے جکڑی جاتی ہیں۔ وہ اوپر اڑنا چاہتی ہیں اڑ نہیں سکتیں۔

قبولیت دعا کا راز:

اس لیے ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعاؤں کو رد کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ تو آج کی اس محفل میں آپ ارادہ کر لیجئے کہ ہم نے آج کے بعد اپنے علم اور ارادے سے اپنے مالک کی نافرمانی نہیں کرنی۔

انوکھی مثال:

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ دیکھیں ایک گھر ہو تو خاوند کا اس میں کتنا تھوڑا سا اختیار ہے کہ گھر اس نے بنایا، خرچہ وہ دیتا ہے، باپ کہلاتا ہے، کسی کا خاوند کہلاتا ہے۔ وہ خاوند جو دیکھتا ہے۔ اپنے گھر میں کسی کو کہ میری مانی نہیں جارہی تو کہتا ہے کہ اچھا اس گھر میں تم رہو گے میں بھی دیکھتا ہوں کیسے تم خوش رہتے ہو۔ تو جب ایک چھوٹے سے گھر میں ایک انسان دوسرے کو یہ کہتا ہے کہ تم اگر میری بات نہیں مانو گے تو تم کیسے یہاں ٹھیک رہ سکتے ہو۔ فیکٹری کا منیجر مزدور کو کہتا ہے اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو میں دیکھتا ہوں تم یہاں رہو گے کیسے؟

تو آپ کیا سوچتے ہیں اللہ رب العزت جس نے ہمیں پیدا کیا، سب نعمتوں سے نوازا اگر ہم اس کے ہی حکموں کو توڑتے رہیں گے تو کیا پھر ہم خوشیاں مناتے پھریں گے۔ پھر پروردگار کی طرف سے بھی یہی ہوتا ہے کہ بندے گناہ تو تو نے کر لیا اب میں بھی دیکھتا ہوں تم خوش کیسے ہوتے ہو۔ کرتا کوئی ہے اور بدنامی کسی کے ذمے۔ پھر روتی ہیں کہ

جی میں نے تو کچھ نہیں کیا۔ بھئی آپ نے جو اللہ کے حکموں کی نافرمانی کر لی وہی کچھ کافی ہے۔ اب اللہ نے بے عزتی آپ کے سر پہ ڈالنی ہے، پریشانی آپ کے سر پہ ڈالنی ہے۔ اور آپ خوامخواہ پھر یہ کہیں گی کہ میرے اوپر یہ مصیبت آ گئی۔

حدیث قدسی:

اس لیے جو انسان بھی تقویٰ، طہارت کی زندگی گزارے گا، نیکوکاری، پرہیزگاری کی زندگی کو اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی۔ حدیث پاک میں آتا ہے اے بندے ایک تیری مرضی ہے۔ ایک میری مرضی ہے۔ اگر تو چاہے کہ پورا ہو وہ جو تیری مرضی ہے تو اے بندے میں تجھے تھکا بھی دوں گا۔ اور تیری مرضی کو بھی پورا نہیں ہونے دوں گا۔ اور اگر تو چاہے کہ پورا ہو جو میری مرضی ہے اے میرے بندے میں تیرے کاموں کو بھی سنوار دوں گا اور تیری مرضی کو بھی پورا کر دوں گا۔

کتنے بڑے ہیں حوصلے پروردگار کے:

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اللہ سے آج صلح کر لیں۔ یہ گناہ اللہ رب العزت کے ساتھ جنگ کرنے کی مانند ہیں۔ اس لیے تو فرمایا کہ جو سودی کاروبار کرتے ہیں۔

﴿فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ﴾ (سورۃ البقرہ آیت ۲۷۹)

تو ہم معصیت کے ذریعے اب تک نافرمانیاں کرتے پھر رہے ہیں۔ آج ہم توبہ کے ذریعے اپنے مالک کے ساتھ صلح کرتے ہیں۔ اور آئندہ نیکوکاری، پرہیزگاری کی زندگی گزارنے کا ارادہ کر لیتے ہیں۔ آپ یہ نیت کر لیں پھر دیکھیں اللہ رب العزت کی مدد کیسے ہوتی ہے۔ وہ پروردگار قرآن عظیم الشان میں فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾ (سورۃ انفطار آیت ۶)

اے انسان تجھے تیرے کریم پروردگار سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا۔ حالانکہ

حق تو یہ بنتا تھا کہ جو بندہ حق تعالیٰ کے در سے پیٹھ پھیر کے جاتا اس کو پیچھے سے اک لات لگائی جاتی کمر میں اور دروازہ بند کر کے کہا جاتا۔ اے بدبخت آج کے بعد تیرے لیے یہ دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔ مگر میرا مولا کریم ہے۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (سورہ بقرہ آیت ۱۴۳)

وہ پیٹھ پھیر کے جانے والے کے لیے دروازے بند نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾ (سورۃ انفطار آیت ۶)

اے انسان تجھے تیرے کریم پروردگار سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا۔

جس طرح کوئی چھوٹا معصوم بچہ ماں باپ سے روٹھ جائے تو وہ اس کو گود میں لے کے پیار کرتی ہے۔ مناتی ہے کہ بیٹا اپنی ماما سے نہیں روٹھا کرتے۔ بالکل یہی انداز ہے اس پروردگار کا۔ اے انسان تجھے تیرے کریم پروردگار سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا۔ کیوں دھکے کھاتا پھرتا ہے۔ کیوں بدنامیاں لیتا پھرتا ہے۔ کیوں پریشانیاں لیتا پھرتا ہے۔ کیوں تجھے زندگی میں سکون نہیں۔ آؤ سکون میری ذات سے ملے گا۔ تمہیں زندگی میں عزتیں مجھ سے ملیں گی۔ عزت تو میرے ہاتھ میں ہے۔ آؤ میرے در کی طرف میں تمہیں پرسکون زندگی عطا کروں گا۔

تو ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ رب العزت کے در کی طرف آئیں پروردگار فرماتے ہیں:

﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ﴾ (سورہ زمر آیت ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔ تو جب اللہ ہمارے لیے کافی ہے کیا ضرورت ہے عاملوں کے پیچھے بھاگنے کی، کیا ضرورت ہے کسی اور کے پیچھے جانے کی، اپنے رب کو منا لیجئے اور دل میں یہ بات بٹھا لیجئے کہ میرا اللہ میرے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکوکاری کی زندگی عطا فرما دے۔

اللہ رب العزت کی بندے سے محبت:

پروردگار تو ابھی بھی چاہتے ہیں کہ ہم گناہوں سے توبہ کرلیں۔اسی لیے تو فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾ (سورۃ التحریم آیت ۸)

تو اے ایمان اللہ کے سامنے سچی توبہ کرلو۔ اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ بچھڑے ہوئے بیٹے کا انتظار ماں اتنا نہیں کرتی جتنا بگڑے ہوئے بندے کا انتظار اس کا پروردگار کرتا ہے۔اور اگر کسی ماں کا بیٹا بچھڑ جائے آپ جانتی ہیں اس کی حالت کیا ہوتی ہے۔نہ کھانا اچھا لگتا ہے نہ پینا اچھا لگتا ہے۔نہ نیند آتی ہے۔کہیں سکون نہیں ملتا۔ماں اپنے بیٹے کے انتظار میں ہوتی ہے۔کہیں سے خبر آجائے اگر تھکاوٹ کی وجہ سے ذرا اونگھ آبھی گئی اور دروازہ کھٹکا ماں فوراً بیٹھتی ہے کہیں میرا بیٹا نہ آگیا ہو، ماں کو اگر اپنے بچھڑے بیٹے کا اتنا انتظار ہوتا ہے۔تو پھر بگڑے بندے کا انتظار پروردگار کو کتنا ہوگا۔

بے سہاروں کا سہارا کون:

اسی لیے وہ انسان جس نے گناہ کرتے کرتے بال سفید کر لیے' کبھی نماز کے لیے مسجد میں نہ آیا اور اب اس کی بیوی بھی زندہ نہ رہی' اتنا بوڑھا ہوگیا کہ بچے بھی چلے گئے' کوئی اپنا بہن بھائی نہیں' کوئی بھی رشتہ دار نہیں' کسی کے ہاں واقفیت کی وجہ سے یہ رہتا ہے۔انہوں نے بھی اپنے گھر سے منع کر دیا کہ آپ کی کھانسی سے ہمارے بچے پریشان ہوتے ہیں۔بڑے میاں آپ چلے جائیں۔انہوں نے بھی گھر سے دھکا دے دیا۔اب اس بوڑھے کا دنیا میں کوئی بھی نہیں رہا' جائے کہاں۔کون اس کو کھلائے اور پلائے اس کی خبر گیری کرے۔اب لاٹھی پکڑ کے یہ گھر سے باہر نکلتا ہے۔حالت یہ ہے منہ میں دانت نہیں' پیٹ میں آنت نہیں۔آنکھوں میں بینائی نہیں۔کانوں میں شنوائی نہیں' جسم میں طاقت نہیں۔اب اگر لاٹھی کے سہارے یہ سوچتا ہے میں کہاں جاؤں تو

خیال آتا ہے۔اپنے رب کے دروازے پہ جاتا ہوں کوئی اور دروازہ ایسا نہیں کہ جسے میں کھٹکھٹا سکوں۔چنانچہ ہانپتے ہوئے۔کانپتے ہوئے یہ باغی بوڑھا اگر اپنے رب کے گھر کی طرف جاتا ہے تو رب کریم اس کو طعنہ نہیں دیتے۔تم نے جوانی کہاں ضائع کی تیرے مال کا کیا بنا' تیرے جمال کا کیا بنا۔تُو تو جوانی میں غیروں کے پیچھے بھاگتا پھرتا تھا۔او حسن کی پرستش کرنے والے اب تمہیں میرا گھر یاد آیا۔پروردگار طعنہ نہیں دیتے۔یہ بھی نہیں پوچھتے او بوڑھے اتنی زندگی گزار کے میرے در پہ کیا لائے ہو۔بلکہ یہ پوچھتے ہیں اے بوڑھے تم میرے در پہ کیا لینے کے لیے آئے ہو۔جو اتنا کریم پروردگار ہے کہ اس بوڑھے کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿واذا آتانی یمشی اتیتہ ھرولۃ﴾

اگر وہ چل کے میرے گھر کی طرف آتا ہے میری رحمت اس کی طرف دوڑ کے جاتی ہے۔اللہ تیری رحمت پہ قربان جائیں تو اپنے بندوں پہ واقعی ماؤں سے بھی ستر گناہ زیادہ مہربان ہے۔ہم کتنے نالائق بنے' ہم کتنے نکھٹو بنے۔ہم گناہوں کے پیچھے پڑے رہے۔بھاگتے رہے مخلوق کی محبتوں میں' اور ہم وقت کو ضائع کرتے پھرے۔اللہ آج بات سمجھ میں آئی آپ سے ہم نے صلح کرنی ہے اور آپ کو ہم نے منانا ہے۔اے میرے مولا! ہم اپنے گزرے گناہوں پہ نادم ہیں' شرمندہ ہیں۔ہمیں معاف کر دیجئے۔اور آئندہ ہمیں نیکوکاری کی زندگی عطا فرما دیجئے۔اس کو کہتے ہیں:

﴿یاایھا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا﴾ (سورۃ التحریم آیت ۸)

اللہ تعالیٰ ہماری توبہ کو قبول فرمائیں اور ہمیں عزتوں کی' نیکیوں کی دین والی زندگی نصیب فرمائیں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○

مناجات

کس سے مانگیں کہاں جائیں' کس سے کہیں اور دنیا میں حاجت روا کون ہے
سب کا داتا ہے تو' سب کو دیتا ہے تو' تیرے بندوں کا تیرے سوا کون ہے

کون مقبول ہے' کون مردود ہے' بے خبر! کیا خبر تجھ کو کیا کون ہے
جب تلیں گے عمل سب کے میزان پر' تب کھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے

کون سنتا ہے فریاد مظلوم کی' کس کے ہاتھوں میں کنجی ہے مقسوم کی
رزق پر کس کے پلتے ہیں شاہ و گدا' مسند آرائے بزم عطا کون ہے

اولیاء تیرے محتاج اے رب کل! تیرے بندے ہیں سب انبیاء و رسل
ان کی عزت کا باعث ہے نسبت تیری' ان کی پہچان تیرے سوا کون ہے

میرا مالک میری سن رہا ہے فغاں' جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زباں
اب مری راہ میں کوئی حائل نہ ہو' نامہ بر کیا بلا ہے' صبا کون ہے

ابتدا بھی وہی' انتہا بھی وہی' ناخدا بھی وہی ہے خدا بھی وہی
جو ہے سارے جہانوں میں جلوہ نما اس احد کے سوا دوسرا کون ہے

وہ حقائق ہوں اشیاء کے یا خشک و تر' فہم و ادراک کی زد میں ہیں سب مگر
ماسوا ایک اس ذات بے رنگ کے' فہم و ادراک سے ماوری کون ہے

انبیاء اولیا اہلِ بیت نبیؐ' تابعین ﷺ صحابہؓ پہ جب آ بنی
گر کے سجدے میں سب نے یہی عرض کی' تو نہیں ہے تو مشکل کشا کون ہے

اہل فکر و نظر جانتے ہیں تجھے' کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے
اے نصیر! اس کو تو فضل باری سمجھ' ورنہ تیری طرف دیکھتا کون ہے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (سورۃ الحجرات آیت ۱۰)

معاشرت کے راہنما اصول

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

اقتباس

شریعت نے ہمیں ایک بہت خوبصورت سبق دیا فرمایا:

○ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ ۞ (سورۃ لقمان: آیت ۱۸)

کہ جب بھی تم کسی انسان سے ملو شگفتہ چہرے کے ساتھ' کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ' مسکراتے چہرے کے ساتھ' تم اپنی گالیں نہ پھلاؤ۔ جیسے غصے میں بندہ پھولے ہوئے چہرے کے ساتھ دوسرے کو ملتا ہے۔ تو اگلا بندہ دیکھ کر حیران ہوتا ہے کہ اس کے دل میں کس قدر نفرت ہے؟ شریعت نے اس میں مسلمان کی قید بھی نہیں لگائی۔ لِلنَّاسِ انسانوں سے۔ اس لیے کہ سب انسان اللہ کے بندے ہیں۔ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ۔ مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔ جو بھی انسان ہے' مسلمان ہے' کافر ہے۔ جب آپ اس سے ملیں تو چہرے کا تاثر آپ کا ہمیشہ اچھا ہو۔ چہرے کے اوپر آپ کے رعنائی ہو' محبت ہو۔ جب آپ محبت سے ملیں گے تبھی تو کافر بھی مسلمان ہونے کے بارے میں سوچے گا۔ اس میں مسلمان کی قید نہیں لِلنَّاسِ اس میں سارے انسان شامل ہیں۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

معاشرت کے راہنما اصول

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (سورۃ الحجرات: آیت ۱۰)

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَ یَدِہٖ ○

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

ایمان والوں کا باہمی رشتہ:

دین اسلام عالمی دین ہے' دین فطرت ہے' ہر دور اور ہر زمانے میں انسان کو بہترین زندگی گزارنے کا سبق دیتا ہے۔ شریعت اسلامی نے ہمیں ایک سبق سکھایا کہ:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ

بے شک سب ایمان والے آپس میں بھائی ہیں۔

ایک بھائی ہوتے ہیں خون کے رشتے سے' ماں باپ ایک ہیں۔ اس لیے وہ ایک دوسرے کو بھائی کہتے ہیں۔ اور ایک بھائی ہوتے ہیں اللہ رب العزت کے ایمان کے رشتے سے' کہ انہوں نے کلمہ پڑھ لیا اب یہ آپس میں بھائی بھائی کی مانند ہیں۔ جب سب ایمان

والے آپس میں بھائی ہوں تو یقیناً مل جل کر رہنا ان کے لیے بہت آسان ہوتا ہے۔ شریعت نے ہمیں اس بات کی تلقین کی کہ جب بھی ہم کسی بندے سے ملیں تو سب سے پہلا تاثر جو بندے کو ملتا ہے اس کے چہرے کے اثرات سے ملتا ہے۔ یہ بندہ خوش ہے یا ناراض ہے' یہ بندہ محبت کرنے والا ہے یا نفرت کرنے والا ہے۔ یہ بندہ لکھا پڑھا ہے یا جاہل ہے۔ تو چہرے کے تاثرات بتاتے ہیں کہ اس بندے کی شخصیت کیسی ہے؟

شریعت کا خوبصورت سبق:

شریعت نے ہمیں ایک بہت خوبصورت سبق دیا۔ فرمایا:

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ (سورۃ لقمان: آیت ۱۸)

کہ جب بھی تم کسی انسان سے ملو شگفتہ چہرے کے ساتھ' کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ' مسکراتے چہرے کے ساتھ' تم اپنی گالیں نہ پھلاؤ۔ جیسے غصے میں بندہ پھولے ہوئے چہرے کے ساتھ دوسرے کو ملتا ہے۔ تو اگلا بندہ دیکھ کر حیران ہوتا ہے کہ اس کے دل میں کس قدر نفرت ہے؟ شریعت نے اس میں مسلمان کی قید بھی نہیں لگائی۔ لِلنَّاسِ انسانوں سے۔ اس لیے کہ سب انسان اللہ کے بندے ہیں۔ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللهِ۔ مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔ جو بھی انسان ہے' مسلمان ہے' کافر ہے۔ جب آپ اس سے ملیں تو چہرے کا تاثر آپ کا ہمیشہ اچھا ہو۔ چہرے کے اوپر آپ کے رعنائی ہو' محبت ہو۔ جب آپ محبت سے ملیں گے تبھی تو کافر بھی مسلمان ہونے کے بارے میں سوچے گا۔ اس میں مسلمان کی قید نہیں لِلنَّاسِ اس میں سارے انسان شامل ہیں۔

شریعت کی تین سنہری باتیں:

پہلی بات: جب تم کسی کو ملو تو کھلے چہرے کے ساتھ' مسکراتے چہرے کے ساتھ ملو' محبت والے چہرے کے ساتھ ملو۔

دوسری بات: کہ انسان کسی سے گفتگو کرتا ہے۔ اس کی گفتگو کے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نیک انسان ہے یا برا انسان ہے۔ یہ مہذب انسان ہے یا وحشی انسان ہے' اکھڑ مزاج پتہ چلتا ہے نا کہ یہ کیسا ہے۔ شریعت نے فرمایا قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ تم انسانوں کے ساتھ اچھی گفتگو کرو۔ تمہارے الفاظ کا چناؤ ایسا ہو مخاطب کرنے کا طریقہ ایسا ہو' بات کرنے کا انداز ایسا ہو کہ تمہاری بات دوسرے بندے کے دل میں اتر جائے۔ اس میں مسلمان کی قید نہیں ہے کوئی بھی ہے۔ فرمایا "قُوْلُوْا لِلنَّاسِ" تم انسانوں کے ساتھ اچھے انداز سے گفتگو کرو۔

تیسری بات شریعت نے یہ فرمائی کہ تم دوسرے لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ۔ ہر انسان کے اندر خیر بھی ہے اور شر بھی۔ ہم شر اور خیر کا مجموعہ ہیں۔ جو سراپا خیر وہ فرشتے' جو سراپا شر وہ شیطان' جو خیر اور شر کا مجموعہ وہ حضرت انسان۔ تو شریعت نے کہا کہ تم دوسرے لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ۔ مثال کے طور پر جی چاہتا ہے کہ فلاں بندے کو ایک ایسی بات کریں کہ اس کا مذاق اڑائیں۔ اب دل میں ایک Temptation پیدا ہو رہی ہے۔ شریعت کہتی ہے نہیں تم اپنے آپ کو روکو۔ ایسی بات نہ کرو کہ وہ لوگوں میں رسوا ہو۔ ایسی بات نہ کرو کہ وہ ذلیل ہو' اس کو شرمندہ ہونا پڑے کسی کا مذاق نہ اڑاؤ کسی کا۔ تم اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ۔ یہ تین ایسی باتیں ہیں کہ تمام انسانوں کے لیے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں میل جول رکھ رکھاؤ۔ یہ سب کے ساتھ اچھا ہونا چاہیے۔ بھلے وہ مومن ہے یا کافر۔ ایک جگہ پر شریعت نے لائن کھینچ دی۔

محبت کے تعلق کا مستحق کون:

دیکھو ایک ہوتا ہے ملنا جلنا' عام کاروبار یہ تو تم سب کے ساتھ کر سکتے ہو۔ ایک ہوتا ہے محبت کا تعلق یہ محبت کا تعلق فقط ایمان والوں کے ساتھ۔ تمہیں زیب نہیں دیتا کہ جو

لوگ کافر ہیں تم ان سے محبت کرو۔ آپ خود سوچیے! دن میں آپ پانچ سو بندوں سے ملتے ہونگے' لیکن ان میں سے محبت دو چار سے ہوتی ہے۔ جہاں محبت ہوتی ہے انسان وہاں خوشی غمی میں شریک ہوتا ہے۔ دل کی بات اس کو بتاتا ہے اس سے مشورہ لیتا ہے۔ اس کے مشورے کے مطابق عمل کرتا ہے۔ شریعت نے کہا کہ یہ کام تم فقط ایمان والوں کے ساتھ کر سکتے ہو۔ کافر کے ساتھ محبت کا تعلق تمہارا نہیں ہوسکتا اس لیے کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ انسانیت کی respect ایک حد تک ہے۔ اس کو کہتے ہیں Respect of humanity تو انسانیت کا احترام نبی علیہ السلام نے سکھایا۔

نبی آتے رہے آخر میں نبیوں کے امام آئے
وہ دنیا میں خدا کا آخری لے کر پیام آئے
جھکانے آئے بندوں کی جبیں اللہ کے در پر
سکھانے آدمی کو آدمی کا احترام آئے

احترام انسانیت:

نبی علیہ السلام نے انسانیت کا احترام سکھایا۔ اس میں تین باتیں فرمائیں کہ جب بھی کسی سے بات کرو اچھے انداز سے کرو' اچھی گفتگو کرو اور دوسرے کو اپنے شر سے بچاؤ۔ رہ گئی بات محبت کی یہ فقط ایمان والوں کے ساتھ تمہارا رشتہ ہونا چاہیے۔ تاہم نبی علیہ السلام نے مسلمان کی تاریخ بتائی۔ اس کو کہتے ہیں Definition کہ مسلمان کہتے کس کو ہیں؟ فرمایا:

﴿ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ ﴾

مسلمان وہ ہوتا ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامتی میں ہوں۔

کلامِ نبوی ﷺ کا اعجاز:

انسان دوسرے کو تکلیف دیتا ہے۔ یا اپنے قول سے یا اپنے فعل سے۔ تو نبی ﷺ نے زبان کا تذکرہ کیا اور ہاتھ کا تذکرہ کیا۔ کہ تم اپنے قول اور فعل سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ یہاں پر زبان کا تذکرہ نبی علیہ السلام نے پہلے فرمایا۔ اس میں کئی حکمتیں ہیں۔ ایک حکمت تو یہ کہ ہاتھ سے تکلیف پہنچانے کے لیے طاقت چاہیے ورنہ آپ ایک تھپڑ کسی کو ماریں گے تو الٹا دو چار تھپڑ کھا بیٹھیں گے۔ لیکن زبان سے بات کر کے تو کمزور بندہ کسی طاقت ور کا بھی دل دکھا سکتا ہے۔ چھوٹا بڑے کا دل دکھا سکتا ہے۔ پھر زبان سے تکلیف پہنچانے کے لیے قریب ہونا بھی ضروری نہیں۔ آپ یہاں بیٹھ کے گفتگو کریں دوسرے کسی شہر میں بندے تک بات پہنچے گی اس کا دل دکھے گا' فلاں نے میرے بارے میں یہ بات کی۔ زبان سے تکلیف پہنچانے کے لیے ایک وقت میں ہونا بھی ضروری نہیں۔ ہاتھ سے تکلیف ان کو پہنچائیں گے جو ایک وقت میں ہونگے۔ لیکن زبان سے انسان ایسی بات کرتا ہے کہ جو لوگ دنیا سے چلے گئے ان کی روحوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ چونکہ زبان سے تکلیف پہنچانا آسان تھا' یہ اعجاز ہے نبی علیہ السلام کے کلام کا۔ چونکہ زبان سے تکلیف پہنچانا آسان تھا آپ ﷺ نے زبان کا تذکرہ پہلے فرمایا ہاتھ کا تذکرہ بعد میں فرمایا۔ تو فرمایا کہ مسلمان وہ ہوتا ہے جس کی زبان سے اور جس کے ہاتھوں سے مسلمان سلامتی میں ہوں۔ ان کی جان بھی سلامت' ان کی عزت آبرو بھی سلامت' ان کا مال بھی سلامت۔ ان کو کوئی ڈر خوف نہ ہو کہ مسلمان میری عزت' میری جان' میرے مال کے اوپر کوئی ہاتھ اٹھائے۔

مسلمان کی بنیادی تعریف:

اب ہم ذرا سوچیں کہ نبی علیہ السلام نے جس کو مسلمان کہا کیا وہ خوبی ہمارے اندر

موجود ہے؟ یا نہ مسلمانوں کا مال ہم سے محفوظ' نہ عزت آبرو ہم سے محفوظ' نہ ان کی جان ہم سے محفوظ۔ تو پھر مسلمانی کس بات کی؟ اس بات کو ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے بیٹھ کر سوچیں کہ یہ مسلمان کی بنیادی تعریف ہے۔

دوسروں کا خیال رکھنے میں آپ ﷺ کی عادت مبارکہ:

نبی علیہ السلام اس قدر دوسروں کا خیال کرتے تھے کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ حدیث پاک میں آتا ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں لیٹی ہوئی تھی اچانک میری آنکھ کھلی' میں نے دیکھا کہ اللہ کے پیارے نبی ﷺ بڑے آہستہ آہستہ بستر سے نیچے اترے۔ اور جب نیچے اترے تو اسی طرح دبے ہوئے قدموں سے' نرم نرم پاؤں رکھتے ہوئے چلنے لگے۔ میں نے کہا اے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ آپ کیوں اس طرح کر رہے ہیں؟ فرمایا حمیرا تم سوئی ہوئی تھی' میں تہجد کے لیے اٹھ رہا تھا میں نے چاہا میرے اٹھنے کی وجہ سے کہیں تمہاری نیند میں خلل نہ آ جائے۔ یہ سَیِّدُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ ہیں۔ یہ سَیِّدُ الْمَلَائِکَۃ' یہ سَیِّدُ الْاَنْبِیَاء ہیں۔ ان کا یہ عمل اپنی بیوی کے لیے کہ میرے قدموں کی آہٹ سے میری بیوی کی نیند میں کہیں خلل نہ آ جائے اور آگے آیئے!

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اپنی رعایا کی نیند کا خیال:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملنے کے لیے آتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک فہرست بنی ہوئی ہے کہ فلاں بندہ معذور ہے' بوڑھا ہے اس کا کوئی خدمت کرنے والا نہیں۔ تو اس کا یہ یہ کام کرنا ہے۔ اب جس کی خدمت جس نے ذمہ لی اس کا بھی نام لکھا ہوا ہے۔ ایک جگہ ایک بوڑھی عورت کا نام لکھا ہوا ہے مگر اس کے آگے کسی نے وہ کام ذمہ نہیں لیا ہوا۔ نام کی جگہ خالی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ سوچتے ہیں۔ اچھا! اس بوڑھی عورت کی خدمت میں اپنے ذمہ لے لوں گا۔ آج کل کے نوجوان تو ماں باپ کی

خدمت نہیں کر پاتے۔ کسی پرائے کی خدمت کیا کریں گے؟ یہ وہ دور تھا جب معاشرے کے ہر بوڑھے اور معذور کی خدمت کسی نہ کسی بندے نے اپنے ذمہ لی ہوئی تھی۔ کیا محبتیں ہونگی، کیا الفتیں ہونگی آپس میں۔

چنانچہ انہوں نے اگلے دن فجر کی نماز پڑھ لی اور اس بوڑھی عورت کے گھر چلے گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا اماں! میں آپ کی خدمت کے لیے آیا ہوں۔ خدمت کیا ہوتی تھی؟ کہ باہر کنویں سے پانی بھر کے گھر میں لے آنا، گھر کے اندر جھاڑو دے دینا، برتن ہوتو ان کو دھو دینا، تاکہ اس بوڑھے یا معذور کو آسانی ہو کام کی۔ اس کو خدمت کہا جاتا تھا۔ اندر سے جواب آیا ایک بندہ خدمت کے لیے آتا ہے وہ آج بھی آیا اور خدمت کر کے چلا گیا۔ عمر رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ اماں! اس کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا بھئی! میں نے کبھی پوچھا نہیں، اس نے کبھی بتایا نہیں۔ اچھا اماں! اس کی شکل صورت کیسی ہے؟ اس نے کہا کہ وہ آتا ہے تو دروازہ کھٹکھٹا کر کہتا ہے کہ پردہ کرلو۔ میں کمرے میں چلی جاتی ہوں۔ جب سارے کام وہ سمیٹ لیتا ہے تو دروازہ کھٹکھٹا دیتا ہے۔ کہ پردہ ختم ہو گیا۔ وہ چلا جاتا ہے میں نے آج تک اس بندے کا چہرہ نہیں دیکھا۔ عمر رضی اللہ عنہ بڑے حیران! کہ یہ کون ایسا بندہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے خدمت کر رہا ہے۔ نہ اپنا نام بتایا نہ اپنا چہرہ تک دکھایا۔ اچھا! اگلے دن میں فجر کی نماز سے پہلے آتا ہوں۔

اگلے دن عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز سے پہلے اس بڑھیا کے گھر آ گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا اماں! خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ اس نے کہا کہ خدمت والا آیا تھا اور خدمت کر کے چلا گیا۔ یہ بھی عمر بن الخطابؓ تھے۔ کہنے لگے اچھا اب دیکھتا ہوں اگلے دن عشاء کی نماز پڑھی اور آ کر بڑھیا کے دروازے کے قریب ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔ میں دیکھوں تو سہی کہ یہ کون ہے جو رات کو آتا ہے اور خدمت کر کے چلا جاتا ہے۔ پتہ بھی چلنے نہیں دیتا۔ جب رات گہری ہو گئی سب لوگ سو گئے، سناٹا چھا گیا، ایک آدمی بڑے نرم پاؤں سے چلتے چلتے،

ایسے وہ آہستہ آہستہ پاؤں رکھ رہا تھا کہ کہیں اس کے پاؤں رکھنے سے زمین کو بھی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ اتنا نرم نرم چلتے ہوئے وہ آیا۔

جب قریب آیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: مَنْ اَنْتَ؟ آپ کون ہیں؟

جواب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز آئی کہ میں ابو بکر ہوں۔

امیر المومنین! آپ رات کے وقت اس بڑھیا کی خدمت کے لیے' اور آپ نے فہرست میں اپنا نام بھی نہ لکھا۔ ہاں! میں نے نام اس لیے نہیں لکھا کہ میں نہیں بتانا چاہتا تھا' میں اس عمل کو اللہ کے لیے کرنا چاہتا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا امیر المومنین کے پاؤں میں جوتا نہیں۔ تو پوچھا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے جوتا نہیں پہنا ہوا؟ خیر تو ہے؟ جوتا تھا نہیں یا اتار کے آ گئے؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ عمر! رات کا وقت ہے لوگ سوئے ہوئے ہیں' تھکے ہوئے ہوتے ہیں نیند کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں جوتا گھر اس لیے اتار کے آیا کہ ابو بکر کے جوتوں کی آواز سے کسی بندے کی نیند میں خلل نہ آئے۔ وقت کا خلیفہ' امیر المومنین' اپنی رعایا کی نیند کا بھی اتنا خیال کیا کرتا تھا۔ اندازہ لگائیں کہ وہ کتنا دوسرے بندے کا لحاظ اور خیال کرتے ہونگے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور بیوہ کی خدمت:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے غلام اسلم رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ اسلم! ایک قافلہ کہیں باہر سے آیا ہے اور انہوں نے مدینہ طیبہ شہر کے کنارے پر اپنے خیمے لگائے ہیں آؤ رات کا وقت ہے ذرا دیکھ کے آئیں کہ کیا حال ہے؟ اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ساتھ ہولیا۔ ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ خیمے میں وہ لوگ آرام کر رہے ہیں۔ ایک خیمے کے سامنے ایک عورت نے چولہا جلایا ہوا تھا اور ایک برتن اوپر رکھا ہوا تھا' جیسے ہنڈیا ہوتی ہے۔ اس میں چمچ ہلا رہی تھی۔ اس کے ساتھ دو بچے تھے وہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے۔ جا کر

پوچھتے ہیں کہ اللہ کی بندی! آپ اس وقت کیوں جاگ رہی ہیں؟ اس نے کہا کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں' میرے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ بھی نہیں' فاقے سے ہوں' سارے دن کے یہ بچے بھوکے ہیں' میں نے ان کی دل کی تسلی کے لیے آگ جلا کر ہنڈیا میں پانی ڈال دیا ہے' اس کو میں ہلا رہی ہوں' یہ بچے تھوڑی دیر انتظار کر کر کے سو جائیں گے اور مجھ بیوہ کی اور یتیم بچوں کی رات گزر جائے گی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے سنا۔ اسلم کو اشارہ کیا کہ آؤ چلیں۔ مدینہ طیبہ واپس آئے۔ بیت المال کا دروازہ کھلوایا۔ ایک بوری آٹے کی نکلوائی' کچھ شہد لیا' کچھ گھی کا ڈبہ لیا۔ اور اپنے غلام سے فرمایا کہ یہ آٹے کی بوری میری کمر پر لاد دو۔ یہ امیر المومنین ہیں اور ساتھ ان کا غلام' وہ کہتا ہے کہ حضرت میں اٹھاتا ہوں' میں غلام بے نام۔ فرمایا نہیں اسلم! قیامت کے دن میرے عملوں کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی مجھے اٹھانا پڑے گا۔ آج یہ بوجھ بھی میں ہی اٹھاؤں گا۔ غلام نے آٹے کی بوری امیر المومنین کی کمر پر رکھ دی۔ وہ اس کو اٹھا کے شہر میں سے Cross کر کے وہاں تک آئے۔ عورت کو آٹے کی بوری بھی دی' گھی بھی دیا' شہد بھی دیا۔ اور کہا کہ لو ان کے لیے کچھ بنا دو۔ اس نے کہا ہاں! میں ان کے لیے حلوہ سا بنا دیتی ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں آگ جلاتا ہوں تم تیاری کرو۔ لکڑیاں گیلی تھیں' دھواں تھا' عمر رضی اللہ عنہ پھونکیں مارتے رہے' مارتے رہے' بالآخر آگ جلا دی' اس عورت نے گھی ڈالا' آٹا ڈالا' شہد ملا دیا۔ اب حلوہ سا بن کر' حریرہ بن کر تیار ہو گیا۔ جب پک کے تیار ہو گیا بچے بھی خوش ہو گئے۔ اسلمؓ نے اشارہ کیا امیر المومنین چلیں کھانا تو تیار ہو گیا۔ فرمایا نہیں ابھی نہیں جانا۔ بیٹھو اس کے بعد جب وہ تھوڑا ٹھنڈا ہوا اور بچوں نے کھایا۔ کھانے کے بعد بچے خوش ہو کر آپس میں کھیلنے لگے۔ عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے دیکھتے رہے۔ کافی دیر کے بعد وہاں سے رخصت ہوئے۔ راستے میں اسلمؓ نے پوچھا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ! جب کھانا تیار ہو گیا تھا ہم آ جاتے اتنی دیر کیوں انتظار میں بیٹھے رہے؟ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسلم! میں نے ان

بچوں کو اپنی آنکھوں سے روتے ہوئے دیکھا تھا' تو میرا جی چاہا اب ان بچوں کو اپنی آنکھوں سے ہنستا ہوا دیکھ کے جاؤں۔ سبحان اللہ! یہ انسانیت ہے۔ یہ نیکی ہے۔ آج کل کا نوجوان بگڑا ہوا ہوتا ہے' ماں روتی ہے' آنسوؤں کی قدر نہیں ہوتی۔ باپ آنسو بہاتا ہے' سمجھاتا ہے قدر نہیں ہوتی۔ احساس نہیں ہوتا۔ پرواہ نہیں ہوتی نواجون کو' ہمارے اکابر دوسرے کے دل دکھنے کو اتنا بڑا گناہ سمجھتے تھے۔

سب سے بری بیماری:

یاد رکھنا! بیماریوں میں سب سے بڑی دل کی بیماری۔ دل کی بیماریوں میں سب سے بری دل آزاری۔ دل آزاری کا کیا مطلب؟ کسی کا دل دکھا دینا۔ یہ دل دکھا دینا آج تو بہت عام سی بات ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ شاید ہم اسے گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ ہمارے اکابر اس کا بہت خیال فرمایا کرتے تھے۔ آپ کہیں گے کہ جی! یہ تو عظیم لوگوں کی باتیں ہیں۔ ہم تو ایسے نہیں بن سکتے قریب کے زمانے کی بات سن لیں۔

اکابرین کی زندگی معاشرت نبوی ﷺ کا عکس جمیل:

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم پاکستان) فرماتے ہیں کہ جب میں نے دارالعلوم سے دورہ حدیث کرلیا۔ تخصص کرلیا' مفتی بن گیا' میرے پاس کچھ وقت فارغ تھا' میں میاں اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلا گیا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد جب دسترخوان سمیٹنے کا وقت آیا تو میں نے کہا کہ حضرت! میں دسترخوان سمیٹتا ہوں۔ حضرت نے سوال پوچھا تم نے دسترخوان سمیٹنا کسی سے سیکھا ہے؟ ایک مفتی سے پوچھا جا رہا ہے کہ تم نے دسترخوان سمیٹنا کسی سے سیکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت آپ سکھا دیجئے۔ فرمایا دیکھیں جو بچا ہوا کھانا ہے میں اسے پہلے اٹھا کے الگ کرلیتا ہوں تاکہ کوئی اور بندہ اس کو کھالے۔ پھر جو چھوٹے چھوٹے ذرات ہیں ان سب کو

میں اکٹھا کرتا ہوں۔ ان کو میں فلاں جگہ پر ڈالتا ہوں۔ اس لیے کہ وہاں پر چیونٹیوں کے بل ہیں تو کھانے کے یہ چھوٹے چھوٹے ذرات چیونٹیوں' کیڑے مکوڑوں کی خوراک بن جاتے ہیں۔ اور یہ جو ہڈیاں ہیں بچی ہوئی ان کو میں اٹھاتا ہوں اور فلاں جگہ پر ڈالتا ہوں وہاں پر بلیاں' کتے وغیرہ آتے ہیں' تو یہ ہڈیاں کھاتے ہیں اور ان کے کام آ جاتے ہیں۔ یہ جو تم نے آم کھائے ان کی گھٹلیوں کو اکٹھا کر کے میں فلاں جگہ پر چھوڑتا ہوں وہاں میدان ہے اور محلے کے بچے کھیلتے ہیں تو گھٹلیاں خشک ہو جاتی ہیں' بچوں کو خشک گھٹلیاں مل جاتی ہیں اور ان کے دل خوش ہو جاتے ہیں کہ ہمیں کھیلنے کی چیز مل گئی۔ اور یہ جو آم کے چھلکے ہیں یہ میں اکٹھے کرتا ہوں مگر ایک جگہ پر پھینکتا نہیں' کیوں؟ اس لیے کہ یہ غریب محلّہ ہے اگر بچے دیکھیں گے ان کے دل میں حسرت ہوگی' ہمارے والد کے پاس بھی پیسے ہوتے وہ ہمیں بھی آم لا کر کھلاتا اور ان کے دل کی حسرت کا سبب میں بنوں گا۔ میں ایک جگہ نہیں ڈالتا۔ میں چلتا جاتا ہوں ایک چھلکا یہاں ڈالتا ہوں۔ دوسرا دس قدم آگے' تیسرا دس قدم آگے۔ تاکہ کسی کو پتہ ہی نہ چلے کہ اس محلے میں کسی نے آم کھائے بھی ہیں یا نہیں۔ حیران ہوتے ہیں! یہ تھے اللہ والے جو دوسروں کو اتنی بھی تکلیف پہنچانا گوارہ نہیں کرتے تھے۔

مفتی حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم نے عشاء کی نماز پڑھی۔ عشاء کی نماز پڑھ کر واپس آنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت نے جوتے اتار لیے اور پیدل ننگے پاؤں چلنے لگے۔ ننگے پاؤں چلنے کے بعد کوئی تیس چالیس قدم آگے چلا اور پھر جوتے پہن لیے۔ میں نے کہا کہ حضرت مجھے تو بات کی سمجھ نہیں آئی۔ آپ نے جوتے اتارے کیوں' پھر دوبارہ پہنے کیوں؟ فرمانے لگے کہ دیکھو یہاں ملی جلی آبادی ہے۔ مسلمان بھی ہیں کافر بھی ہیں۔ Partition سے پہلے کی بات ہے۔ جہاں میں نے جوتے اتارے وہاں ایک کافرہ عورت رہتی ہے جو طوائف تھی' جسم فروشی کا کام کرتی تھی۔ اپنی عزت بیچتی تھی۔

خوبصورت تھی' جوانی میں بہت لوگ اس کے پاس آتے تھے۔ اب تھوڑی عمر اس کی بڑی ہوگئی اب کوئی نہیں آتا۔ مگر وہ انتظار میں ہوتی ہے کہ کوئی گاہک آئے گا۔ میرا راستہ وہی بنتا ہے۔ میں اس کے مکان کے قریب آ کر جوتے اس لیے اتار لیتا ہوں کہ مرد کے جوتوں کی آواز دور تک جاتی ہے' ایسا نہ ہو کہ میرے جوتوں کی آواز سن کے اس کے دل میں امید لگے کہ کوئی میری طرف آ رہا ہے۔ اور جب میں اس سے دور چلا جاؤں گا گھر سے' تو اس کے دل میں افسوس ہوگا کہ میری طرف تو کوئی نہیں آیا۔ میں ایک کافرہ بدکار عورت کے دل کو بھی اتنی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا۔ اللہ اکبر کبیرا! آپ سوچیے کہ ہمارے اکابر کیسے اچھے انسان تھے۔ اس لیے ان کے ساتھ مل جل کر رہنے سے لوگ خوش ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کے پڑوس کی قیمت:

حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ اسے مکان بیچنے کی ضرورت پیش آئی۔ ایک آدمی خریدنے کے لیے آیا تو پوچھا کہ آپ یہ مکان کتنے کا دیں گے؟ یہودی کہنے لگا دو ہزار دینار کا۔ اس نے کہا جی اس جیسا مکان تو یہاں ایک ہزار دینار کا ملتا ہے۔ یہودی اس کے جواب میں کہنے لگا کہ واقعی ایک ہزار دینار تو اس مکان کی قیمت ہے۔ اور دوسرا ہزار دینار عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس کی قیمت ہے۔ سبحان اللہ!

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حسن معاشرت:

ہمارے اکابر اپنے والدین کا کتنا احترام کرتے تھے سنیں اور دل کے کانوں سے سنیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی والدہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گئی تھیں اور یہ وہ زمانہ تھا جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد حماد رحمۃ اللہ علیہ کی نشست پر بیٹھ گئے تھے اور حضرت کا فتویٰ چلتا تھا۔ یہ ۱۲۰ھ کی بات ہے۔ والدہ صاحبہ کی نظر میں بیٹا بچے کی مانند ہوتا ہے' کتنی ہی عمر ہو جائے۔ تو والدہ نے کبھی کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو وہ کہتی نعمان! مجھے فلاں عالم کے

پاس لے جاؤ وہ ذرا بوڑھے ہیں' علم پختہ ہے' میں ان سے مسئلہ پوچھوں گی۔ امام صاحب والدہ کی یہ بات سن کر سواری کا انتظام کرتے' والدہ کو سواری پر بٹھاتے اور سواری کی لگام پکڑ کر چلنا شروع کرتے۔ جب گلی میں گزر رہے ہوتے تو امام صاحب کے شاگرد چاروں طرف تھے وہ حیران ہوتے کہ امام صاحب کسی کی سواری کی لگام پکڑ کے خاموشی سے چلتے جا رہے ہیں۔ امام صاحب اس بزرگ کے پاس لے کر جاتے' دروازہ کھٹکھٹا کر کہتے میری والدہ صاحبہ آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے آئی ہیں۔ اب جب مسئلہ پوچھا جاتا تو ان کو پتہ نہ ہوتا۔ تو وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے کہ جی اس کا جواب کیا ہے۔ امام اعظم ان کو آہستہ آواز سے مسئلے کا جواب بتاتے اور کہتے کہ آپ اونچا کہہ دیں تا کہ میری والدہ سن لے۔ جتنا بھی عرصہ گزرا ان کی وفات تک وہ یہ عمل کرتے رہے۔ انہوں نے والدہ کو یہ کبھی نہ بتایا کہ اماں! جس سے مسئلہ پوچھنے جاتی ہے وہ بھی مجھ سے مسئلہ پوچھ کے اس کا جواب دیتے ہیں۔ اگر میری والدہ کو تسلی اس طرح سے ہوتی ہے تو میں ایسا ہی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ حسن معاشرت ہے۔

دشمن دوست کیسے بن جائیں؟

نبی علیہ السلام نے ہمیں تعلیم دی کہ ہم ایسے بن کر رہیں کہ ہمارے اخلاق سے' عادات سے' پرائے اپنے بن جائیں' دشمن دوست بن جائیں' خاموش تبلیغ' کافر ہمیں دیکھ کے مسلمان ہو جائیں۔ لیکن آپ سوچیں آج ہمارے ماحول میں جتنی دشمنیاں ہیں' جتنی عداوتیں ہیں' جتنا ایک دوسرے کے ساتھ بدخواہی ہے کیا اس سے پہلے بھی ایسی تھی؟ آپ کو شاید احساس ہوگا کہ واقعی ہر بندہ کہیں نہ کہیں الجھا ہوا ہے۔ کوئی ادھر الجھا ہوا ہے' کوئی ادھر الجھا ہوا۔ گھر کے اندر نہ ہم اچھے باپ بن کر رہتے ہیں کہ اولاد ہم سے خوش ہو' نہ اچھے خاوند بن کر رہتے ہیں کہ بیوی خوش ہو' بس اس کو زور سے دبا کے رکھا ہوتا ہے۔ اور نہ اچھے

بیٹے بن کر رہتے ہیں کہ ہم سے ماں باپ خوش ہوں۔ تو پھر ہم ہیں کیا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا

﴿اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ﴾

ہم نے دیکھا جب جنازہ پڑھنے کا وقت آتا ہے تو اعلان ہوتا ہے "بھئی! اگر میت نے کسی کا دل دکھایا ہو یا کوئی زیادتی کی ہو تو معاف کر دیا جائے۔" مجھے اس بات کا جواب دیں کہ اس نے جس کے دل دکھائیں ہونگے وہ اس کا جنازہ پڑھنے آئے ہونگے؟ اس اعلان کا کتنا فائدہ؟ مزہ تو یہ تھا کہ زندگی میں ہم معافی مانگتے۔

ایک بزرگ کی خوبصورت عادت:

چنانچہ ہمارے ایک قریبی بزرگ تھے ان کی بڑی خوبصورت عادت تھی۔ جب بھی وہ کسی سے ملتے تو الوداع ہوتے ہوئے سلام بھی کرتے اور ساتھ یہ بھی کہتے بھئی! آپ کے تو میرے اوپر بڑے حقوق تھے۔ میں کمزور ہوں ادا نہیں کر سکا آپ مجھے اللہ کے لیے معاف کر دیں۔ اور شریعت یہ کہتی ہے کہ اگر کسی نے یہ الفاظ کہے اور سننے والے نے اس کو سن کر مسکرا دیا تو اس کی مسکراہٹ گویا اس کی معافی کا سبب بن جائے گی۔ یہ کتنا آسان ہے۔ بڑا چھوٹے سے معافی مانگ سکتا ہے چھوٹا بڑے سے معافی مانگ سکتا ہے۔ اپنے بھائی سے مانگ سکتے ہیں' اپنی والدہ سے مانگ سکتے ہیں۔ زیادہ تفصیل کرنے کی کیا ضرورت ہے بس اتنے الفاظ۔ جب بھی ملیں کسی سے' جی آپ کے میرے اوپر بہت حقوق ہیں میں کمزور ہوں حقوق ادا نہیں کر سکا کوتاہی ہوگئی آپ مجھے معاف کر دیں۔ آپ دیکھیں گے کہ جب آپ عاجزی سے کسی سے یہ الفاظ کہیں گے یقیناً اگلے کے چہرے پہ مسکراہٹ آ جائے گی۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹ ہمارے گناہوں کی بخشش کا سبب بن جائے گی۔ کتنا آسان ہے زندگی میں معافی مانگنا۔

آج معافی مانگ لیجئے:

آج معافی مانگ لیجئے۔کل قیامت کے دن جب انبیاء تھراتے ہونگے۔وہ قیامت کا دن جبکہ اللہ رب العزت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے۔

ءَأَنْتَ قُلْتَ

کیا آپ نے یہ کہا تھا؟

علماء نے لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خوف کے مارے کانپنے لگ جائیں گے۔وہ جو سچے ہیں۔جن کو اللہ قرآن میں سچا فرماتا ہے۔

﴿ لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ﴾ (سورۃ الاحزاب: آیت ۸)

میں قیامت کے دن سچوں سے ان کی سچائی کے بارے میں پوچھوں گا۔اس دن پھر ہم جیسے جھوٹوں کا کیا بنے گا؟ ہمارا کیا حال ہوگا اس دن؟ جب اللہ سچوں کے بارے میں فرماتے ہیں میں سچوں سے ان کی سچائی کے بارے میں پوچھوں گا۔آج کسی کو کمینہ کہہ دینا آسان' بے ایمان کہہ دینا آسان' ذلیل کہہ دینا بہت آسان' کل قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس کا جواب دینا بہت مشکل کام ہے۔

ایران کا ایک بادشاہ گزرا ہے اس کا نام ملک شاہ تھا۔اس نے سوچا کہ شکار کے لیے جاتا ہوں۔اس کے ساتھ اس کے کارندے بھی تھے۔وہ شکار میں مصروف ہوگیا۔تین دن اس نے رہنا تھا۔وہاں ایک بڑھیا کا گھر تھا اس کی ایک گائے تھی۔وہ جو کارندے تھے انہوں نے اس کی گائے کو ذبح کیا اور اس کا گوشت بھون کے' پکا کر کھالیا۔بوڑھی عورت نے کہا مجھے کچھ پیسے دے دو' میں دوسری گائے خرید لوں گی۔انہوں نے پیسے بھی نہ دیئے۔ اس نے کہا کہ اچھا مجھے بادشاہ سے بات کرنے دو۔انہوں نے بات بھی نہ کرنے دی۔وہ بڑی پریشان کہ میرا اب کیا بنے گا؟ میرا تو اسی گائے کے دودھ پر گزارہ تھا۔کسی طالب علم

سے اس کی بات ہوئی۔ تو اس طالب علم نے مشورہ دیا کہ دیکھیں تین دن کے لیے بادشاہ آیا ہے۔ تین دن کی بعد بادشاہ نے واپس جانا ہے اور راستے میں ایک دریا ہے اور دریا کے اوپر ایک پل ہے۔ اس پل کے سوا دوسرا پل نہیں ہے۔ اس نے وہیں سے گزرنا ہے۔ آپ جائیں پل کے اوپر بیٹھ جائیں' انتظار کریں۔ جب بادشاہ کی سواری گزرنے لگے تو آپ بادشاہ کو اپنی بات بتا دینا۔ وہ اچھا بندہ ہے آپ کو گائے کی قیمت ادا کر دے گا۔ بوڑھی عورت وہاں پہنچ گئی۔ جب وہاں پہنچی بادشاہ گزرنے لگا' بوڑھی عورت نے آگے بڑھ کر سواری کی لگام پکڑ لی۔ ملک شاہ حیران! اس نے کہا اماں! کیا بات ہے؟ کیوں میری سواری روکی؟ بوڑھی عورت نے کہا کہ ملک شاہ! میرا اور تیرا ایک معاملہ ہے اتنا پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس معاملے کو یہاں حل کرنا چاہتے ہو یا قیامت کے دن پل صراط پہ حل کرنا چاہتے ہو؟ جب بڑھیا نے یہ بات کہی بادشاہ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ نیچے اترا معافی مانگی۔ اماں! جو کچھ ہے ادھر ہی معاف کر دو میں قیامت کے دن پل صراط پہ جواب نہیں دے سکتا۔

سوچیں اس دن ہمارا کیا حال ہوگا:

ہم سوچیں ہم نے کتنوں کے دل دکھائے' کتنوں پہ ظلم کیے' کتنوں کے ساتھ برائی کی۔ کل قیامت کے دن اگر ہم پل صراط سے گزرنے لگیں گے' اللہ کے سامنے پیش ہونگے اور اس وقت یہ کہہ دیا جائے گا:

﴿وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ﴾ (سورۃ الصافات: آیت ۲۴)

ان کو روک لیجیے ہم نے ان سے بات پوچھنی ہے۔ ان کا Trail لینا ہے۔ انہوں نے لوگوں کے دل دکھائے تھے۔ انہوں نے میرے بندوں کو ستایا تھا۔

﴿وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ﴾ (سورۃ الصافات: آیت ۲۴)

سوچیں پھر اس دن ہمارا کیا حال ہوگا؟ آج وقت ہے ہم اپنی پچھلی کوتاہیوں کی معافی مانگ کر' اللہ کے بندوں سے معافیاں مانگ لیں اور کوشش کریں کہ ہم سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔کوئی ہمیں تکلیف پہنچائے گا ہم اللہ کے لیے معاف کر دیں گے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو جتنا جلدی دوسرے کے قصور کو معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قصوروں کو اتنا جلدی معاف فرما دے گا۔اگر ہم سے کوئی برائی کرے گا ہم اللہ کے لیے معاف کر دیں گے۔مگر ہم کسی کے ساتھ برائی نہ کریں۔یوں ہم ابتدا کریں ایک بندہ سنورے گا آہستہ آہستہ آپ دیکھیں گے ہمارا معاشرہ ہی سنور جائے گا۔

اسلام کا آفاقی نظام:

اسلام نے فقط انسانوں کو تکلیف پہنچانے سے منع نہیں کیا۔جانوروں کو بھی تکلیف پہنچانے سے منع کیا۔حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی۔کتاب کا نام تھا ''حقوق البہائم'' جانوروں کے حقوق۔ہم گائے بیل پالتے ہیں۔بھینس پالتے ہیں' بکری پالتے ہیں' گھوڑا اور گدھا پالتے ہیں' اونٹ پالتے ہیں۔ان جانوروں کے بھی ہمارے اوپر حقوق ہیں۔سبحان اللہ! کیا خوبصورت دین ہے۔یہ کتنی خوبصورت شریعت ہے کہ جس نے جانوروں تک کے حقوق کا لحاظ کیا انسان تو پھر انسان ہوا کرتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ:

واقعہ بڑا ہی عجیب ہے۔فرماتے ہیں کہ یہ وہ دن تھے۔جب میں بیان القرآن تفسیر لکھ رہا تھا۔میری بیوی نے کسی تقریب میں رشتہ داروں کے ہاں جانا تھا۔اس نے گھر میں کچھ مرغیاں پالی ہوئی تھیں۔وہ جاتے ہوئے مجھے کہہ گئی کہ جی صبح دس بجے مرغیوں کو دانہ ڈال دینا اور پانی بھی دے دینا۔میں نے کہا بہت اچھا۔فرمانے لگے کہ وہ تو چلی گئی اگلے دن مجھے بات یاد نہ رہی۔اس لیے کہ روز کا کام جو نہیں ہوتا بات ذہن سے نکل جاتی ہے۔

فرماتے ہیں میں تفسیر لکھنے لگا میری آمد بند ہوگئی' مضامین کا سلسلہ رک گیا۔ میرا دماغ چلتا ہی نہیں تھا۔ بڑا سوچا' بڑا غور کیا۔حتی کہ میں اس نتیجے پر پہنچا کوئی نہ کوئی مجھ سے گناہ ہوا' کوتاہی ہوئی جس کی بے برکتی کی وجہ سے آج یہ معارف کا سلسلہ رک گیا ہے' میں تفسیر نہیں لکھ پا رہا۔ کہنے لگے میں نے بیٹھ کے تھوڑی دیر غور شروع کیا تو مجھے خیال آیا کہ اوہو! یہ تو گیارہ بج گئے میں نے مرغیوں کو دانہ ہی نہیں ڈالا۔ فرماتے ہیں میں نے سارا کام وہیں رکھا گھر آیا مرغیاں بھوکی پیاسی تھیں' میں نے دانہ ڈالا ان کو پانی دیا۔ جب مرغیوں نے دانہ کھایا پانی پیا' ان کی بھوک پیاس ختم ہوئی۔ کہنے لگے آمد کا سلسلہ پھر شروع ہوا اور میں نے آ کر اللہ کے قرآن کی تفسیر لکھنی شروع کردی۔ اگر مرغیوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو مجدد ملت' حکیم الامت کے اوپر اللہ معارف کے سلسلے کو روک دیتے ہیں۔

حقوق سے لاپرواہی کا وبال:

ہم اگر ماں باپ کا دل دکھائیں گے' پڑوسی کا دل دکھائیں گے' ایمان والوں کا دل دکھائیں گے تو پھر ہمارا کیا بنے گا؟ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک بندے کو کھڑا کریں گے فرمائیں گے بندے! میں بھوکا تھا' پیاسا تھا تو نے مجھے کھانا ہی نہیں کھلایا' پانی نہیں پلایا۔ بندہ حیران! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی۔ وہ کہے گا یا اللہ! آپ بھوک پیاس سے منزہ اور مبرا ہیں۔ عظیم ہیں۔ پاک ہیں۔ ان چیزوں کی آپ کی تو ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہاں! فلاں موقع پر آپ کا پڑوسی بھوکا تھا' پیاسا تھا اگر تو اسے کھلاتا پلاتا ایسا ہی ہوتا جیسے تو نے مجھے کھلایا پلایا۔ اس دن احساس ہوگا کہ واقعی کسی بھوکے پیاسے کو کھلانا پلانا اللہ کے ہاں کتنا بڑا اجر رکھتا ہے۔ ایک دوسرے کا لحاظ کیجئے۔ ہم انسان ہیں اللہ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ پیار محبت سے رہیں۔ کسی کو دکھ نہ دیں' کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ بلکہ دوسرے کے

دل کو خوش کریں مومن کے دل کو خوش کرنا اللہ رب العزت کے ہاں بہت بڑی نیکی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز واقعہ:

عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ امام المحدثین، امیر المومنین فی الحدیث ان کو لکھا گیا ان کے پاس ایک آدمی آیا اور آ کر کہتا ہے کہ سات سو درہم میرے اوپر قرضہ ہے اگر آپ مجھے دے دیں تو میرا قرضہ اتر جائے گا اور پر سکون ہو جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا بہت اچھا کاغذ لیا اور اس کے اوپر لکھ دیا سات ہزار درہم۔ اور اس کو کہا کہ یہ لے جاؤ میرے سیکرٹری کے پاس اور اس سے پیسے لے لو۔ وہ بڑا خوش ہوا کہ جی سات سو درہم مل جائیں گے۔ سیکرٹری کو جا کے کہا کہ جی حضرت نے کہا ہے کہ سات سو درہم کا قرضہ ہے مجھے دے دے۔ سیکرٹری نے جب کھول کے پڑھا تو اس پر سات سو کے بجائے سات ہزار درہم لکھا تھا۔ وہ کنفیوز ہو گیا کہ کہیں ایک زیرو زیادہ تو نہیں لگ گئی۔ وہ کہنے لگا اچھا یار! یہ تو سات ہزار لکھا ہوا ہے تم تو سات سو کی بات کر رہے ہو۔ چلو حضرت سے پوچھتا ہوں۔ وہ حضرت سے پوچھنے کے لیے آیا۔ حضرت! آپ نے سات ہزار لکھا؟ فرمایا ہاں، میں نے سات ہزار لکھا۔ اس نے کہا اچھا میں دے دیتا ہوں۔ فرمایا لاؤ چیک میں ٹھیک لکھ دیتا ہوں۔ حضرت نے سات ہزار کو کاٹا اور سات ہزار کی جگہ چودہ ہزار لکھ دیا۔ اور کہا دے دو اس کو۔ اب اس بندے نے پیسے تو دے دیئے لیکن پھر دوبارہ آیا حضرت! مجھے آپ کی اس بات کی سمجھ نہیں آئی۔ قرضہ تھا سات سو درہم، آپ نے لکھے سات ہزار درہم۔ جب میں پوچھنے کے لیے آیا تو سات ہزار کو کاٹ کے چودہ ہزار کر دیئے۔ حضرت نے اس وقت یہ بات بتائی فرمانے لگے دیکھو! میں نے نبی علیہ السلام کی ایک حدیث پڑھی ہے کہ جب کوئی بندہ کسی ایمان والے کو اچانک دل کی خوشی پہنچاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس عمل پر زندگی کے پچھلے سب گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ جب یہ بندہ میرے پاس آیا اور اس نے آ کے

سات سو درہم مانگے۔میں نے سوچا سات سو دیتا ہوں پھر سوچا سات لے کر اس کے دل کو اچانک خوشی نہیں پہنچے گی تو میں نے سات ہزار لکھ دیے۔ کہ اس کو Expectation بھی نہیں ہوگی اور Unexpected خوشی ملے گی تو میرے گناہ معاف ہونگے اور تم نے میرا کام خراب کردیا۔سات ہزار کا پوچھنے آگئے۔اب سات ہزار بھی دے دیئے جاتے تو Unexpected خوشی اس کو نہ ہوتی۔تو اب میں نے اس کو کاٹ کر چودہ ہزار کرلیے۔توقع سات ہزار کی تھی۔ جب چودہ ہزار ملیں گے تب اس کے دل کو اچانک خوشی ملے گی اور اس عمل پر اللہ تعالیٰ میرے پچھلے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔ یہ ایمان والے لوگ تھے جو دوسروں کا اتنا لحاظ کرتے تھے۔ اتنا خیال کرتے تھے۔دوسروں کو ذرا بھی تکلیف نہیں پہچایا کرتے تھے۔

ایمان والوں کے ساتھ الجھنا ناپسندیدہ عمل:

اللہ رب العزت ہمیں بھی ایسی زندگی عطا فرمائے کہ ہم اللہ کے بندوں کے لیے رحمت بن جائیں اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لیے زحمت نہ بن جائیں۔ وبال جان نہ بنیں۔آج تو جیسے کوئی بے سینگ کا بکرا ہوتا ہے نا'ادھر کوئی قریب سے آیا تو اس کو ٹکر ماری' ادھر سے کوئی گزرنے لگا تو اس کو ٹکر ماری' ہم بھی بے سینگ کے جانور ہیں۔سینگ نظر تو نہیں آتے ہمارے سر پہ۔ہم ٹکر مارتے ہیں اس کو ٹکر ماری'اس کو ٹکر ماری۔ذرا سی بات پہ لڑنا شروع کردیتے ہیں۔الجھنا شروع کردیتے ہیں اور ہم اس کو مسئلہ ہی نہیں سمجھتے۔یاد رکھیں!ایمان والوں کے ساتھ لڑنا الجھنا اللہ رب العزت کو قطعاً پسند نہیں ہے۔

نبی علیہ السلام کی ضمانت:

ذمہ داری سے عرض کررہا ہوں نبی علیہ السلام نے فرمایا میں اس شخص کو جنت کے وسط میں گھر دلانے کی ضمانت دیتا ہوں جو جھگڑا کرنا ترک کردے اگرچہ حق کے اوپر کیوں نہ ہو۔

چنانچہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ﴾

مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان سے جس کے ہاتھوں سے دوسرے مسلمان سلامتی میں رہیں۔ آج کی اس محفل میں ہم اپنے پچھلے گناہوں کی معافی مانگیں اور آئندہ عزم اور ارادہ کریں میرے اللہ! آپ کے بندوں کو بندیوں کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے اور نیکوکاری کی زندگی گزار کر قیامت کے دن آپ کے سامنے جائیں گے۔ دوسرے کوئی غلطی کر لیں گے ہم معاف کر دیں گے آپ کی رضا کے لیے۔ ہم غلطی کرنے سے بچیں گے۔

قابلِ تقلید واقعہ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے فرماتے ہیں ایک آدمی کی بیوی سے کوئی نقصان ہو گیا۔ نقصان اتنا زیادہ تھا وہ چاہتا تو سزا دیتا یا چاہتا تو ناراض ہو کے گھر بھیج دیتا۔ حق بجانب تھا نقصان بڑا تھا۔ لیکن اس نے محسوس کیا کہ بیوی خود بھی شرمندہ تھی کہ مجھ سے بڑا نقصان ہو گیا۔ اس نے کہا چلو کوئی بات نہیں اللہ کی بندی ہے اس کو اب Realize بھی ہو گیا کوئی بات نہیں میں اس کی غلطی کو معاف کر دیتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصے کے بعد یہ شخص فوت ہو گیا۔ کسی کو خواب میں ملا اس نے پوچھا کہ بتاؤ بھئی! آگے کیا بنا۔ کہنے لگا کہ اللہ رب العزت کے حضور پیشی ہوئی۔ اللہ رب العزت نے فرمایا فلاں موقع پر تو نے اپنی بیوی کو میری بندی سمجھ کے معاف کر دیا تھا آج میں بھی تمہیں اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں۔ اللہ رب العزت ہمیں ایسے اچھے اخلاق والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

منفرد مثال کے ذریعے اہم پیغام:

آخر میں ایک بات اور عرض کرتا چلوں۔ یہ نویں جماعت کی بات ہے۔ اس زمانے

میں یہ عاجز نویں جماعت میں پڑھتا تھا سکول میں۔ ایک میرا کلاس فیلو تھا ہم اکٹھے بینچ پر بیٹھے تھے۔ وہ دیہات سے پڑھنے کے لیے آتا۔ ذہین تھا' نمازی تھا اچھا آدمی تھا۔ میرا اس کے ساتھ اچھا دوستانہ تعلق تھا ہم مل کے پڑھتے بھی تھے اور ایک دوسرے کے اچھے دوست تھے۔ وہ مجھے کبھی کبھی دیہات کی باتیں سناتا تھا کہ دیہات میں گاجریں ایسی لگتی ہیں' مولی ایسے لگتی ہیں۔ شلغم ایسے لگتے ہیں' سبزیاں ایسے لگتی ہیں۔ ہمیں پتہ ہی نہیں تھا۔ زندگی میں ہم نے کبھی دیہات دیکھا ہی نہیں تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مجھے یہ نہیں پتہ ہوتا تھا کہ گندم کسی پودے پہ لگتی ہے یا کسی درخت کے اوپر لگتی ہے۔ کچھ پتہ نہیں تھا۔ جب وہ بات سناتا دیہات کی تو میں اس کو شوق سے سنتا تھا۔ ایک دن وہ کہنے لگا کہ بھئی! آپ ایسا کریں کہ گرمی کی چھٹیاں ہونے والی ہیں ہمارے پاس دیہات میں آئیں ایک دو دن کے لیے میں آپ کو دیہات کی سیر کراؤں گا اور یہ ساری چیزوں کی فصلیں میں آپ کو خود دکھاؤں گا۔ ہم نے کہا بہت اچھا۔ گھر میں' میں نے اپنی والدہ سے بات کی۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ تم اپنے بڑے بھائی کے ساتھ چلے جاؤ اور ایک دو دن وہاں ٹھہر کے بڑے بھائی کے ساتھ واپس آ جاؤ۔

چنانچہ میرے بڑے بھائی مجھے لے کر گئے۔ ہم وہاں گئے' رات سوئے' صبح اس نے اٹھایا' ہم نے نماز پڑھی سیر کو نکلے۔ سیر کرتے ہوئے مجھے تعارف کروا رہا تھا۔ ایک جگہ میں نے کیا دیکھا کہ ایک جگہ گوبر کا ڈھیر لگا ہوا ہے' انبار گوبر کا' یہ گائے بھینس کی جو نجاست ہوتی ہے' اس کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اس کو دیکھ کے مجھے عجیب سا لگا۔ میں نے کہا کہ یار! یہ اکٹھا کر کے رکھا ہوا ہے یہ تو ناپاک ہوتا ہے' یہ تو بدبودار ہوتا ہے' یہ تو نجاست ہے' اس کو تو پھینک دینا چاہیے کہیں۔ اس نے کہا کہ یہ جو بندہ ہل چلا رہا ہے اس سے پوچھو کہ اس نے کیوں جمع کر کے رکھا ہے؟ میں نے اس ہل چلانے والے سے پوچھا کہ آپ نے یہ گائے بھینس کا گوبر بدبودار' نجس یہ کیوں یہاں رکھا ہوا ہے؟ (میں چھوٹا تھا اس وقت)۔ وہ کہنے لگا

بچے! تم ابھی بچے ہو' کچے ہو' تمہیں پتہ نہیں ہے' تمہاری نظر میں یہ نجاست ہے' تمہاری نظر میں یہ گوبر ہے' ناپاک ہے۔ میری نظر میں یہ Fertilizer ہے۔ میں اس کو کھیت کے اندر ملاتا ہوں مٹی میں' پھر جب سبزی اُگاتا ہوں تو سبزی بڑی اچھی ہوتی ہے' سائز بھی اچھا ہوتا ہے۔ تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ مجھے اس کا بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ اس نے سمجھانے کی کوشش کی مگر چھوٹی عمر کی وجہ سے مجھے اس کی بات سمجھ میں نہ آئی۔ مجھے یہی بات سمجھ آ رہی تھی کہ ناپاک ہے' نجس' گندی بدبودار کیوں ڈالتا ہے۔ یہاں تو کھانے کی چیز پیدا ہوتی ہے' نہیں ڈالنی چاہیے۔ گھر میں واپس آ گیا۔

اے انسان:

آج جب کبھی اپنی زندگی کے اس واقعے کو میں یاد کرتا ہوں تو اب بات سمجھ میں آتی ہے اور میں سوچتا ہوں کہ اے انسان! جس کو ہم گوبر کہتے ہیں' نجاست کہتے ہیں' گندگی کہتے ہیں' ناپاک کہتے ہیں' بدبودار کہتے ہیں' حقارت اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں اس گوبر کو اگر کسی کھیت میں ملا دیا جائے تو وہ گوبر بھی ساتھ والی فصل کو اور سبزی کو فائدہ پہنچا دیتا ہے۔ تو انسان ہو کر اگر ساتھ والے انسان کو فائدہ نہیں پہنچاتا تو اللہ کی نظر میں تو گوبر اور گندگی سے بھی گیا گزرا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں باعمل مؤمن بن کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ○

مناجات

ہوا و حرص والا دل بدل دے
میرا غفلت میں ڈوبا دل بدل دے

بدل دے دل کی دنیا دل بدل دے
خدایا فضل فرما دل بدل دے

گنہگاری میں کب تک عمر کاٹوں
بدل دے میرا رستہ دل بدل دے

سنوں میں نام تیرا دھڑکنوں میں
مزہ آجائے مولیٰ دل بدل دے

کروں قربان اپنی ساری خوشیاں
تو اپنا غم عطا کر دل بدل دے

ہٹالوں آنکھ اپنی ماسویٰ سے
جیوں میں تیری خاطر دل بدل دے

پڑا ہوں تیرے در پر دل شکستہ
رہوں کیوں دل شکستہ دل بدل دے

ترا ہو جاؤں اتنی آرزو ہے
بس اتنی ہے تمنا دل بدل دے

میری فریاد سن لے میرے مولیٰ
بنا لے اپنا بندہ دل بدل دے

ہوا و حرص والا دل بدل دے
میرا غفلت میں ڈوبا دل بدل دے

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ○ (سورہ ہود آیت ۱۱۴)

نوجوانوں کو اہم نصیحتیں

از افادات
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد
041-2618003

اقتباس

اس امت کے جتنے بڑے مشاہیر تھے یہ وہ تھے جنہوں نے اپنے ماں باپ سے تربیت پائی اورانہوں نے جوانی کی عمر میں ہی بہت بلند مقام پالیا۔مثال کے طور پر بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ‘ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے جس طرح فرشتوں میں جبرئیل علیہ السلام کا مقام ہے۔میری نظر میں اولیاء کی دنیا میں بایزید کا وہ مقام ہے۔بچپن میں یتیم ہوگئے تھے اور یاد رکھیں اس دنیا میں یتیم ہی دریتیم بنا کرتے ہیں۔جب ظاہری سہارے نہیں ہوتے‘تو پھر اللہ تعالیٰ اس کا سہارا بن جایا کرتے ہیں۔ ماں نے تربیت کی اور یہ بچہ لڑکپن سے ہی سعادت مند بنا اورنیں عالم شباب میں یہ عالم بھی تھا ولی بھی تھا اور اپنے وقت کا بہت بڑا شیخ بھی تھا۔

ازافادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

نوجوانوں کو اہم نصیحتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ○ (سورہ ہود آیت ۱۱۴)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

انسانی زندگی کے مختلف ادوار:

انسانی زندگی کے مختلف دور ہوتے ہیں۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ بچپن کا دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں بچہ کا کام دودھ پی لینا اور وقت گزار دینا۔ جب ذرا اور بڑا ہوتا ہے چلنے پھرنے، دوڑنے، بھاگنے کے قابل ہوتا ہے تو پھر اسے کھیلنے کا شوق ہوتا ہے۔ بس کھاتا پیتا ہے، سوتا ہے اور باقی سارا وقت وہ کھیلتا ہے۔ پھر لڑکپن کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ اس لڑکپن کے دور میں اس پر تھوڑی ذمہ داری ڈالی جاتی ہے۔ کہ اس کو پڑھانا شروع

کیا جاتا ہے۔ عام طور پر ۶ سال کی عمر میں بچے کو قرآن مجید اور دوسری ایسی تعلیم شروع کروا دیتے ہیں۔ اور ذرا بڑا ہوتا ہے تو پڑھائی کا بوجھ اور بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جب یہ بچہ جوانی کی عمر میں قدم رکھتا ہے تو پھر اس کی تعلیم کا بوجھ بھی کافی زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی زندگی کی ضروریات بھی بدل جاتی ہیں۔ پھر یہ اپنے ماں باپ کا مشیر بھی بن جاتا ہے۔ پہلے فقط ان کی باتیں سنا کرتا تھا اب تین باتیں سنتا ہے تو ایک بات میں مشورہ بھی دے دیتا ہے۔ چونکہ تعلیم پاتا ہے وقت کے ساتھ ساتھ پختگی آتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ تعلیم مکمل کر کے یہ بچہ اپنے لیے روزگار ڈھونڈتا ہے۔ کبھی تو بزنس میں چلا جاتا ہے کبھی کسی سروس کو join کر لیتا ہے۔ کوئی نہ کوئی صورتحال اس کے والدین اس کے لیے ڈھونڈتے ہیں۔ اور یہ بچہ اس میں کام کرنے لگ جاتا ہے۔ جب اچھا کام کرنے لگا کمائی بھی ہوگی۔ تو والدین بھی سوچتے ہیں کہ اب اس کو اپنی زندگی گزارنے کے لیے کسی ساتھی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس نوجوانی کی عمر میں اس نوجوان کی شادی کر دی جاتی ہے۔ یہ زندگی کا ایک Phase ہے۔ جس میں انسان اپنی بیوی کے ساتھ مل کر اپنے گھر کی بنیادیں رکھتا ہے۔ اور ایک نئی فیملی (Family) کی بنیاد پڑتی ہے۔ اس کی ذمہ داریاں اٹھاتا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو پورا کرتا ہے۔ لیکن یہ جوانی کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ انسان کی پاس وقت زیادہ ہوتا ہے اور کام کرنے کو تھوڑا ہوتا ہے۔

کام کی ذمہ داری کس کو سونپیں:

جو کام کرنے والے لوگ ہوتے ہیں ان کی بات کر رہے ہیں۔ جو کام کرنے والے نہیں ہوتے انکو تو ہمیشہ وقت کی کمی کا شکوہ ہی رہتا ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اگر کوئی کام ذمے لگانا ہو تو فارغ بندے کے ذمے نہ لگائیں جو پہلے ہی سے کسی کام میں لگا ہو اس کے ذمے لگائیں وہ کام کرنے والا اس کام کو بھی کر دے گا۔ فارغ بندے کے ذمے اس لیے

نہ لگانا کہ اس کے پاس فرصت نہیں ہوتی۔

چنانچہ سست آدمی کی یہ علامت ہوتی ہے کہ کوئی کام اسے کہہ دو بس وہ کہے گا کہ فرصت ہی نہیں۔ تو جو لوگ کام کرنے والے ہوتے ہیں ان کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ کرنے کا کام ہمارے پاس تھوڑا ہے ہم اور بھی کر سکتے ہیں۔ یہ اصل وقت ہوتا ہے زندگی کا۔ توانائیاں بھرپور ہوتی ہیں انسان کی قوت یادداشت بہت ہوتی ہے۔ جسمانی طاقت اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ قوت ارادی کی انتہا ہوتی ہے اگر اس عمر میں انسان کے سامنے کوئی مقصد ہو تو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے یہ نوجوان بہت کام کر سکتا ہے۔

تاریخی شواہد پر طائرانہ نظر:

اگر ہم اپنی تاریخ کو دیکھیں تو دنیا میں جتنے بڑے بڑے کام ہوئے ہیں اکثر و بیشتر نوجوانوں نے کیے۔ مثال کے طور پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام جو کہ ابوالانبیاء ہیں۔ جدالانبیاء ہیں جن کی نسل سے اللہ تعالیٰ نے دس ہزار انبیاء بھیجے وہ ابراہیم علیہ السلام اپنی جوانی کی عمر میں توحید کا پیغام لے کے اٹھتے ہیں۔ شرک اور بت پرستی کی مذمت کرتے ہیں۔ ان کے دور میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام تھا نمرود جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ تو ابراہیم علیہ السلام اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ تو غلط ہے جب اُس سے بات چیت کا موقع ملا تو اس نے کہا تم بتاؤ تمہارا پروردگار کیا کرتا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ میرا پروردگار وہ ہے جو انسانوں کو زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی دیتا ہے۔ تو نمرود نے سوچا اور کہنے لگا یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں۔

چنانچہ ایک ملزم جیل میں جس کو پھانسی کی سزا ہو چکی تھی اس کو اس نے آزاد کر دیا کہ دیکھو میں نے مردہ کو زندہ کر دیا اور ایک بے گناہ بندہ اس کو موت کا حکم جاری کر کے اس کو پھانسی پر چڑھوا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے۔ یا تو اس کے پاس عقل ہے نہیں' اور

اگر عقل ہے تو یہ بالکل استعمال نہیں کرتا۔ اس نے سنبھال کے رکھی ہوئی ہے۔ اس لیے اب اس کو کسی اور طرح سے سمجھانا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۸)

''میرا پروردگار وہ ہے جو سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے تم اگر خدائی کا دعوی کرتے ہو تو تم اسے مغرب سے طلوع کر کے دکھا دو۔ اتنا کہنا تھا کہ وہ تو مبہوت ہو گیا' لا جواب ہو گیا''

ابراہیم علیہ السلام کا انداز دعوت:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام توحید کا پیغام لے کر اٹھے۔ پوری قوم بت پرستی میں پڑی ہوئی تھی۔ ایک موقع پر قوم نے جانا تھا کسی میلے ٹھیلے پر تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے معذرت کر لی کہا:

﴿قَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ﴾ (سورۃ الصافات آیت ۸۹)

''میری طبیعت ٹھیک نہیں''

جب وہ لوگ چلے گئے تو انہوں نے پیچھے جو بت تھے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے اور جو ایک بڑا بت تھا کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ اب جب قوم واپس آئی اور انہوں نے بتوں کا یہ حال دیکھا تو پریشان ہوئے کہنے لگے یہ کام کون کر سکتا ہے۔ قرآن مجید یہ گواہی دے رہا ہے کہ اس وقت یہ کہا گیا کہ ہم نے ایک نوجوان کے بارے میں سنا ہے جس کا نام ابراہیم ہے وہ ہمارے بتوں کی باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو بلایا گیا تو انہوں نے فرمایا جس کے کندھے پر کلہاڑا ہے اس سے پوچھو۔ کہنے لگے یہ تو جواب نہیں دیتا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے جو اپنے آپ کو نقصان سے نہیں

بچا سکتے وہ تمہیں نقصان سے کیا بچائیں گے۔اب ان کو پریشانی ہوگئی۔کہنے لگے:

﴿وَانْصُرُوْآ اٰلِهَتَكُمْ﴾

''آؤ بھئی سب مل کر اپنے خداؤں کی مدد کرو''

عقل جب اندھی ہوتی ہے تو یہاں تک انسان کا معاملہ پہنچتا ہے۔کہ آؤ اپنے معبودوں کی مدد کرو۔قوم ایک جیسی تھی سب نے کہا جی بس اس کا کوئی ٹھکانہ بناؤ' حرق وہ جلادو ابراہیم علیہ السلام کو تو یہاں سے پتہ چلا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو ان کی عمر کونسی تھی جوانی کی عمر تھی بھرپور جوانی کی قرآن پاک نے انکو خطا کہا ہے۔ تو معلوم ہوا دنیا میں حق کا بول لے کر جو لوگ اٹھے اور انہوں نے وقت کے نمرودوں کو لاجواب کر کے دکھایا اور آزمائشوں کی آگ میں ان کو جلنا پڑا یہ لوگ کون تھے؟ یہ لوگ نوجوان تھے۔

انبیاء علیہ السلام کی باہمی مطابقت:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مثال دیکھ لیں' کہ ان کو فرعون کی طرف اللہ تعالیٰ نے بھیجا'

﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾ (سورۃ النازعات آیت ۱۷)

''آپ جائیں فرعون کے پاس بہت باغی بن گیا''

تو جب وہ آئے تو ان کی عمر کیا تھی ایسی عمر تھی کہ انہوں نے دو آدمیوں کو دیکھا کہ جھگڑا کر رہے ہیں کہ ایک ان کی اپنی قوم کا تھا۔اور ایک کوئی اور تھا انہوں نے ذرا ہٹانے کے لیے ان میں سے ایک کے مکا لگایا۔ایسا پنچ (Punch) لگا کہ وہ تو گرتے ہی مر گیا۔ اب یہ بڑھاپے کی عمر ہوتی ہے اتنی طاقت کہ ایک مکا لگا کہ اس بندے کو ہمیشہ کے لیے ٹیکنیکل ناک آؤٹ کر دیا۔یہ جوانی کی عمر تھی بھرپور جوانی کی عمر تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے سامنے کھڑے ہوئے ان کی بھی جوانی کی عمر تھی؟

اصحاب کہف کا واقعہ:

قرآن مجید میں اصحابِ کہف کا واقعہ ہے آج جمعہ کا دن تھا اور جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے سورہ کہف کا پڑھنا سنت بھی ہے۔ یہ اصحاب کہف کون تھے وقت کا بادشاہ بہت ظالم تھا تو کچھ نوجوان تھے جن کو اپنا ایمان خطرے میں محسوس ہوا۔ انہوں نے سوچا ہم اس جگہ کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ قرآن مجید گواہی دے رہا ہے۔

﴿إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ (سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۳)

یہ لوگ کون تھے فتیۃ یہ لوگ نوجوان تھے۔ تو لفظ ہے ان کے بارے میں نوجوان کا تو اصحاب کہف جو اللہ کے اولیاء بنے وہ کون لوگ تھے نوجوان تھے۔ تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نوجوان' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نوجوان' اصحاب کہف بھی نوجوان اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی نوجوان جب ان کو اس دنیا سے اٹھایا گیا تو بھرپور جوانی کی عمر تھی۔

نوجوانی کے کمالات:

جب رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں آ کر نبوت کا دعویٰ کیا تو اس وقت ان کی عمر مبارک کتنی تھی چالیس سال۔ جوانی کی عمر بھرپور جوانی کی عمر۔ جب نبوت کا اعلان کیا تو آپ کی عمر مبارک چالیس سال' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عمر اڑتیس سال عمر فاروق کی عمر رضی اللہ عنہ ستائیس سال' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال' حمزہ رضی اللہ عنہ بھی جوان ہیں' عثمان غنی بھی جوان ہیں۔ یہ جوانوں کی ایک جماعت تھی۔ جس کو اللہ نے کھڑا کر دیا۔ اور انہوں نے پوری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ تو ان مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں بڑے کام کر دکھائے یہ لوگ کون تھے؟ یہ نوجوان تھے۔ یہ نوجوان لوگ تھے۔ لہٰذا اس عمر میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی نعمتیں اپنے کمال کو پہنچی ہوتی ہیں لہٰذا آدمی جس کام کو کرنے کی نیت کرے اس کام کو کر گزرتا ہے۔ یہ بہترین عمر ہے

آخرت کی کھیتی کاشت کرنے کی دین کے کام کو اپنا کام بنانے کی۔

اہم نصیحت:

ہمارے بڑوں نے کہا کہ جو بوڑھے لوگ ہوتے ہیں ان کے پاس زندگی کے تجربات ہوتے ہیں۔ انہوں نے زندگی میں ٹھوکریں کھا کھا کر یہ سمجھ لیا ہوتا ہے کہ کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا۔ زندگی میں دو طرح کے کام ہوتے ہیں۔ ?What to do اور ایک ہوتا ہے ?What not to do یہ What to do جس طرح اہم ہوتا ہے What not to do اس سے بھی زیادہ اہم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ٹھوکریں کھائے بغیر بندہ سمجھ نہیں سکتا تو جنہوں نے زندگی میں ماریں کھائیں ہوتی ہیں اونچ نیچ دیکھی ہوتی ہے۔ گرمی سردی دیکھی ہوتی ہے ہر طرح کے حالات بھگتے ہوتے ہیں ان کو پہلے سے پتہ ہوتا ہے تو یہ بوڑھے لوگ حقیقت میں دین اسلام کی نظر میں Think Tank ہوتے ہیں۔ ہر گھر کے اندر ماں باپ کی حیثیت Think Tank کی ہوتی ہے۔ اور نوجوانوں کی حیثیت ہوتی ہے کہ وہ ان سے ہدایات لیں پالیسی لیں اور کام کرتے رہیں چلتے رہیں یہ کام نوجوانوں نے کرنا ہوتا ہے۔ اور گائیڈ لائن (Guige line) ان کو ان کے بڑوں نے دینی ہوتی ہے۔

بڑوں کی برکت:

نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلْبَرَکَۃُ مَعَ اَکَابِرِکُمْ

برکت تمہارے لیے بڑوں کے ساتھ رہنے میں ہے۔ دیکھیں ایک ہوتا ہے پانی اور ایک ہوتی ہے آگ جب دونوں ملتے ہیں تو بھاپ بن جاتی ہے۔ Steem بن جاتی ہے۔ اور یہ steem بڑی بڑی ریل گاڑیوں کے بوجھ کو کھینچتی ہے۔ اس طرح نوجوانوں

کی مثال آگ کی اور بوڑھوں کی مثال پانی کی اور نوجوانوں کا جوش اور بوڑھوں کا ہوش یہ جمع ہو جائیں۔تو نوجوانوں کا جوش اور بوڑھوں کا ہوش یہ اکھٹے ہو جائیں تو یہ بھی ایک steem طرح کی چیز بنتی ہے جو زندگی کی گاڑی کو دھکیل کر منزل تک پہنچا دیا کرتی ہے۔

اس لیے جہاں نوجوان ایک دوسرے کے راہبر خود بن جائیں وہاں ٹھوکر کھائیں گے۔

A young leading be young is like a blind leading be blind they will be both fall into the ditch.

چونکہ انہوں نے زندگی کے راستے کو دیکھا نہیں ہوتا

A real guide is he who has gone all the roads which you want to go.

جس کو پتہ ہی نہیں راستے کا وہ کیا بتائے گا وہ تو جمپ آئیں گے اس کو کیا پتہ کہاں کہاں Speed breaker لگے ہوئے ہیں۔تو اس لیے کامیاب زندگی ان لوگوں کی ہوتی ہے۔جو کہ جوانی کی عمر میں اپنے بڑوں کی ہدایات کے مطابق زندگی گزاریں۔

مشاہیر امت کی جوانی:

اس امت کے جتنے بڑے مشاہیر تھے یہ وہ تھے جنہوں نے اپنے ماں باپ سے تربیت پائی اور انہوں نے جوانی کی عمر میں ہی بہت بلند مقام پالیا۔مثال کے طور پر بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ' جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے جس طرح فرشتوں میں جبرئیل علیہ السلام کا مقام ہے۔میری نظر میں اولیاء کی دنیا میں بایزید کا وہ مقام ہے۔ بچپن میں یتیم ہو گئے تھے اور یاد رکھیں اس دنیا میں یتیم ہی دُرِ یتیم بنا کرتے ہیں۔جب ظاہری سہارے نہیں ہوتے' تو پھر اللہ تعالیٰ اس کا سہارا بن جایا کرتے ہیں۔ماں نے

تربیت کی اور یہ بچہ لڑکپن سے ہی سعادت مند بنا اور عین عالم شباب میں یہ عالم بھی تھا ولی بھی تھا اور اپنے وقت کا بہت بڑا شیخ بھی تھا۔

امام غزالی کی والدہ کی تربیت:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ابو حامد محمد غزالی یہ بھی اپنی ابتدائی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ ان کی تربیت ان کی والدہ نے کی دو بھائی تھے بڑے احمد غزالی' چھوٹے محمد غزالی جن کو امام غزالی کہتے ہیں۔ یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے خطیب' مفتی اعظم سب بن گئے تھے۔ ان کے بڑے بھائی بڑے نیک تھے۔ صاحب روحانیت تھے مگر ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ تو ایک دن انہوں نے اپنی والدہ صاحبہ سے کہا کہ امی سارے لوگ کہتے ہیں کہ تیرا تو بھائی ہی تیرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تو ماں نے بیٹے کو کہا بیٹے اکیلے پڑھنے کی بجائے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرو۔ اگلی نماز میں بڑا بھائی بھی چلا گیا۔ اس نے ایک رکعت تو پڑھی جب دوسری رکعت شروع ہوئی تو بڑے بھائی نے نیت توڑی اور گھر آ گیا۔ اب پہلے سے زیادہ فتنہ اٹھا تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بڑے Depress تھے گھر آئے امی اس نے تو پہلے سے زیادہ تماشا کر دکھایا۔ دوسری رکعت میں نماز توڑ کر گھر واپس آ گیا۔ تو ماں نے بلایا پوچھا بیٹے تم نے ایسے کیوں کیا؟ اس نے کہا امی آپ نے حکم دیا تھا کہ بھائی کے پیچھے نماز پڑھنا جب تک یہ نماز میں تھا میں اس کے پیچھے رہا جب یہ نماز میں ہی نہیں تھا تو مجھے اس کے پیچھے کھڑے ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ اب ماں نے پوچھا چھوٹے بیٹے سے کیا بنا شرم سے سر جھک گیا کہتا ہے امی بھائی ٹھیک کہتا ہے۔ پہلی رکعت میں میری توجہ پوری کی پوری اللہ رب العزت کی طرف تھی دوسری رکعت میں جب کھڑا ہوا تو نماز سے پہلے میں نے درس دینا تھا تو اس میں فقہ کے مسائل پڑھ رہا تھا مستورات کو درس دینا تھا تو ان میں سے ایک مسئلہ کی طرف میرا دھیان چلا گیا تو نماز میں نہ رہا۔ تو بڑے نے کہا جب

یہ نماز میں تھا ہی نہیں میں نے نیت توڑی میں آ گیا۔ ماں نے ٹھنڈی سانس بھری اور ٹھنڈی سانس لے کر کہا افسوس میرے دو بیٹے اور دونوں میں سے میرے کام کا کوئی بھی نہ نکلا۔ دونوں حیران! تو دونوں نے پوچھا امی وہ کیسے؟

فرمانے لگیں وہ ایسے کہ چھوٹا آگے کھڑا تھا نماز کی حالت میں اور عورتوں کے حیض اور نفاس کے مسائل پر غور کر رہا تھا۔ اور بڑا اس کے پیچھے کھڑا تھا اور وہ کھڑا اپنے بھائی کی دل کی کیفیت پر غور کر رہا تھا۔ نہ اس کی توجہ اللہ کی طرف تھی نہ اس کی توجہ اللہ کی طرف تھی دونوں میں سے میرا کوئی بھی نہ بنا۔ وہ تصوف کے باریک مسائل جو وقت کے بڑے بڑے مشائخ حل کیا کرتے تھے اس وقت کی مائیں حل کر دیا کرتی تھیں۔ تو امام غزالی بھی عالم جوانی میں امام غزالی بن گئے تھے۔

تصوف کے اکابر کا عہد شباب:

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ عین عالم شباب میں وقت کے بڑے شیخ بن چکے تھے۔ حضرت خواجہ میر عالم رحمۃ اللہ علیہ جوانی میں اپنے وقت کے بڑے شیخ بن چکے تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ عین عالم جوانی میں وقت کے بادشاہوں کے پیر بن چکے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے ماں باپ سے اچھی تربیت پائی اور وہ پھر جوانی میں آسمان ہدایت پر ستارے بن کر چمکے آج بھی ہم ان کا نام لیتے ہیں تو ہمارے دل میں ان کی عظمت آ جاتی ہے۔ صرف یہ ہی نہیں اور بھی بہت ساری مثالیں ہیں۔

مسلم سپہ سالار نوجوانی میں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پردہ فرمانے سے پہلے جو آخری لشکر بھیجا تھا تو اس کا جس کو امیر بنایا ان کا نام تھا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور ان کی عمر تھی اس وقت اٹھارہ سال۔ اٹھارہ سال کی عمر میں وہ لشکر کے امیر بنے۔ محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ جس نے ایک بڑے علاقے کو فتح کر کے

وہاں اسلام پھیلایا۔ جب یہ لشکر کا امیر بن کر آیا تو اس کی عمر کتنی تھی؟ سترہ سال۔ آج سترہ سال کا بچہ گھر نہیں سنبھال سکتا۔ ان سترہ سال کے بچوں نے پوری فوج کو سنبھالا اور سینکڑوں میل تک دین اسلام کو پھیلا دیا۔ ان کے اندر یہ نعمت کیسے آئی؟ کہ ان کی Direction ٹھیک تھی انہوں نے بڑوں کی ہدایات کے مطابق زندگی گزاری۔ تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرلیا۔

ایک بنیادی فرق:

آج کے نوجوان کی زندگی میں D i s t u c t i o n بہت ہوتی ہے Furstration بہت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے اس کی زندگی میں Net out put جو ہوتا ہے کاموں کا وہ بہت تھوڑا ہوتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تیرہ سال کی عمر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بن گئے تھے۔ درس قرآن شروع ہوگیا تھا تیرہ سال کی عمر میں ۔ اتنے چھوٹے تھے کہ بیٹھے درس قرآن دے رہے تھے کہ دو چڑیاں لڑتے لڑتے پاس آ کر گریں۔ تو حضرت مفسر صاحب نے اپنا عمامہ اتارا اور چڑیوں کے اوپر رکھ دیا۔ جو بڑے بوڑھے سفید ریش تھے انہوں نے اس کو برا منایا کہ یہ سنجیدگی کے خلاف ہے۔ تو آپ نے درس شروع فرمایا اور اس میں حدیث سنائی کہ بچہ بچہ ہی ہوتا ہے کہ اگر چہ نبی علیہ السلام ہی کیوں نہ ہو۔ تو گویا اس عمر سے انہوں نے درس قرآن شروع کردیا۔

حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی محنت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے انہوں نے بارہ سال کی عمر میں اپنے والد گرامی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت وخلافت

حاصل کر لی تھی۔ بارہ سال کی عمر میں۔تو دیکھیں جو کرنے والے ہوتے ہیں بارہ سال کی عمر میں' تیرہ سال کی عمر میں' سترہ سال کی عمر میں' اٹھارہ سال کی عمر میں اتنے بڑے بڑے کام کر گئے۔تو اس لیے یہ عمر بڑے کام کی عمر ہوتی ہے۔ہم سمجھتے ہیں چھوٹا سا بچہ ہے نہیں اس کو اللہ نے بڑی صفات دی ہوتی ہیں۔

تربیت کا اثر:

اگر صحیح طور پر شروع سے اس کی تربیت ہو تو پندرہ اٹھارہ سال کی عمر میں وہ ایک بھرپور معاشرے کا فرد بن چکا ہوتا ہے۔مگر اس میں وہی بنتے ہیں جنہوں نے بچپن سے تربیت پائی ہو۔ اور اگر بچے ایسے ہوں کہ ماں باپ کی سنتے ہی نہ ہوں ماں باپ کچھ سمجھانے کی کوشش کریں تو ان کو برا لگے۔تو پھر یہ اس عمر میں اتنا نہیں بن سکتے۔ پھر یہ وہ لائن ہوتی ہے جہاں ٹھوکریں کھا کھا کے بندہ سمجھتا ہے۔Hit and Trail والی زندگی ہوتی ہے۔خود آزمایا کہیں تھپڑ پڑے' کہیں ذلت ملی پھر جا کے سمجھ میں آیا کہ بڑوں نے کہا تھا کہ یار یہ کام تم نے نہیں کرنا۔تو اس لیے یہ جوانی کی عمر ہمیشہ بڑی اعلیٰ عمر ہوتی ہے۔

عہد شباب کی خرافات:

مگر ایک مسئلہ اور بھی ہے کہ جب یہ جوانی کی عمر آجاتی ہے' Teen Ager جس کو کہتے ہیں خاص طور پر sixteen, seventeen,eighteen اس عمر میں نوجوان کے اندر شہوات بھی بیدار ہو جاتی ہیں۔ جوانی بھی بیدار ہو جاتی ہے اور وہ ان کے لیے ایک نئی چیز ہوتی ہے۔تو بجائے اس کے کہ یہ اپنے بڑوں سے ہدایات لیں کہ ہمیں کیسے زندگی گزارنی ہے یہ اپنے دوستوں کو اپنا مشیر بنا لیتے ہیں۔ اور دوست تو پھر ایک دوسرے کو الٹی سیدھی باتیں ہی بتاتے ہیں۔لہٰذا بہت سارے نوجوان اس موقع پر پہنچ کر پٹڑی سے اتر جاتے ہیں۔وہ وقت سے پہلے ان چیزوں کو آزمانے کی کوشش کرتے ہیں کہ

جن کا ابھی وقت نہیں آیا ہوتا۔ مثلاً ماں باپ نے کہا کہ بھئی پڑھائی مکمل کرلو پھر اپنے آپ کو Profession میں سیٹ کرو پھر ہم تمہاری شادی کریں گے۔ یہ ایک ترکیب ہے مگر اس کے کالج اور سکول کے زمانے میں ان کا دل کرتا ہے کہ نہیں۔ تو یہ پھل کچا ہونے سے پہلے پکنے کی کوشش کرتا ہے ابھی پوری طرح کچا ہوا نہیں ہوتا ایک پھل ہوتا ہے اس کی جسامت پہلے بڑھتی ہے پھر ایک بڑھنے کے بعد پکنا شروع ہوتا ہے۔ تو ابھی تو وہ پوری طرح کچا بھی نہیں بنا تو یہ اس سے پہلے پکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں آ کر ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔

چنانچہ کتنے نوجوان ایسے ہیں جو ابھی سکول کے زمانے میں ہیں اور ان کو دوستوں کے چکر میں ڈال دیا جاتا ہے۔ ان کو Miss Guide کردیتے ہیں ان کے ساتھ والے کسی دوست نے کردیا، کسی کو کزن نے کردیا اور کسی کو کلاس فیلو نے کردیا۔ یہ نوجوان چونکہ پختہ ذہن کا ہوتا نہیں تو یہ جلدی Miss guide ہوجاتے ہیں اور اس لائن پر لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ ماں باپ اس انتظار میں ہیں کہ بچوں کے A گریڈ آئیں گے اور A+ گریڈ آئیں گے اور بچوں کو پڑھائی کے سوا دنیا کا ہر کام اچھا لگ رہا ہوتا ہے۔ اگر بچوں سے پوچھو تو وہ کہتے ہیں کہ

کتاب کھول کر بیٹھوں تو آنکھ روتی ہے
ورق ورق تیرا چہرہ دکھائی دیتا ہے

ماں باپ بڑے خوش ہیں کہ ہمارا بچہ بیٹھا ہوا کتاب پڑھ رہا ہے۔ اور بچہ کتاب کے صفحوں پر شکل بیٹھا کسی اور کی دیکھ رہا ہے۔ اب اس کا A گریڈ کیسے آئے گا۔ بھئی یہ بچے اپنے کیرئیر کو کیسے بنائیں گے۔ پہلے زمانے میں پھر بھی کچھ سادگی زندگی میں ہوتی تھی تو بگڑتے بھی تھے تو تھوڑا بگڑتے تھے۔ آج کل کی سہولیات نے بگڑنا آسان کردیا۔

خاموش قاتل:

مثال کے طور پر ایک چھوٹی سی چیز ہے جس کو سیل فون کہتے ہیں تو کچھ لوگوں کے لیے تو یہ سیل فون ہوتا ہے اور ہم نے اس کا نام ہیل فون رکھا ہوا ہے۔ پکی بات ہے نوجوان کے ہاتھ میں یہ چیز اس کو جہنم کی طرف لے جانے میں دوڑتے گھوڑے کا کام کرتی ہے۔ SMS کیوں؟ فری ہے۔ اب SMS سے پیغامات آرہے ہیں۔ ٹائم گزر رہا ہے۔ گھنٹوں گزرتے ہیں۔ اور جہاں پر لوکل کال فری وہاں پر گھنٹوں سیل فون پر بات ہوتی ہے۔ نوجوان یا تو ایک دوسرے کے ساتھ کر رہے ہوتے ہیں یا پھر کہیں نہ کہیں کوئی تعلق جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو کہیں نہ کہیں تعلق جُڑ گیا بس گناہوں کا پینڈورا بکس کھل گیا۔ اب ان بچوں کو پھر کوئی ہوش نہیں ہوتی۔ نہ سورج چڑھنے کی ہوش نہ غروب ہونے کی ہوش۔ اور پہلے تو پھر بھی پتہ چل جاتا تھا کہ Bell ہوتی تھی تو بجتی تھی اللہ مارے بنانے والوں نے اس میں Vibration ڈال دی۔ اب محفل میں بیٹھنے والوں کو کچھ نہیں پتہ بس اس کا دل دھڑک رہا ہے۔ جیب میں جو ڈالا ہوا ہے۔ اب کسی کو کیا پتہ لوگ اپنے کام میں لگے ہیں۔ اور کھانے کھا رہے ہیں اور اس کی جیب میں وہ جو دل دھڑکا تو بس یہ اٹھا کھڑکا اس کا دل کبھی تو Wash room جانے کے بہانے Wash room میں بیٹھ کر باتیں ہو رہی ہیں اور کبھی باہر باتیں ہو رہی ہیں۔ اچھا ماں باپ سمجھتے ہیں کہ بچے اپنے کمرے میں سو رہے ہیں۔ بچے سوئے ہوئے نہیں ہوتے بچے باتوں میں کھوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس سے ان کی زندگیاں برباد ہو رہی ہیں۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ نوجوانوں کے ہاتھ میں یہ مصیبت نہ آئے۔ اِلَّا کہ کوئی مجبوری ہو۔ ہم محبت میں اپنے ہاتھوں سے نئے نئے سیٹ لا کر دیتے ہیں۔ دوبئی سے بیٹا میں آپ کے لیے سیٹ لایا ہوں۔ تو جب ہم بھی یہ چیزیں لا کے دے دیتے ہیں اور بچے بھی بہانے بناتے ہیں۔

بچیاں بہانے بناتی ہیں۔ ابو چھٹی ہو جاتی ہے اور انتظار کرنا ہوتا ہے اور اس وقت میں فون پر آپ کو بتا دوں گی کہ میں فارغ ہو گئی ہوں۔ تو باپ کو تو یوں مطمئن کیا۔ اصل میں فون چاہیے ہوتا ہے اپنا مقصد پورا کرنے کیلئے۔

حیران کن واقعہ:

ایک صاحب کہنے لگے کہ میرے بیٹے کو پتہ نہیں تھا کہ اس کا بل بھی آتا ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ لوکل کال ہے اور بل نہیں آتا اور اس نے کسی اور شہر کا نمبر یہاں لیا ہوا تھا اور اس کو رومنگ پڑتی تھی کہنے لگا کہ وہ استعمال کرتا رہا کرتا رہا ایک مہینے کے بعد مجھے پتہ چلا کہ One Thousand ڈالر بل صرف اس کی باتوں کا آیا۔ اتنی باتیں یہ بچے ایک دوسرے کے ساتھ سیل فونوں پر کرتے ہیں۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے پھر ٹارگٹس بدل جاتے ہیں۔ ماں باپ نے پڑھنا ٹارگٹ دیا ہوتا ہے اور بچے کے دل میں کسی سے ملنا ٹارگٹ بن جاتا ہے۔ تو جب منزل ہی بدل گئی تو پھر انسان تو اس راستے پر چل ہی نہیں سکے گا۔ پھر اس پر ایک اور مصیبت آ گئی لوگوں نے اس کا نام رکھا ہوا ہے۔ انٹرنیٹ اور یہ عاجز اس کو کہتا ہے انٹرنیٹ۔ نیٹ جال کو کہتے ہیں۔ انٹر in to the net کوئی شریف بندہ بھی کمپیوٹر پر بیٹھا کام کر رہا ہے نا انٹرنیٹ پہ تو اچانک سکرین پر بہت فضول قسم کی Advertisement آنی شروع ہو جائے گی۔ اس لیے کہ جو معاشرے میں فحاشی پھیلانے والے بدمعاشی پھیلانے والے لوگ ہیں وہ بھی تو بیٹھی سوچ رہے ہیں نا کہ ہم نے کرنا کیا ہے۔ وہ ایسے طریقے سے اپنے پروگرام بناتے ہیں کہ وہ دوسرے پروگرام کو بائی پاس کر کے سکرین پر آ جاتا ہے صرف پندرہ سیکنڈ کے لیے اب پندرہ سیکنڈ میں ان کو تصویر دکھا دی اور پڑھنے والا جو بچہ ہوتا ہے اس کے دماغ کے اندر انہوں نے طوفان برپا کر دیا۔ انہوں نے شکل دکھا دی کسی ماڈل کی اور نیچے فون دے دیا بس اب وہ بچہ دوبارہ

خود ڈھونڈتا ہے کہ وہ مجھے شکل ایک دفعہ پھر نظر آئے۔

لمحہ فکریہ:

پھر اس انٹرنیٹ پہ ایک دوسرے کے ساتھ سلام، کلام، پیام کا سلسلہ بھی شروع ہوجاتا ہے۔ اس کا نام لوگوں نے چیٹنگ رکھا ہوا ہوتا ہے۔ اور یہ چیٹنگ نہیں ہوتی بلکہ چیٹنگ ہورہی ہوتی ہے۔ بالکل صحیح بات اور اس میں تو ایسے ایسے واقعات کہ مسلمان بچیاں کافر لڑکوں کے ساتھ دوستانہ کررہی ہوتی ہیں۔ چنانچہ میرے پاس ایک آدمی آیا کہنے لگا کہ فلاں ملک کا رہنے والا دوبئی کا رہنے والا اور میری بیٹی کہتی ہے کہ میں نے فلاں کافر ملک کے کافر نوجوان سے شادی کرنی ہے۔ بھئی تیرا اس سے واسطہ کیسے ہوا کہتی ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعے اک نئی مصیبت آ گئی۔ اور اس سے بھی زیادہ جو چیز نقصان دہ ہورہی ہے۔ اس وقت وہ ہے میوزک۔

میوزک ایک خطرناک زہر:

جتنا ہم سمجھتے ہیں کہ میوزک نقصان دہ ہے یہ اس سے سینکڑوں گنا زیادہ نقصان دہ ہے۔ ذرا توجہ فرمایئے! عاجز نے اس کے اوپر کافی ریسرچ کی اور اس لیے اپنی کتاب حیا اور پاک دامنی میں اس پر میں نے کچھ Details بھی دی ہیں۔ پہلے دور کی میوزک اور آج کے دور کی میوزک میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ذرا تفصیل آج آپ کی خدمت میں بھی کہہ دی جائے۔

انسانی دماغ کے اسرار:

انسان کا جو دماغ ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہے۔ اتنا یہ complex چیز ہے کہ روزانہ لاکھوں ڈاکٹر دنیا میں بیٹھے ہوئے اس چھوٹی سی چیز پر ریسرچ کررہے ہیں اور اس کے فنکشن کو سمجھنے کی کوشش کررہے ہیں۔ لیکن دماغ کا پندرہ

فیصد حصہ ابھی تک انسان استعمال کر سکا ہے۔اور جو memory ہے ہمارے اندر Hard Disk کی تو انسان اس کو کتنا بھر سکا ہے 15% اور باقی 85% تک انسان ابھی رسائی نہیں حاصل کر سکا مگر فنکشن وہ بھی کر رہا ہے۔وہ کیا فنکشن کر رہا ہے ابھی تک انسان کو پتہ ہی نہیں۔Auto matic فنکشن ہے کچھ۔انسان کی جو باڈی ہے کچھ اس میں سیمی آٹومیٹک فنکشن ہے اور کچھ آٹومیٹک فنکشن ہیں۔انسان کا دماغ ایک سیکنڈ میں اپنے جسم کو ایک لاکھ پیغامات بھیجتا ہے۔اور ایک لاکھ پیغامات پھر اس کو واپس پہنچتے ہیں۔اور پورے جسم کو maintain کر رہا ہے پوری فیکٹری کو۔ہمیں تو نہیں پتہ ہم تو اپنی آنکھ سے ہاتھ سے' منہ سے چند اور سنگل ہی بھیجتے ہیں باقی System آٹومیٹک ہے۔اور اتنا complex کہ ہر آدمی کو پتہ ہی نہیں ہوتا۔

چنانچہ ہمارا دماغ جتنا ہم سمجھتے ہیں اس سے بھی زیادہ انفارمیشن اپنے اندر رکھتا ہے۔

انوکھی مثال:

اب اس کی میں ایک مثال آپ کو سمجھا دوں۔ایک آدمی نے کسی کی تصویر بنائی تھی پاسپورٹ کے لیے اور یوں اس کو کھڑا کر کے اس کی تصویر بنائی تو اس کی نیت کیا تھی کہ تصویر کس کی بنائے اس بندے کی مگر کیمرے نے اس کی تصویر بھی محفوظ کر لی اور اس کے پیچھے جو اس کا بیک گراونڈ (Back Ground) تھا اس کو بھی محفوظ کر لیا۔اب آپ غور سے دیکھیں تو آپ کو اس بندے کے پیچھے زمین پر لگا ہوا گھاس بھی نظر آ رہا ہے درخت بھی نظر آ رہے ہیں ان پر لگے پھل بھی نظر آ رہے ہیں۔ان پر کوئی پرندہ بیٹھا ہے تو وہ بھی نظر آ رہا ہے' اور پیچھے کوئی دیوار ہے تو وہ بھی نظر آ رہی ہے۔تصویر بنانے والے نے کس کی تصویر بنائی تھی انسان کی اور باقی پیچھے کی پوری سینری کس نے محفوظ کر لی کیمرے نے بالکل اسی طرح جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو ہم تو فقط اس چیز کو دیکھ رہے ہوتے ہیں

مگر ہمارا دماغ اس کے علاوہ بھی بہت ساری انفارمیشن کو حاصل کر لیتا ہے۔ اب اس کی مثال سنیئے ذرا تھوڑا سا آپ غور کریں گے تو اس کے بعد ایک عجیب حقیقت آپ کے سامنے آئے گی۔ آپ Drive کر رہے ہیں آپ نے دیکھا کہ یہاں سے پتو کی کتنے میل ہے۔ آپ نے پڑھ لیا جب آپ آگے چلے گئے اب آپ اپنے ذہن پر زور دیں تو ذہن نے فقط mile نہیں پڑھے اس کے علاوہ بھی انفارمیشن لے لی ہے۔ مثلاً کہ بورڈ کا رنگ نیلا تھا اس پر سفید حروف میں لکھا ہوا تھا۔ اونچائی اس کی زمین سے 18 فٹ تھی۔ اور وہ جو چادر تھی وہ آٹھ بائی چار فٹ کی تھی۔ اب آپ اگر سوچیں تو آپ نے یہ سب چیزیں تو اس وقت نہیں نوٹ کرنی تھیں۔ آپ نے تو نیت کی تھی دیکھنے کی' کہ میل کتنے ہیں۔ مگر ان Mile کے ساتھ اتنی انفارمیشن دماغ نے خود حاصل کر لی۔ تو ہمارا دماغ اتنا زیادہ فعال ہے کہ ہم ابھی اس کو سمجھ ہی نہیں پاتے۔ بہت ساری انفارمیشن یہ لے لیتا ہے۔ جب یہ بات ہم نے سمجھ لی کہ ہم نے جتنا لینا تھا اس سے زیادہ یہ لے لیتا ہے۔

سائنسی کرشمے:

تو اب اس پر سائنس دانوں نے محنت کی کہ کسی طرح ہمیں ذہنوں تک رسائی حاصل ہو جائے۔ اس کے لیے انہوں نے سوچا کہ دیکھیں کہ جس طرح کمپیوٹر کے in puts ہوتے ہیں مثال کے طور پر نوجوان ذرا توجہ فرمائیں! کمپیوٹر کے اوپر اب اگر Key بورڈ لگائیں تو Key-bord کے ذریعے بھی آپ اس میں in put دے سکتے ہیں۔ ماؤس لگا دیں تو اس کے ذریعے بھی in put دے سکتے ہیں۔ اگر آپ سکینر (Scaner) لگا دیں تو اس کے ذریعے سے بھی input دے سکتے ہیں۔ اگر آپ digitizer ساتھ لگا دیں کوئی اپنی ڈایا گرام بنانے کے لیے تو Digitizer کے ذریعے بھی آپ اس میں انفارمیشن دے سکتے ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں کہ ہم اس کے

اوپر کوئی اور کمپیوٹر ساتھ contact net working کر دیں تو اس کمپیوٹر سے بھی inputاس میں دے سکتے ہیں۔تو ایک ہی کمپیوٹر کی Hard diskمیں آپ کئی طرح سے in put دے سکتے ہیں۔ اسی طرح دماغ کے اندر بھی مختلف راستوں سے inputآ سکتے ہیں۔آنکھ سےinputآتا ہے زبان سےinputآتا ہے ناک سے input آتا ہے۔ ہاتھوں سے inputآتا ہے۔ پاؤں سے in putآتا ہے۔ مختلف چاروں طرف سےinputآتا ہے۔مثال کے طور پر یہ ایک بندے نے کوئی نشہ والی چیز اپنے منہ میں رکھی اب رکھی تو اس نے منہ میں مگر اس کاinfact کہاں پر پہنچا اس کے دماغ پر اور وہ جا کر نشے میں آ گیا۔تو سائنس دانوں نے سوچا کہ منہ کے راستے یہ دوائی دماغ تک پہنچ گئی تو ہم بھی کوئی ایسی چیز بنائیں کہ ہماری مرضی کے مطابق وہ بندے کے دماغ میں پہنچ جائے۔

سائنسی تحقیق کا تاریخی پس منظر:

چنانچہ شروع میں اس پرResearch کی جس کی History اور بیک گراؤنڈBack groundآپ کو بتا رہا ہوں۔سب پہلے انہوں نے کہا کہ کوئی خوشبو ایسی بناؤ کہ جس خوشبو کو اگر مرد لگائے اور وہ خوشبو عورت اگر سونگھ لے تو اس عورت کے اوپر جذباتی جنسی کیفیت آ جائے۔اس پر انہوں نے ریسرچ کی۔ یہ خوشبو بنالی مثال کے طور پر کورم جو نوجوان کالجوں والے لگاتے ہیں۔ایسی خوشبو کے اندر خاص چیز یہ تھی کہ اس کو جب کوئی سونگھتا تھا تو سونگھنے والے میں وہ جنسی جذبے کو بیدار کر دیتی تھی۔چنانچہ اس کا دل چاہتا تھا کہ میں کسی سے جنسی باتیں کروں۔ Sex کی باتیں کروں۔محبت پیار کی باتیں کروں۔تو جب انہوں نے مردوں کو استعمال کروایا اور دیکھا کہ جو مرد لگاتا ہے تو اس معاشرے میں جوان کفار کا معاشرہ ہے۔اس میں عورتیں اس کے ساتھ بہت جلدی محبت

کی باتیں کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ پھر انہوں نے ایک اور خوشبو بنائی کہ جس کو عورت استعمال کرے اور کہیں سے گزر جائے تو خوشبو سونگھنے والا مرد جو ہے اس کے اوپر یہ کیفیت آ جائے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ بالکل اس میں کامیاب۔ تو جب یہ کامیابی ان کو مل گئی کہ ایسی خوشبوئیں بن گئیں کہ مرد لگائے تو عورت attract ہوتی ہے۔ عورت لگائے تو مرد attract ہوتا ہے۔ تو انہوں نے کہا اس کا مطلب یہ کہ ہم انسان کے ذہن تک اپنی رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اب انہوں نے ایک خوشبو ایسی بنائی کہ جو خوشبو اگر بندہ سونگھ لے تو اس بندے کے اوپر ایک ایسی کیفیت آتی ہے کہ اس کا دل چاہتا ہے کہ میں ساری دنیا کو خرید لوں۔ ایسی کیفیت اس کی بنتی ہے۔ لہٰذا ان سائنس دانوں نے کہاں پر اس کا تجربہ کیا۔ بڑے بڑے سٹوروں پر چنانچہ یہ جو بڑے بڑے سٹور بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ محلوں کے برابر ان کے ایئر کنڈیشنڈ کی ہوا کے ساتھ انہوں نے اس خوشبو کو جب پھینکا تو جو بندہ دل میں نیت لے کر آیا تھا نیت کہ میں پانچ ڈالر سے ناشتہ کی چیزیں لاؤں گا۔ جب اس نے سونگھی تو وہ پچاس ڈالر کی purchase کر کے واپس گیا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی purchase یکدم Boast ہو گئی۔ تو یہ تجربہ سے ثابت ہو گیا کہ اس خوشبو نے بندے کی کیفیت کے دماغ کو ایک ایسی کیفیت میں پہنچا دیا کہ اس کا دل چاہتا تھا کہ میں بس send کر دوں جو کچھ میرے پاس ہے۔ چنانچہ ہر آنے والا اپنے پاس کچھ نہیں بھی ہوتا تھا تو کریڈٹ کارڈ کے اوپر سب کچھ خرید کر لے جاتا تھا۔ چنانچہ جب یہ بھی تجربہ کامیاب ہو گیا تو انڈسٹری کے لوگوں نے سائنس دانوں کو کہا کہ ہم آپ کو سپورٹ کریں گے۔

انسانی دماغ تک رسائی کیسے حاصل ہو؟

انسان کے دماغ تک پہنچنے کیلئے اور تجویزیں ڈھونڈو اور راستے ڈھونڈو۔ چنانچہ انہوں

نے سوچا کہ انسان کا دماغ Electrical Waves پر فنکشن کرتا ہے۔ ہمارا جو دماغ Brain ہے یہ کیسے فنکشن کرتا ہے۔ یہ بجلی کی لہروں پر برقی لہروں پر جو دماغ سے سگنل جاتے ہیں وہ الیکٹرک سگنل ہوتے ہیں۔ Charge ہوتے ہیں انسان کے جسم میں اس لیے اگر ریڈیو چل رہا ہو اور آپ اس کے انٹینے کو پکڑ لیں تو اس کی آواز تیز ہو جائے گی۔ اس کی progress بہتر ہو جائے گی یعنی آپ خود انٹینا بن گئے۔ آپ اس کی waves کو receive کر کے اس کو دے رہے ہیں۔ تو انسان کا پورا جسم جو ہے وہ Electrical function کر رہا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ کوئی ایسا طریقہ ہو کہ ہم Electricoy انسان کے دماغ تک اپنا راستہ بنائیں۔

MUSIC IS A TOOL:

انہوں نے سوچا کہ دن بھر انسان جو میوزک سنتا ہے۔ تو یہ میوزک پہلے تو آواز ہوتی ہے مگر انسان کے جسم میں یہ آگے Electrical wave بن کے جاتی ہے۔ تو انہوں نے اس پر ریسرچ کرنی شروع کر دی۔ اس کو کہتے ہیں Wavelet Analysis۔ کہ بھئی کونسی Wave let انسان کے دماغ پر زیادہ اثر کرتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایسی Wave let نکالی کہ جب وہ میوزک بندہ سنتا ہے تو اٹھ کر ناچنا شروع کر دیتا ہے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ بھئی یہ تو ہمارا تجربہ کامیاب رہا کہ ہم اگر اس قسم کی Wave let والی میوزک دیتے ہیں تو مجمعے کو ذرا وہ میوزک چلانے دیتے ہیں تو ہر کوئی تھرکنا شروع کر دیتا ہے۔ اور اٹھ کر ناچنا شروع کر دیتا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ ہم دماغ تک پہنچ سکتے ہیں۔ لہٰذا اور اس پر محنت کرنی چاہیے۔ انہوں نے کرتے کرتے اس میں ایک System نکالا اور اس system کو کہتے ہیں Back Track سسٹم۔

بیک ٹریک سسٹم:(BACK TRACK)

یہ بیک ٹریک کیا ہوتا ہے؟ کہ میوزک جو ہوتی ہے وہ توWave Barمیں ہوتی ہے اس کے اوپر اپنا ایک Message بیٹھا دیتے ہیں۔ یوں سمجھیں کہ گھوڑا جا رہا ہے اس گھوڑے پر سواری بیٹھا دی۔ اس کی مثال یوں لیں کہ آپ نے تو اپنے بھائی کے لیے دروازہ کھولا کہ اندر آ جاؤ۔ لیکن بھائی کے کندھے پر مکھی بیٹھی ہوئی تھی وہ خود بخود اندر آ گئی۔ بالکل اسی طرح بندے نے تو میوزک سنی کہ میں Refresh ہونے کیلئے یہ گانا سن رہا ہوں مگر اس میوزک کے اوپر جوان کا پیغام تھا وہ خود بخود اس بندے کے دماغ میں چلا گیا۔ بندے نے وہ ارادۃً نہیں لیا ہوتا مگر وہ دماغ میں پہنچ جاتا ہے۔ جب وہ دماغ میں پہنچ جاتا ہے تو دماغ پر اثر کرتا ہے۔ چنانچہ اس کا تجربہ انہوں نے شروع میں یوں کیا کہ ایک گانا بنوایا ایک ایسے گویے کے ذریعے سے کہ جس کی آواز کو لوگ پسند کرتے تھے۔ اوران کو پتہ تھا کہ اس کی آواز کو لوگ پسند کرتے ہیں اور جو گانا پسند کریں گے وہ ایک دو دفعہ نہیں وہ سینکڑوں دفعہ سنیں گے۔ دفتر جاتے بھی سنیں گے آتے بھی سنیں گے۔ دن میں بھی سنیں گے رات میں بھی سنیں گے۔

EFFECTS OF BACK TRACK SYSTEM

چنانچہ انہوں نے کیا کیا کہ اس گانے پر انہوں نے اپنا پیغام بھیجا اور پیغام کیا تھا Kill your mom یہ پیغام دیا اس نے kill your mom

تو پھر انہوں نے Analysis کیا کہ جتنے نوجوانوں کو وہ گانا پسند تھا وہ سنا کرتے تھے ان کے اندر امی کے بارے میں ایسا غصہ آتا تھا کہ ان کا دل چاہتا تھا کہ میں اس کو قتل ہی کر دوں۔ اب جب انہوں نے اس کا بھی تجربہ کامیاب کر لیا کہ جتنے لوگوں کو بھی یہ گانا پسند ہے ان سب کا ہم نے نفسیاتی جائزہ لیا وہ سب اپنی ماں کے خلاف۔ انہوں نے ایک

میڈونا کو کہہ کر دوسرا گانا گوایا اور اس پر message دیا Hate your DaD چنانچہ انہوں نے کہا یہ گانا جتنوں کو پسند آیا نوجوانوں کو جب انہوں نے ان کا Analysis کیا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے دلوں میں باپ کے بارے میں بڑے نفرت کے جذبات ہیں۔ اب ان کو سمجھ لگ گئی کہ ہمارے پیغام لوگوں کی مرضی کے بغیر ان کے دماغوں میں جاتے ہیں اور ان کے خانوں میں بیٹھ جاتے ہیں۔ تو یہ سائنس کی دنیا میں بڑی کامیابی تھی چنانچہ اس وقت کے ارباب اقتدار تھے انہوں نے رابطہ کیا کہ ہم لوگوں میں آپ کی مرضی کے پیغام بھر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا اچھا آج کل ہمارے ہاں مردوں کی مردوں سے شادی کا سلسلہ شروع ہے ہم نے قانون پاس کیا ہے آپ بات سمجھ گئے ہیں ہماری تو اس کے خلاف پبلک بہت ہے۔ لہٰذا تم کوئی ایسا پیغام ڈالو کہ ہم ٹی وی پر میوزک کے ذریعے وہ سنایا کریں اور ہماری پبلک جو ہے اس خلاف جذبات ختم کر دیں۔ انہوں نے ایک میوزک بنائی اور اس پر کونسا سگنل ڈالا یہ لائف سٹائل' یہ لائف سٹائل' اب جو بندہ میوزک سن رہا ہے یہ لائف سٹائل۔ انہوں نے دیکھا کہ چند مہینوں کے اندر جو اس لائف کے خلاف بہت باتیں کرتے تھے وہ سارے کے سارے چاہتے تھے کہ ہم بھی ایسی زندگی گزاریں۔ اب جب یہ تجربہ بھی ان کا کامیاب ہو گیا تو انہوں نے کہا ہمیں تو ایک Tool ہاتھ میں آ گیا کہ ہم کسی بندے کے دماغ میں میوزک کے ذریعے اپنا پیغام بھیج سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک پیغام بھیجا ایک گانے میں Worship the Devel چنانچہ جب یہ بیک ٹریک اس میں تھا تو انہوں نے دیکھا کہ جو لوگ بڑے مذہبی قسم کے تھے لیکن اس گانے کو پسند کرتے تھے تو اس گانے کو سننے کے بعد وہ بھی کہتے تھے کیا دین ہے۔ اور کیا خدا ہے۔ وہ بھی کہتے تھے جی بس اپنی من مرضی کی زندگی گزارو تو ان کو یہ بات سمجھ میں آئی کہ اس کا مطلب تو یہ کہ ہم لوگوں کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔ اپنے خفیہ پیغامات کی وجہ سے اس کی کئی مثالیں آپ دیکھیں گے

نفسیاتی اثرات:

مثال کے طور پر خبروں میں ایک خبر لگانی ہے کہ جس خبر کے اندر کسی جگہ پر بہت سارے مسلمان مرے یا کافروں نے مارا یہ کیا وہ کیا۔فلاں بہت خطرناک خبر ہے اس سے پہلے وہ میوزک کے اندر وہ ایسا message دے رہے ہیں کہ ہوتا ہی رہتا ہے یعنی Its, Normal یہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ یہ ہوتا ہی رہتا ہے۔اب وہ میوزک سن سن کے اس کے بعد جب اچانک وہ خبر دی انہوں نے تو جو وہ خبر سنتا ہے وہ کیا کہتا ہے۔ ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہوتا ہی رہتا ہے۔ چنانچہ Reaction نہیں ہوتا تھا۔ اور جب انہوں نے اپنی کوئی خبر دینی ہوتی ہے تو اس خبر سے پہلے ایک پیغام بھیجا کہ جس پیغام سے دماغوں کے اندر یہ بیٹھایا کہ یہ تو بہت ہی زیادہ برا ہے۔تو یہ تو قصائی لوگ ہیں۔ یہ تو فلاں لوگ ہیں۔اب میں انگلش کے الفاظ جان بوجھ کر استعمال نہیں کرنا چاہتا۔تو اس قسم کا پیغام دیا جب وہ پیغام دیا اور اس کے بعد انہوں نے وہ تھوڑی سی بھی خبر دکھا دی تو جس نے بھی وہ خبر دیکھی اس نے کہا یہ اسلام یہ مسلمان وہ اتنا خلاف ہوگئے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔ تو یہاں اسے ایک نئے دور نے جنم لیا اس کو کہتے ہیں Culture through Media (CTM) یہ ایک نیا باب ہے انسان کی زندگی کا Culture through media میڈیا کے ذریعے اپنے کلچر کو لوگوں کے دماغ میں بیٹھا دو۔

ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ:

چنانچہ پہلے زمانے میں میوزک حرام تھی۔ اس لیے کہ اس میں فقط Tones ہوتی تھیں اور آج کل تو میوزک اس لیے حرام در حرام در حرام ہے کہ اس میں انسان کے ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ جتنی پہلے زمانے میں میوزک حرام تھی آج اس کی آپ Raise to the power ten تو سو گنا بھی کر دیں تو تھوڑا بنتی ہے۔

میوزک کے بھیانک اثرات:

اس لیے آپ دیکھیں گے کہ جس نوجوان کو میوزک سے دلچسپی ہے آپ لاکھ اسے سمجھائیں وہ کفر کی تہذیب کے خلاف کوئی بات سننا نہیں چاہے گا۔ جتنا اپنی طرف لانے کی کوشش کریں۔ مسجد میں آنا نہیں چاہے گا وہ مولویوں کے پاس بیٹھنا نہیں چاہے گا وہ کسی کی بات سننا نہیں چاہے گا۔ وجہ کیا؟ میوزک کے ذریعے اس کے دماغ میں اتنا کچھ دین کے خلاف بیٹھا دیا اب وہ قریب آنا ہی نہیں چاہتا۔ میوزک کے ذریعے سے کفر کی تہذیب کے بارے میں اتنی باتیں اس کے اندر ڈال دی گئیں کہ اب وہ اس تہذیب کے خلاف کوئی بات سننا ہی نہیں چاہتا۔ تو میوزک اس وقت کفر کے لیے پیغام انسان کے دماغ میں بھیجنے کا ذریعہ بن گئی ہے۔ اور ہم اپنے بچوں کو بڑے آرام سے میوزک سننے کی اجازت دے دیتے ہیں اور ہمارے بچے کہتے ہیں کہ ابو میں میوزک ہی تو سن رہا ہوں۔ مجھے بس Walk man چاہیے۔ اور یہ بچے یہ نہیں سمجھتے کہ Walk man میں ہم صرف گانے کے بول نہیں سن رہے ان گانے کے بولوں کے ساتھ میوزک میں کفر نے کچھ ایسے Message بھی خفیہ ڈالے ہوئے ہیں۔ جو Message ہمارے دماغ میں بیٹھ کر ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کر رہے ہیں۔ جو ہمیں دین سے ہٹا رہے ہیں۔

ایک چشم کشا واقعہ:

چنانچہ میرے ایک اپنے قریبی تعلق رکھنے والے جن کا سلسلے میں اصلاحی تعلق تھا اور اس بچے نے MSC کی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ حضرت! میں اس کو پہلے لوگوں کی باتیں سمجھتا تھا لیکن ہمارے پروفیسر صاحب نے جو Phd پروفیسر تھے کلاس کے اندر تین سو بچوں کو جمع کیا اور ان کو انہوں نے ایک گانا سنایا اور گانے سنا کے ان کو کہا کہ بھئی سناؤ تم نے کیا message لیا۔ تو انہوں نے کہا کہ جی ہم نے اس کو سن کر اس کے بول کے مطابق

یہ message لیا تو انہوں نے کہا نہیں اس کے علاوہ بھی ہم نے آپ کو ایک message دے دیا ہے۔ تو تین سو لڑکوں نے کہا کہ نہیں جی اس کے علاوہ ہمیں کوئی message نہیں ملا۔ پروفیسر نے کہا کہ میں اس کے ذریعے ایک message تمہارے دماغ میں ڈال چکا ہوں۔ تین سو طلبا کہہ رہے ہیں جی کہ ہمیں کوئی message نہیں ملا پھر کہنے لگا اس نے جو میوزک تھی اس کو بیک ٹریک پر چلایا یعنی Frequence Slow جب چلایا تو کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ اس کے اوپر اس نے ایک message بھرا ہوا تھا اور اتنا گندا message تھا اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہ ہم سوچ ہی نہیں سکتے۔ تو وہ کہنے لگا کہ دیکھو آپ لوگوں نے صرف میوزک سنی اور ہم نے اس میوزک کے ذریعے سے آپ لوگوں کے دماغوں میں یہ پیغام بھی ڈال دیا۔ وہ ہمیں Brain کے بارے میں پڑھا رہا تھا۔ تو کہنے لگا میں Paractically دیکھا کہ آج سائنس نے میوزک کے ذریعے سے اپنے کفریہ پیغامات معصوم ذہنوں کے اندر ڈالنے کے تجربات مکمل کر لیے ہیں۔

دشمن کا میٹھا زہر:

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ موسیقی کے سننے سے انسان کے ذہن میں زنا کی خواہش اس طرح جنم لیتی ہے جس طرح بارش کے برسنے سے زمین کے اندر کھیتی پیدا ہوتی ہے۔ تو یہ تو فقط tones کی بات تھی اور اب تو tones کے اندر انہوں نے شیطانی Worship کی باتیں ڈالنی شروع کر دیں۔ اگر وہ اس کے اندر Hate your Religion-Hate Your Religion یہ پیغام ڈال دیں اور آپ کے بچے کو وہ گانا اچھا لگے اور دن میں اس کو پندرہ بیس دفعہ سن لے تو آپ تو سمجھ رہے ہیں کہ میرا بیٹا بس میوزک ہی سن رہا ہے اور آپ کو کیا پتہ اس چھوٹے سے آلہ کے ذریعے آپ کا بچہ

آپ کے دین کے ساتھ نفرت کرنا سیکھ رہا ہے۔ اور جو بچے خود نہیں بگڑ۔ چاہتے وہ بھی بگڑتے ہیں۔ اسے مائنڈ سیٹ (Mind Set) کہتے ہیں۔ مائنڈ سیٹ ہو جاتا ہے۔ کہ دماغ کے اندر ایک پیغام پہنچ گیا۔

اغیار کا جادو چل بھی چکا:

کئی دفعہ لوگ کہتے ہیں جی میں ایک خیال کو ذہن سے نکالنا چاہتا ہوں نہیں نکلتا۔ تو اس کا مطلب یہ کہ کچھ چیزیں ایسی آپ کے دماغ میں اٹک جاتی ہیں کہ بندہ نکالنا بھی چاہتا ہے تو نہیں نکال سکتا۔ تو یہ ایسے ویسے خیال ہوتے ہیں۔ کہ جو بندے کے دماغ میں آ کر اس طرح سے پھنس جاتے ہیں کہ پھر وہ بچے اس کو نکال ہی نہیں پاتے۔ اس لیے آج کے دور میں میوزک سب سے زیادہ بچوں کو بگاڑنے کا ذریعہ ہے اور ہم اسے بہت معمولی سمجھتے ہیں۔ اس لیے بچے جب یہ سنتے ہیں تو نہ ان کو دین اچھا لگتا ہے نہ ان کو اپنے بڑے اچھے لگتے ہیں ۔ اور نہ ان کو پابندیاں اچھی لگتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں بس ہمیں Freedom چاہیے۔ ایسا Freedom کا message ان کے دماغوں میں پہنچا دیتے ہیں کہ وہ بچے بس پندرہ سولہ سال کی عمر میں ہی Freedom مانگتے ہیں۔ اور پھر ماں باپ رو رہے ہوتے ہیں۔ ہمارے بچوں کا کیا ہوا۔

Media is source of Distruction:

اس لیے یہ یاد رکھنا! آج کے دور میں یہ میڈیا ہمارے بچوں کو برباد کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ چنانچہ اس عاجز نے کچھ دوستوں سے Discussion کی تو ان لوگوں میں سے جو نئے مسلمان بنے جو New Muslim تھے۔ جنہوں نے اسلام قبول کیا انہوں نے ایک بات مجھے بتائی کہنے لگے حضرت! دین پر ہم آ گئے ہم تقوی کی زندگی بھی گزارنا شروع کر چکے ۔ تہجد گزار بن گئے متبع سنت بن گئے لیکن ایک

problem ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ بھئی کونسی problem؟ تو کہنے لگے ہمارے لیے تمام دنیا کے گناہوں کو چھوڑنا آسان ہے۔ ہمارے لیے میوزک کو چھوڑنا سب سے مشکل کام ہے۔ وہ نوجوان جن کی تہجد قضا نہیں ہوتی اتنے نیک ذاکر مشاغل بن گئے وہ نوجوان کہنے لگا: حضرت! میں غیر محرم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا ایسی اچھی زندگی گزار رہا ہوں لیکن اگر چلتے ہوئے کوئی پرانا سنا ہوا گانا میرے کان میں پڑ جائے میرے اندر کے تار پھڑ کنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ میرے بس میں نہیں تو اس سے پتہ چلا کہ یہ میوزک انسان کے اندر ایسے گہرے اثرات مرتب کرتی ہے کہ بندہ بے بس ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں نے کہا کہ آج کے دور میں یہ میوزک کے لیے بہت زیادہ Detrimental ہو چکی ہے Dangerous ہو چکی ہے تو اس کے ایمان کے لیے برباد کرنے کا ذریعہ بن چکی ہے۔ اس لیے پھر طلبا اپنے مقصد کی طرف جانے کی بجائے پھر Distructive لائنوں کے اوپر چل پڑتے ہیں۔ ان کا دل چاہتا ہے کہ Enjoy your self اب جب اس کو پیغام جو مل گئے بیک ٹریک پر کہ enjoy your self تو وہ بچے تو پھر نہ پڑھائی کو دیکھیں گے نہ کسی اور کو وہ تو کہیں گے enjoy your self دن رات ان کو اسی چیز کی فکر ہو گی۔ لہٰذا اپنے بچوں کو اس مصیبت سے بہت زیادہ بچائیے۔

ایمان کی ٹی بی:

اور یہ بھی اللہ کی شان دیکھیے کہ جماعت کے لوگ ہیں اگر گشت پر جائیں تو ان کو دروازہ کھٹکھٹا کے آپ کے باہر بلانا پڑتا ہے۔ آپ کی مرضی باہر آئیں یا نہ آئیں لیکن کفر جس میڈیا کے ذریعے ہمارے بچوں کے ذہنوں میں کفر بھر رہا ہے ان کو آپ نے خود اپنے bed room میں ٹی وی کی شکل میں سجایا ہوا ہوتا ہے۔ تو ان کو آپ کے Bed Room تک رسائی حاصل ہو چکی ہے۔ ہمیں تو آپ کے گھر کے دروازے تک نہیں جو

خیر کی طرف بلانے والے یا نیکی کی طرف بلانے والے ہیں۔ یا اللہ کی طرف بلانے والے ہیں۔ ان کو تو آپ دروازے سے ہی جھڑک کر بھیج دیتے ہیں۔ ان کو آپ کے گھر کے دروازے تک پہنچنے کی اجازت نہیں اور جنہوں نے کفر بھرنا ہے اور شیطانیت بھرنی ہے آپ دفتر چلے گئے۔ آپ کی بیوی bed room میں لیٹی ہوئی ہے اور ٹی وی سکرین پر دیکھ رہی ہے اور ٹی وی پر کافر بیٹھا ہوا اب اس کے سامنے اپنے کفر کی تبلیغ کر رہا ہے۔ گانا گایا جا رہا ہے۔ اور اس گانے میں آپ کی بیوی کے دماغ میں برائیاں ڈالی جا رہی ہیں۔ یہ permet تو آپ نے خود اس کو لے کر دیا۔ اس لیے یہ عاجز کہتا ہے ہے کہ حقیقت میں یہ ٹی وی ایمان کی ٹی بی ہے۔ ٹی بی بیماری ہے لاعلاج ہوتی ہے۔ یہ بھی اسی طرح ٹی بی ہے۔ ایسے بھی ٹی وی اور بیوی ایک دوسرے کے کزن نظر آتے ہیں۔

Are You want to beConstintive Life:

ہم اگر چاہتے ہیں کہ ہمارے نوجوان پاکیزہ جوانیاں گزاریں Cnstrultive زندگی گزاریں تو یہ جو میڈیا کی یلغار ہے ہمیں اس سے اپنے آپ کو بچانا پڑے گا۔ جب تک میڈیا کے سیلاب سے اپنے بچوں کو نہیں بچائیں گے۔

نوجوان زندگی کیسے گزاریں؟

ماں باپ کی تمنا ہوتی ہے کہ میرا بچہ پڑھ کر فلاں افسر بنے گا' اور بچے کے دماغ میں کوئی اور ہی بھوت سوار ہوتا ہے۔ نوجوان بچو اگر انسان وقت سے پہلے ہی کچھ کام کرنے شروع کر دے تو اس کی اپنی زندگی کی ترتیب خراب ہو جاتی ہے۔ ہر چیز اپنے وقت پہ اچھی لگتی ہے مثال کے طور پر آپ تعلیم پا رہے ہیں اگر تعلیم کے زمانے میں آپ چاہیں کہ میں شادی شدہ ہو جاؤں تو یہ وقت سے پہلے والی بات ہو گئی۔ تو یہ چیز پھر آپ کو تعلیم نہیں حاصل کرنے دے گی۔ تو ہر چیز اپنے وقت پہ اچھی لگتی ہے۔ آپ کے والدین نے آپ کو

کہا تعلیم پائیں آپ یکسوئی سے تعلیم پائیں اگر آپ کام میں لگے ہوئے ہیں تو اپنے کام کو خوب دل لگا کر کریں۔ پھر جب آپ کی عمر ایسی ہوگئی کہ آپ گھر چلانے کے اہل بن گئے پھر آپ کے والدین آپ کے لیے شادی کا بھی انتظام کردیں گے۔ تو جب اپنے وقت پہ کوئی چیز ہوگی تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی زندگی کی ترتیب بہت اچھی ہوگی اور آپ کو کامیابیاں ملیں گی۔ ترتیب بدل کے آپ اپنی زندگی کو خود اپنے ہاتھوں سے تباہ کریں گے۔

جتنے بچے سکول کالجوں میں دوستیوں کے چکر میں پڑ جاتے ہیں وہ پڑھائیاں تو نہیں کرسکتے وہ اپنے بزنس میں بھی نوکری میں بھی کہیں بھی کام نہیں کرسکتے۔ اس لیے کتنے بچے ایسے ہیں جو وقت سے پہلے بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے:

قریب کے کسی ملک میں ایک بچہ میرے پاس آیا کہ حضرت! دعا کریں ایک ہفتہ بعد رخصتی ہے اور میں HIV Positive ہوں۔ اور ایک ہفتہ بعد رخصتی ہے۔ اب میں کیا کروں میری بھی بدنامی ہوگی اور پورے خاندان کی بھی بدنامی ہوگی اب بتائیں ایک بچے کی غلطی اب دو خاندانوں کا سکون تو برباد ہوگیا تو اس لیے ہر چیز اپنے وقت پہ اچھی لگتی ہے۔ پڑھائی کے وقت میں پڑھیں کھیل کے وقت میں کھیلیں۔ نیند کے وقت میں نیند کریں۔ نماز کے وقت میں نماز پڑھیں اور دوسرے کاموں کے وقت میں دوسرے کام کریں۔ زندگی کی ایک ترتیب بنائیں اور اس کے مطابق چلیں۔ ہر وقت دماغ کے اندر شیطانی خیالات رہیں اور بندہ ہر وقت جنسی خیالات کو سوچتا رہے تو یہ تو زندگی برباد ہو جاتی ہے تو اس لیے جن نوجوانوں کے دماغوں میں ہر وقت نفسانی خیالات ہوتے ہیں۔ ہر وقت ان کے ذہن میں عورت کے خیال' اگر آپ چھوٹی عمر میں ہی ہر وقت Girl کے خیال میں پڑیں گے تو پھر جب آگے جائیں گے تو پھر فرشتے بھی اچھی طرح آپ کو کرل

کریں گے۔ گناہوں میں پڑ کر انسان دین بھی برباد کر بیٹھتا ہے اور دنیا بھی برباد کر بیٹھتا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

یوسف علیہ السلام کا قصہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعہ کو احسن القصص فرمایا۔ قصوں میں سے بہترین قصہ۔ اس لیے نوجوان آج کل کے ماحول میں بہت سارے گناہوں میں پڑ جاتے ہیں۔ جن میں سے بدنظری اور فحش کام یہ گناہ آج بہت عام ہوتے جا رہے ہیں۔ اچھا ایک اور بات ذرا اس میں سن لیجیے۔ سب لوگ ذرا توجہ سے سنیں کہ علماء نے کتابوں میں لکھا ہے۔

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے:

حدیث پاک میں نبی علیہ السلام نے فرمایا! کہ اگر تم دوسروں کی عورتوں کے ساتھ پارسائی کا معاملہ کرو گے تو دوسرے لوگ بھی تمہاری عورتوں کے ساتھ پارسائی کا معاملہ کریں گے یہ حدیث پاک ہے۔ اور اگر ہم بری نظر غیروں کی طرف اٹھائیں گے تو کوئی ہماری عزت کی طرف بھی غلط نظر اٹھائے گا۔ اسکو علماء نے لکھا ہے کہ زنا ایک ایسا گناہ ہے کہ جس کا قصاص ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے فقیہ نے بھی اشعار لکھے ہیں اور انہوں نے اپنے شعروں میں کہا ہے کہ زنا ایک ایسا گناہ ہے کہ جس کا قصاص ہوتا ہے۔

قصاص کا کیا مطلب؟ قصاص کا مطلب یہ کہ جو کیا وہی اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسے کسی نے قتل کیا تو اس کے بدلے قتل ہوگا۔ اس کو قصاص کہتے ہیں تو لفظ انہوں نے یہ استعمال کیا۔ یہ ایک ایسا جرم ہے کہ جو بندہ جیسا کرتا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی ہوتا ہے۔

دو سبق آموز واقعات:

ایک جیولر تھا بخارا کا اسکی بیوی بڑی نیک تھی۔ شکل وصورت میں اچھی تھی۔ شریف عورت تھی۔ ان کے گھر میں کوئی دس پندرہ سال سے کوئی پانی بھرنے والا آتا تھا۔ ایک دن جب وہ پانی بھرنے کے لیے آیا تو اس نے اس عورت کا ہاتھ پکڑا اور اسکو اس نے شہوت کے ساتھ دبایا اور نکل گیا۔ اس عورت کو بڑا افسوس ہوا کہ یہ پندرہ سال سے ہمارے گھر آرہا ہے اور اتنا بے اعتبار آدمی۔ تو اس کی آنکھوں میں سے آنسو آگئے۔ بڑی غمزدہ اتنے میں اس کا خاوند آگیا۔ اس نے دیکھا کہ بیوی رو رہی ہے تو اس نے پوچھا بھئی کیا ہوا کیوں رو رہی ہو۔ اس نے واقعہ سنایا کہ دیکھو پندرہ سال سے ہمارے گھر پانی بھرنے آرہا ہے۔ اور آج جب یہ آیا تو اس نے اس طرح میرا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔ جب اس نے یہ بات بتائی تو اس جیولر کی آنکھ میں سے آنسو آگئے۔ تو بیوی نے کہا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ اس کی غلطی نہیں یہ میری غلطی ہے۔ اس نے کہا آپ کی غلطی کیسے؟ کہنے لگا آج ایک عورت چوڑیاں خریدنے آئی۔ اس نے پسند کیں اور کہنے لگی مجھے پہنا دو تو میں جب چوڑیاں پہنانے لگا تو اس کے ہاتھ نرم خوبصورت تھے۔ مجھے اچھے لگے میں نے اس کے ہاتھوں کو شہوت کے ساتھ دبایا۔ اس کے بدلہ میں اس سقہ نے میری بیوی کے ہاتھوں کو شہوت کے ساتھ دبایا۔ کہنے لگا میں توبہ کرتا ہوں میں آج کے بعد ایسا گناہ نہیں کروں گا۔ پھر جاتے ہوئے کہنے لگا کہ اگر آج کے بعد یہ سقہ دوبارہ کوئی عمل کرے تو مجھے بتانا ضرور اس عورت نے کہا ٹھیک۔ چنانچہ اگلے دن وہی پانی بھرنے والا پھر آیا اور اس نے اس عورت کو کہا کہ کل میرے اوپر شیطان سوار ہو گیا اور میں ایک بڑا گناہ کر بیٹھا۔ میں نے سچی توبہ کر لی ہے آج کے بعد میں کبھی یہ دوبارہ گناہ نہیں کروں گا۔ ادھر جیولر نے توبہ کی ادھر اس نے توبہ کر لی۔ ادھر اس نے برائی کی ادھر اس نے اس کی بیوی کے ساتھ برائی کر دی۔

چنانچہ ایک عالم نے یہ واقعہ کسی بادشاہ کے سامنے سنایا۔ بادشاہ نے کہا کہ نہیں میں اس کا تجربہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے کہا کہ میں اپنی زندگی میں کسی عورت کے ساتھ ایسا سلسلہ نہیں کیا لہٰذا اس نے اپنی بیٹی کو کہا کہ بیٹی تم ذرا جاؤ اور شہر کا ایک چکر لگا کے آؤ۔ شہزادی والے کپڑے اتار کر اچھے کپڑے عام عورت والے پہن کے ذرا چکر لگا کے آؤ۔ اور ایک عورت کو بھی ساتھ کر دیا بھئی پتہ چلے کہ کیا ہوتا ہے۔ وہ لڑکی سارے شہر میں چکر لگا کے گئی۔ کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہیں دیکھتا تھا۔ جب واپس اپنے محل میں آئی تو اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی چونکہ عام کپڑوں میں تھی تو محل میں کام کرنے والا ایک نوجوان تھا۔ اس کو کیا پتہ یہ شہزادی ہے یا کوئی عام لڑکی اس نے کہا یہ بھی کام کرنے والی لگتی ہے۔ اس نوجوان نے شرارت کی اس لڑکی کو گلے لگا لیا اور اس کا بوسہ لیا اور بھاگ گیا۔ اب شہزادی نے آ کر اپنے باپ کو پوری صورتحال بتائی۔ باپ تھوڑی دیر چپ رہا اور پھر کہنے لگا کہ کہنے والے نے بات ٹھیک کہی۔ اب مجھے یاد آیا کہ ابتدائے جوانی میں میں نے بھی ایک عورت کے ساتھ صرف اتنا ہی کیا تھا کہ اس کو گلے لگا کے بوسہ لیا تھا۔ جو میں نے کیا وہی میری بیٹی کے ساتھ ہوا۔ باقی میں نے جب سے نگاہیں نیچی رکھنی شروع کر دیں پورے شہر کے لوگوں نے میری بیٹی پر آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اس کو قصاص کہتے ہیں۔ جو کچھ ہم دوسروں کی عورتوں کے ساتھ معاملہ کریں گے وہی لوگ ہمارے ساتھ کریں گے۔

کیا زنا قرض ہے؟

کئی مرتبہ زنا بھائی کر رہا ہوتا ہے اور اس کا قرضہ بہن چکا رہی ہوتی ہے۔ باپ زنا کر رہا ہوتا ہے اور اس کا قرضہ اس کی بیٹی چکا رہی ہوتی ہے۔ زنا شوہر کرتا ہے اس کا قرضہ اس کی بیوی چکا رہی ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام کی حدیث میں نے پڑھی۔ میں کتاب کا Refreince دے سکتا ہوں۔ فرمایا اگر تم دوسروں کی عورتوں کے ساتھ زنا کرو گے تو

دوسرے تمہاری عورتوں کے ساتھ زنا کریں گے۔ حتی کہ تمہاری دیواروں کے ساتھ بھی زنا کریں گے یہ خدا کا بنایا ہوا ایک نظام ہے۔ اس لیے نوجوان بچے جو ہر وقت ان ہی کاموں میں رہتے ہیں۔ وہ سوچیں کہ ہم بہن والے بھی ہیں ماں والے بھی ہیں۔ بیٹی والے بھی ہیں۔ بیوی والے بھی ہیں۔ ہم اگر لوگوں کی عزتوں کے پیچھے بھاگتے پھریں گے تو پھر کوئی ہماری عزتوں کے اوپر بھی للچائی نظریں ڈال رہا ہوگا۔ اس لیے اس گناہ سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔

زنا ایک قرض ہے:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زنا ایک دین ہے بندے کے اوپر ایک قرض ہے اور اس قرض کو پھر اس کے قریبی لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور ادا کیا ہی کرتا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں اس گناہ سے بچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تو سیدنا یوسف علیہ السلام کا قصہ میں چند منٹ میں آپ کے سامنے بتاتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿اَحْسَنَ الْقَصَصِ﴾

قصوں میں سے بہترین قصہ اب اس قصے کو بہترین قصہ کیوں کہا؟ اس کی وجہ یہ کہ اس واقعہ میں دو جماعتوں کا تذکرہ ہے۔ ایک یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی جماعت جو کہتے تھے

﴿نَحْنُ عُصْبَةٌ﴾

ہم ایک بڑا گروپ ہیں۔ ایک بڑی جماعت ہیں۔ تو ایک وہ جماعت اور ایک حضرت یوسف علیہ السلام خود ایک جماعت ہیں۔

جماعت کسے کہتے ہیں:

بعض اوقات شخصیت ایک ہوتی ہے مگر وہ مستقل ایک جماعت ہوتی ہے۔ کہتے ہیں

فلاں شخص تو اپنی ذات میں ایک انجمن ہے۔ فلاں شخص تو اپنی ذات میں ایک ادارہ ہے۔ تو کچھ لوگ دیکھنے میں ایک ہوتے ہیں مگر اپنی ذات میں ایک ادارہ ہوتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً﴾ (سورۃ النحل آیت ۱۲۰)

یہ ابراہیم ایک امت تھے۔ ایک آدمی ہیں ان کو امت فرمایا۔ تو اسی طرح یوسف علیہ السلام ایک جماعت ہیں۔ اب ان دو جماعتوں کے اوپر آزمائش آئی اور دونوں کا رویہ مختلف ہوا اور اس وجہ سے دونوں کا انجام بھی مختلف ہوا وہ کیسے؟ کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہمارے والد یوسف علیہ السلام سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ ﴿وَنَحْنُ عُصْبَةٌ﴾ جبکہ ہم تو تعداد میں زیادہ ہیں۔

﴿اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۸)

چنانچہ اب اس کا حل کچھ کرو بھئی۔ کیا کرنا چاہیے۔

﴿اقْتُلُوْا يُوْسُفَ﴾ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۹)

یوسف علیہ السلام کو قتل کر دو۔

﴿اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ﴾ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۹)

یا پھر اس کو ایسی زمین میں پھینک آؤ۔ کہ بس تمہارے والد کا پیار خالص تمہارے لیے ہو جائے۔

﴿وَتَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ﴾ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۹)

پھر اس کے بعد تم نیک بن جانا۔

شیطانی جال:

اب ذرا توجہ فرمانا بڑے نکتے کی بات ہے کہ شیطان نے ذہن میں ڈالا کہ تم بھائی کو

قتل کردو یا کہیں دور پھینک کے آ جاؤ اور یہ گناہ کرنے کے بعد پھر تم نیک بن جانا یعنی ان کے ذہن میں ڈالا یہ کر لیتے ہیں بعد میں توبہ کر لیں گے۔

﴿وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ﴾ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۹)

پھر بعد میں بس تم نیک بن جانا۔

چنانچہ بھائیوں کے دماغ میں جو خیال آیا تھا انہوں نے وہ گناہ کر لیا بھائی کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ اب دوسری طرف یوسف علیہ السلام کو ایک قافلے والوں نے نکال لیا اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کو عزیز مصر کے محل میں پہنچا دیا۔

ظاہری حسن ایک دھوکہ:

اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں۔

﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ﴾ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۲۰)

وہ بیچنے والوں نے بھی جب ان کو بیچا۔ شروع میں تو کھوٹے سکوں کے بدلے بیچ دیا۔ چند کھوٹے سکے۔ یہاں مفسرین نے ایک نکتہ لکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن سب انسانوں سے زیادہ تھا نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کو حسن کا اتنا حصہ عطا کر دیا گیا تھا اتنا بڑا حسن ان کے پاس تھا اور پھر عمر ایسی تھی لڑکپن کی اور جس میں اور زیادہ بندے کے اوپر معصومیت ہوتی ہے۔ اور حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ اس حسن کی حالت میں ان کو بیچا گیا کتنی قیمت لگی چند کھوٹے سکے۔ تو مفسرین نے لکھا حسن ظاہر کے پیچھے بھاگنے والو تم چند کھوٹے سکوں کی متاع کے پیچھے اپنی زندگی کو ضائع کرتے پھر رہے ہو۔ اس کی قیمت چند کھوٹے سکوں کے سوا کچھ نہیں۔

تقویٰ اور صبر پر انعامات الٰہی:

جس گھر میں حضرت یوسف علیہ السلام تھے اب اس گھر کی جو عورت تھی اس کے دل

میں بدنیتی آ گئی۔ چنانچہ ایک موقع پر اس نے یوسف علیہ السلام کے سامنے بند کمرے میں اپنے برے ارادے کا اظہار کیا۔ اب یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ میں کر گزرتا ہوں۔

﴿وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ﴾ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۹)

پھر بعد میں بس تم نیک بن جانا۔

نہیں حضرت یوسف علیہ السلام کا رویہ اور تھا جیسے ہی اس نے کہا یہ کام ہے آؤ تو آپ نے فرمایا قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ تو وہ ڈر گئے اور پھر اس سے بچنے کیلئے بھاگے اللہ نے دروازے کھول دیے اور اللہ تعالیٰ نے انکو نجات عطا فرمادی۔ چنانچہ پھر لمبی باتیں ہیں بالاخر ان کو جیل پہنچنا پڑا۔ ایک وقت آیا کہ ان کو جیل سے نکالا گیا اور ان کو پھر تخت و تاج عطا کر دیا گیا۔ اب یوسف علیہ السلام کا وہاں رشتہ دار کوئی نہیں تھا۔ کوئی ووٹ بینک نہیں تھا۔ کوئی ساتھی نہیں تھا۔ اکیلے تھے جیل میں تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرش سے اٹھا کر عرش کے اوپر بٹھا دیا۔ تخت کے اوپر بیٹھا دیا۔ اور ادھر وہ بھائی جنہوں نے اپنی خواہش کو پورا کر لیا تھا کہ تم کر گزرو بعد میں نیک بن جانا۔ ان کا یہ حال کہ ان کے اوپر زندگی تنگ ہوگئی کھانے کو کچھ نہیں ملتا۔

چنانچہ وہ آئے گندم لینے کیلئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک حیلے سے اپنے بھائی بنیامین کو بھی پاس رکھ لیا۔ رعایتی پیالے کے بہانے سے اور بھائی چلے گئے۔ اب یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی ادھر ہیں باقی بھائی پیچھے ہیں۔ پھر ان پر ایک ایسا وقت آیا کہ وہ بے حال ہوگئے۔ تنگ دست ہیں۔ پریشان ہیں۔ پھر آئے کہ ہم عزیز مصر سے کچھ لے کے آئیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام تخت پر بیٹھے ہیں۔ تو ان کے بھائی جب دربار میں داخل ہوتے ہیں تو کیا کہتے ہیں۔ کہتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا

الْكَيْلَ﴾ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۸۸)

اے عزیز مصر! ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو تنگ دستی نے بے حال کر دیا۔ اور ہم قیمت اتنی لائے ہیں کہ پوری نہیں ہے۔ لیکن ہمیں وزن پورا دے دیجئے۔ ہمارے اوپر صدقہ خیرات کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ تو جیسے فقیر صدقہ خیرات مانگتا ہے انہوں نے ایسے عزیز مصر سے صدقہ خیرات مانگا۔ جب یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ میں بھی نبی علیہ السلام کا بیٹا ہوں۔ اور یہ بھی نبی زادے ہیں اور ان کا حال یہ کہ اب کھڑے بھیک مانگ رہے ہیں تو اس وقت آپ علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا:

﴿مَافَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ﴾ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۸۹)

تم نے یوسف کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ جیسا ہی انہوں نے پوچھا

﴿مَافَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ﴾ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۸۹)

تو وہ تو حیران ہو گئے کہنے لگے:

﴿ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ﴾ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۹۰)

آپ یوسف ہیں؟

﴿قَالَ اَنَا يُوْسُفُ﴾

آپ نے فرمایا ہاں میں یوسف ہوں۔

﴿وَهٰذَا اَخِيْ﴾

اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے۔ تحقیق اللہ نے ہم پر احسان کیا بے شک جو آدمی تقوی اختیار کرتا ہے صبر اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے نیکوں کاروں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتے۔ ہر دور اور ہر زمانے میں جو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے راستے پر چلے گا۔ کہ خواہش پوری کر لو بعد میں نیک بن جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کو فرش پر فقیر بنا کے کھڑا!

کریں گے اور جو یوسف علیہ السلام کی طرح تقوی اور پاک دامنی کی زندگی گزارے گا۔ اللہ تعالیٰ عزتوں کے تاج پہنا کے ان کو تخت پر بٹھائیں گے۔

دوراستے:

تو نوجوانو! دوراستے ہیں زندگی میں اگر آپ نے اس عمر ہی میں دوستیاں لگانی شروع کردیں تو گویا آپ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے راستے پر چل پڑے۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ آپ دنیا میں اسی طرح پریشان ہوتے پھریں گے۔ ذلیل وخوار ہوتے پھریں گے اور اگر آپ ابھی نیک بن جائیں' تقوی والی زندگی اختیار کرلیں' اپنی جوانی کو اللہ رب العزت کے حکموں کے مطابق گزاریں تو پھر اللہ تعالیٰ کی برکتیں ایسی آپ کے ساتھ شامل ہونگی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا دونوں کی عزتیں عطا فرمائیں گے۔ اللہ رب العزت ہمیں نیکوکاری' پرہیزگاری کی زندگی نصیب فرمائے۔

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کرگئی شاہین بچے کو صحبت زاغ
حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تیری رہے بے داغ

اللہ کرے ان بچوں کی جوانیاں بے داغ رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان بچوں کو اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو معاشرے کا ایک نیک فرد بنائے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو دنیا آخرت کی عزتیں عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ اُحِبُّكَ بِقَلْبِىْ كُلِّهٖ وَاُرْضِيْكَ بِجَهْدِىْ كُلِّهٖ۔

○

اے اللہ، مجھے ایسا بنا دے کہ اپنے سارے دِل کے ساتھ تجھ سے محبّت کروں، اور اپنی ساری کوششیں تجھے راضی کرنے میں لگا دوں۔

○

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ○ (سورۃ الذاریات ۵۵)

چار اہم نصیحتیں

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

اقتباس

یوں سمجھ لیں کہ سینکڑوں کتابیں جو تربیت اولاد کے بارے میں ہیں۔ ان سب کا اصل اصول اور نچوڑ ہیں۔ کون کون سی بات یاد ہوئی یا بھول گئی۔ سچ بولنا پانچ وقت کی نماز پڑھنا اور دوسروں کی خدمت کرنا۔ جس بچے میں یہ تین باتیں آ گئیں۔ آپ سمجھ لیں کہ یہ اپنے وقت میں اللہ تعالیٰ کا ولی بن جائے گا۔ یہ ایسی صفتیں ہیں تو بات سمجھ آ گئی۔ اچھا تو بات چل رہی تھی فرمایا کہ چند لوگوں سے دوستی نہ کرنا ایک بیوقوف سے دوسرا جھوٹے سے۔ جھوٹ سے تو انسان کو اتنی نفرت ہو کہ بس نہ کہے نہ سنے اور ایک بات بتاؤں جھوٹ جتنا بھی تیز بھاگے بالآخر سچ اسے جا کے پکڑ لیتا ہے۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

چار اہم نصیحتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (سورۃ الذاریات: ۵۵)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

﴿وَذَكِّرْ﴾

آپ نصیحت کیجیے۔

﴿فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

بیشک نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔

نصیحت کسے کہتے ہیں:

کسی کو خیر خواہی کی بات کرنا۔ فائدے کی بات کرنا' نقصان سے بچنے کی بات کرنا'

اس ہمدردی کے جذبے پر جو بات کی جائے اس کو نصیحت کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کو یہ عمل بہت پسند ہے کہ میرے بندے ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں۔ چنانچہ نصیحت کو بہت پسند کیا گیا۔حکم یہ فرمایا کہ نصیحت کیجئے۔ نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔ ہر بندے کو نصیحت فائدہ دیتی ہے۔ جو غافل ہو اس کو دین کی طرف آنے میں نصیحت فائدہ دیتی ہے۔جو دین کی طرف آیا ہو اس کو آگے ترقی حاصل کرنے میں نصیحت فائدہ دیتی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی انسان ایسا نہیں کہ جس کو نصیحت سے فائدہ نہ ہو۔

نصیحت کا اثر اپنی ذات پر:

حضرت حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ خطیب اگر اس بات پر خطبہ دے جس کی کمی وہ اپنے اندر محسوس کرتا ہے تو اس نصیحت کرنے سے اس کی اپنی ذات کو فائدہ ہو جاتا ہے۔یعنی نصیحت کی بات ایسی اعلیٰ چیز ہے کہ دوسروں کو تو فائدہ دیتی ہی ہے اپنی ذات کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔

چیونٹی کی خیر خواہی:

اللہ تعالیٰ اس چیز کو اتنا پسند فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر جا رہا تھا اور راستے میں چیونٹیاں چل رہی تھیں۔تو ان میں سے ایک چیونٹی نے دوسروں کو کہا کہ جلدی سے اپنی بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر تمہیں پاؤں کے نیچے کچل دے۔تو ان میں سے ایک چیونٹی نے کہا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ﴾ (سورۃ النمل:۱۸)

”اے چیونٹیو! تم اپنے بلوں میں سوراخوں میں چلی جاؤ“

اب سوچئے کہ ایک چیونٹی اگر دوسری چیونٹی کی خیر خواہی کرتی ہے اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں اور اس سورۃ کا نام بھی النمل چیونٹی کے نام پر رکھ دیتے

ہیں۔ تو انسان، انسانوں کی خیر خواہی کریں گے تو اللہ کو کتنا پسند آئے گا۔

اسلاف کا طرزِ نصیحت:

ہمارے اسلاف میں شروع سے یہ طریقہ رہا کہ گھر ہو یا باہر ہو۔ مسجد ہو یا مدرسہ ہو، ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی اور نصیحت کی بات کرتے رہے، چنانچہ پہلے وقتوں میں باپ اپنے بیٹوں کو نصیحتیں کیا کرتے تھے۔ آج تو وہ وقت آ گیا کہ بیٹے باپ کو نصیحتیں کرتے ہیں۔ اگر باپ بولنے لگے تو کہتے ہیں۔ (ابا چپ کر بندیاں نوگل کرن دے) یعنی جیسے باپ تو بندہ ہی نہیں رہا۔ حالت یہ ہو گئی۔ مگر ایک وقت ایسا تھا کہ جب باپ اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے تھے آج ماں باپ ہی دین والی زندگی نہیں رکھتے تو اپنے بچوں کو نصیحتیں کیا کریں گے۔ دنیا داری اتنی آ چکی حتی کہ کئی جگہوں پر اولاد دین دار بننا چاہتی ہے۔ ماں باپ ان کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں مگر پہلے وقتوں میں مائیں اپنے بچوں کو نصیحتیں کرتی تھیں۔ اس کی دلیل کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی جب گھر سے چلے علم حاصل کرنے کے لیے تو ماں نے ان کو نصیحت کی تھی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا، اب بتائیں کہ ماں کی نصیحت تھی کہ بیٹا سچ بولنا اور راستے میں ڈاکوؤں نے لوٹا۔ بیٹے نے سچ بولا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان ڈاکوؤں کو توبہ کی توفیق عطا فرما دی۔ یہ ایک ماں کی نصیحت کا اثر تھا، والد نصیحت کرتے تھے۔

امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کی نصیحتیں:

امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے نصیحتیں کیں۔ بیٹا چند شخصوں کے ساتھ دوستی مت کرنا حتی کہ اگر راستہ چلتے ہوئے چلنا بھی پڑے تو مت چلنا۔ راستے میں بھی ساتھ نہ چلنا۔ کون کون سے؟ فرمایا کہ ایک تم بیوقوف سے دوستی مت کرنا اس لیے کہ وہ تمہارا فائدہ کرنا چاہے گا اور تمہارا نقصان کر بیٹھے گا۔ ہے جو بیوقوف۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک بندے نے ریچھ پالا ہوا تھا۔ تو اس کے دل میں خیال آیا

کہ بھئی میں جب دوپہر کو سوتا ہوں گرمی ہوتی ہے تو ریچھ کو کیوں نا پنکھا کرنا سکھاؤں۔ اس نے ریچھ کو پنکھا کرنا سکھایا اب مالک سو جاتا اور ریچھ پنکھا کرتا۔ لوگوں نے منع بھی کیا بھئی یہ جانور ہے۔ اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرو مگر نہیں اسے سکھا دیا۔ چنانچہ کچھ دن تو ایسا چلتا رہا۔ ایک دن مالک سویا ہوا تھا اور ریچھ پنکھا کر رہا تھا۔ ایک مکھی آئی وہ اس سوئے ہوئے بندے کے کبھی ماتھے پر بیٹھے کبھی ناک پر بیٹھے۔ اب اس ریچھ نے اس مکھی کو اڑانے کی پوری کوشش کی، وہ بھی مکھی تھی کہاں اڑتی۔

مگس ہرگز نہ خواہد رفت ازدکان حلوائی

اک حلوائی کی دکان پر مکھی نہیں ہٹتی اور ایک بھی کبھی کسی چہرے پر بیٹھ جائے تو بھی نہیں ہٹتی، ہٹاؤ تو نہیں ہٹتی۔ تو جب اس نے کئی دفعہ اس کو ہٹایا اور مکھی نہ ہٹی تو ریچھ کو غصہ آیا اس نے کہا اچھا میں اس مکھی کی خبر لیتا ہوں۔ چنانچہ ایک پتھر بھاری سا پڑا تھا اس نے اٹھایا اور اس مکھی کو دے مارا اور اپنے مالک کے دماغ کا کچومر نکال دیا۔ تو اپنی طرف سے تو اس نے مارا مکھی کو لیکن عقل اتنی نہیں تھی کہ آگے اس کے سر کا کیا بنے گا۔ تو فرمایا کہ بیوقوف سے دوستی نہ کرنا وہ فائدہ پہنچانا چاہے گا الٹا نقصان پہنچا بیٹھے گا۔ اور دوسرا فرمایا کہ جھوٹے سے دوستی نہ کرنا۔ اللہ اکبر ایک بات میں آپ کو بتاؤں۔ تینوں باتیں بچوں کی تربیت کا نچوڑ ہیں۔ تین باتیں جو چاہے کہ میں اپنے بچوں کی اچھی تربیت کروں۔ تین باتیں اگر ان تین باتوں کو اس نے کر لیا تو یوں سمجھ لے میں نے اپنے بچوں کی پوری تربیت کر لی۔ تین نکتے کی باتیں۔ ایک بات کہ بچوں سے یہ کہے کہ تم نے ہمیشہ سچ بولنا ہے مجھے ہر غلطی گوارا ہے جھوٹ گوارا نہیں۔ اس پہ بچوں کے ساتھ کوئی Compromise نہیں۔ ہر غلطی کو برداشت کر جائے۔ جھوٹ برداشت نہ کرے کہ بچو ہمیشہ سچ بولنا ہے۔ نبی علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا: ''مومن سب کچھ ہو سکتا ہے مگر جھوٹا نہیں ہو سکتا'' تو یہ صدق مقال بڑی اہم بات ہے۔ لیکن آج کے دور میں ماں باپ یہ نصیحت بچوں کو کیسے کریں کہ خود ان کے

سامنے جھوٹ بولتے ہیں۔تو بچوں کو نصیحت کیسے کریں گے۔خود سچ بولیں گے تو بچوں سے وعدے لیں گے۔ یہ بڑی اہم بات ہے اس لیے کہ غفلت والی زندگی کی ابتداء ہی جھوٹ سے ہوتی ہے۔ وہ اپنی ایک حرکت کو چھپانے کے لیے ایک جھوٹ بولتا ہے پھر جھوٹ کو چھپانے کے لیے اسے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ پھر اتنے زیادہ جھوٹوں کو چھپانے کے لیے اسے کئی اور جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔تو ایک نصیحت بچوں کو کیا کریں؟ سچ بولنا ہے جھوٹ یہ تو compromis ہے ہی نہیں سچ بولنا ہے پکی بات' جو مرضی ہو جائے حالات جو مرضی ہوں مگر بچوں کو کہیں کہ بیٹا سچ بولنا:

ہزار خوف ہوں لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندر کا طریق

ایک تو یہ نصیحت اور دوسری نصیحت پانچ وقت کی نماز' اس پہ کوئی کمپرومائز نہیں۔ میں تھکا ہوا ہوں میرا ہوم ورک زیادہ ہے۔ مجھے رات کو نیند نہیں آئی تھی میں فجر میں جاگ نہ سکا' نہ نہ کچھ قابل قبول نہیں۔ بڑا نقصان بچہ کر دے برداشت کریں گے۔لیکن پانچ نمازوں میں اگر وہ سستی کرے یہ بات قطعاً قابل قبول نہیں اس کا ایک تو ہے۔ دینی فائدہ کہ صلحاء کے چہرے کا نور آئے گا۔اور اس کے اندر برکتیں آئیں گی۔اک فائدہ یہ بھی ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں سے اس کی زندگی کی ترتیب سنور جائے گی۔ اس میں Time کی پابندی آجائے گی۔جب نمازوں کی پابندی نہیں ہوتی تو پھر Time کی بھی پرواہ نہیں۔تو پانچ وقت کی نماز اپنے وقت پہ باجماعت ادا کرنا اسکے اوپر کوئی کمپرومائز نہیں۔رعایت ہے ہی نہیں' اور اگر تکبیر اولیٰ ہو تو پھر سبحان اللہ کیا ہی بات نور علیٰ نور۔

اور تیسری چیز خدمت کرنا۔ بچے کو ہمیشہ انسان ایسا بنائے کہ وہ دوسرے کی خدمت کر کے خوش ہو۔کئی بچے ہوتے ہیں۔ان کو کام کرنا بوجھ نظر آتا ہے۔ مصیبت نظر آتی ہے۔نہیں بچے کو کہنا ہے خدمت کو عظمت سمجھو' جب چھوٹا بڑے کی خدمت کرے' اپنے ماں

باپ کی خدمت کرے تو اس خدمت کی وجہ سے خود بخود اس بچے کے اندر عاجزی آ جاتی ہے۔ عجب اور تکبر کی جڑ نکل جاتی ہے۔ جس بچے نے خدمت کرنے کا کام اپنے ذمہ لے لیا۔ تو یہ تین باتیں یہ سمجھ لیں کہ پوری زندگی کی تربیت کا نچوڑ ہیں۔ بچے سے سچ کا عہد لینا۔ پانچ وقت کی نماز کو پکا کروانا اور خدمت میں ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں۔ ان کے منہ میں آپ گھی شکر دیں ان کو حلوے کھلائیں جو مرضی کھلائیں، جتنا مرضی پیار دیں۔ تین چیزوں میں ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں۔

اولاد کی تربیت سینکڑوں کتابوں کا نچوڑ:

یوں سمجھ لیں کہ سینکڑوں کتابیں جو ترتیب اولاد کے بارے میں ہیں۔ ان سب کا اصل اصول اور نچوڑ ہیں۔ کون کون سی بات یاد ہوئی یا بھول گئی۔ سچ بولنا پانچ وقت کی نماز پڑھنا اور دوسروں کی خدمت کرنا۔ جس بچے میں یہ تین باتیں آ گئیں۔ آپ سمجھ لیں کہ یہ اپنے وقت میں اللہ تعالیٰ کا ولی بن جائے گا۔ یہ ایسی صفتیں ہیں تو بات سمجھ آ گئی۔ اچھا تو بات چل رہی تھی فرمایا کہ چند لوگوں سے دوستی نہ کرنا ایک بیوقوف سے دوسرا جھوٹے سے۔ جھوٹ سے تو انسان کو اتنی نفرت ہو کہ بس نہ کہے نہ سنے اور ایک بات بتاؤں جھوٹ جتنا بھی تیز بھاگے بالآخر سچ اسے جا کے پکڑ لیتا ہے۔

اسلام کی جیت:

مشہور واقعہ ہے کاندھلہ میں ایک زمین کا ٹکڑا تھا جس پہ ایک مسلمان اور ایک ہندو کے درمیان تنازعہ ہو گیا۔ مسلمان کہتا تھا یہ میرا ہے۔ ہندو کہتا تھا یہ میرا ہے۔ اور بستی میں ہندو بھی تھے مسلمان بھی تھے مل جل کر رہتے تھے۔ اب جو ذرا تنازعہ تھوڑا زیادہ بڑھا تو مسلمان جو تھا اس نے Smartness دکھائی۔ کئی ہوتے ہیں ضرورت سے زیادہ چالاک تو وہ سمارٹ بنا اور اس نے کہا کہ جی ہاں یہ میری زمین ہے اور میں اس زمین کو لوں

گا اور اس پر مسجد بنا کر دکھاؤں گا۔ جب اس نے یہ کہا تو ہندو نے کہا کہ نہیں یہ تو میری زمین ہے اور میں اس پر مندر بنا کے دکھاؤں گا۔لو بات تھی دونوں کی Personal اور اب بات بن گئی دونوں کے دین کی۔اب ہندو ایک طرف ہو گئے۔ مسلمان ایک طرف ہو گئے۔ جھگڑا' مقدمہ بن گیا انگریز جج تھا وہ بھی پریشان کہ یہ اتنا حساس مسئلہ ہے کہ ذرا سا کوئی مسئلہ بگڑا تو یہ تو انسانوں کی جانیں ضائع ہو جائیں گی۔تو وہ بھی چاہتا تھا کہ کہیں صلح صفائی کا راستہ نکل آئے۔ چنانچہ جب پہلی دفعہ عدالت میں دونوں پیش ہوئے۔اس نے کہا کہ کوئی طریقہ ہے آپس میں صلح صفائی کا معاملہ ہو۔ ہندوؤں نے کہا کہ ہاں ایک طریقہ ہے۔ہم آپ کو ایک مسلمان کا نام بتائیں گے۔آپ ان سے پوچھ لینا وہ کہیں کہ یہ زمین مسلمانوں کی ہے تو ان کو دے دینا وہ کہے ہندوؤں کی تو ان کو دے دینا۔لو جی اس پر انگریز نے بات طے کر دی اگلی Date دے دی۔اب مسلمان تو بڑے خوش کمرے سے باہر نکلے کہ بھئی جو بھی ہے۔ ہے تو مسلمان تو مسجد بنانے کی بات کرے گا اور ہندو بعد میں جب باہر والوں سے ملے تو ان کو اپنی غلطی کا اس وقت احساس ہوا کہ ہم نے تو ایک مسلمان کا نام دے دیا۔تو وہ تو ہماری Favour نہیں کرے گا۔تو باہر والوں نے ان سے کہا کہ تم نے تو جیتی بازی ہار دی۔تم نے یہ کیا کیا مسلمان کا نام لے دیا۔انہوں نے کہا کہ نہیں وہ بندہ سچا ہے۔ سچ بتائے گا۔خیر مسلمانوں نے تو اپنے ذہن میں تیاری بھی کر لی کہ وہ مسلمان ہے اس نے مسلمانوں کا نام لینا ہے۔اور میں اینٹیں لوں گا' میں سریہ لوں گا' میں یہ کروں گا ہم بس مسجد بنا دیں گے۔ اگلی دفعہ جب وہ عدالت میں پیش ہوئے تو مفتی الٰہی بخش صاحب شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے اسی سلسلے میں سے تھے۔ان کو بھی انگریزوں نے بلا لیا تھا۔اس نے پوچھا کہ مفتی صاحب یہ زمین کس کی ہے انہوں نے کہا کہ یہ تو ہندوؤں کی ہے۔جج نے کہا کہ ہندوؤں کی ہے تو کیا ہندو اس کے اوپر مندر بنا سکتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ جب زمین ہندوؤں کی ہے تو وہ گھر بنائیں یا مندر و بنائیں یہ اس کا

اختیار ہے۔ اب اس گواہی کو سن کر انگریز نے فیصلہ لکھا۔ فیصلے میں کہا کہ آج کے اس مقدمے میں مسلمان تو ہار گئے مگر اسلام جیت گیا۔ جب اس نے یہ فیصلہ پڑھ کے سنایا تو ہندوؤں نے بھی سنا وہ کہنے لگے کہ جج صاحب آپ نے تو اپنا فیصلہ سنا دیا۔ ہمارا بھی فیصلہ سن لیں اس نے کہا کہ آپ لوگوں کا کیا فیصلہ ہے؟ کہا کہ ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ جب اسلام جیت گیا تو ہم بھی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اور اس جگہ مسجد بنانے کا ہم اعلان کرتے ہیں۔ تو ظاہراً نظر آتا ہے کہ سچ بولنے سے کام خراب ہو جائے گا مگر کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ سچ بولنے سے ہمیشہ انسان کو کامیابی ملتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور قول کی پاسداری:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک ملک کا شہزادہ گرفتار ہو کر پیش ہوا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ اس نے مسلمانوں کو بہت تنگ کیا ہوا ہے اس لیے اسکو قتل کر دیا جائے۔ تو اس کو پیش کیا گیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بالکل اس کو قتل کرنے پہ سو فیصد آمادہ تھے۔ اتنا شریر انسان' اتنا مسلمانوں کے لیے یہ نقصان دہ اس کو قتل کر دینا چاہیے۔ آپ نے جلاد کو بلوا لیا لیکن اس شہزادے کے چہرے کے اوپر بڑا غم' خوف' مایوسی۔ آپ نے پوچھا بھئی تجھے اس وقت کسی چیز کی طلب ہے اس نے کہا ایک پیالہ پانی۔ حکم ہوا کہ پیش کرو۔ چنانچہ پانی کا پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اب اس نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا تو پیتا نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھئی پی کیوں نہیں رہا۔ اس نے کہا کہ جی مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ اگر میں پانی پینے لگوں گا تو آپ میری گردن اڑانے کا اشارہ کر دیں گے۔ تو آپ نے کہا نہیں جب تک تو پانی پی نہیں لیتا اس وقت تک تیری گردن نہیں اڑاتے۔ جب آپ نے یہ کہا کہ جب تک تو یہ پانی پی نہیں لیتا ہم تیری گردن نہیں اڑائیں گے۔ وہ ایسا چالاک بندہ اس نے وہ پانی زمین کے اوپر ڈال دیا۔ کہنے لگا امیر المومنین اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ آپ کا قول یہ

تھا جب تک تو یہ پانی پی نہیں لیتا۔ ہم تجھے قتل نہیں کریں گے۔ اب عمر رضی اللہ عنہ نے قول دیا ہوا تھا۔ کوئی ہم جیسا ہوتا تو کہتا دفع ہو پرے۔ لیکن وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ قول کا پاس کیا۔ کہنے لگے ہاں میں نے بات تو یہی کر دی تھی۔ جب تک تو یہ پانی نہیں پیئے گا۔ تجھے نہیں قتل کروں گا، تو اب میں تجھے قتل تو نہیں کر سکتا چل میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ تو جب آپ نے کہا کہ میں تجھے قتل نہیں کر سکتا میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ تو وہ کہتا ہے کہ حضرت آپ نے مجھے قتل کا حکم دیا تھا اس وقت اگر میں کلمہ پڑھ لیتا تو لوگ سمجھتے موت کے ڈر سے اس نے کلمہ پڑھا میں نے ایک ترکیب لگائی کہ اب آپ عاجز ہو گئے مجھے قتل کرنے سے تو آپ نے تو مجھے چھوڑ دیا میں اب اعلان کرتا ہوں کہ جس مذہب میں' دین میں اتنا سچ کا ساتھ ہے میں بھی کلمہ پڑھ کے اس مذہب کو قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ مسلمان ہوا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کئی مرتبہ اس شہزادے سے امور خلافت کے کاموں میں مشورے فرمایا کرتے تھے۔ اتنا ذہین تھا۔ دیکھو سچ جو ہے وہ سچ ہے۔

ایک یہ فرمایا کہ تم فاسق سے دوستی نہ کرنا کیوں؟ اس لیے کہ وہ تمہیں ایک لقمے سے بھی کم میں بیچ دے گا۔ کیا مطلب؟ ایک لقمہ تو پھر بھی سمجھ میں آتا ہے۔ تو فرمایا کہ ایک لقمے سے کم سے یہ مراد کہ ایک لقمے کی امید پہ بیچ دے۔ اچھا خیر اب آئیں اپنی اصل بات کی طرف جو میں آپ سے آج کہنا چاہ رہا تھا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں:

حضرت لقمان علیہ السلام ایک اللہ کے ولی گزرے ہیں۔ ظاہراً رنگ کے کالے تھے۔ مگر اللہ کے ہاں بڑے مقام والے تھے' حبشی تھے' میری انکی بستی کے لوگوں سے ملاقات ہوئی ہے۔ جس بستی میں وہ رہتے تھے وہ شہر ابھی تک ہے اسی نام کے ساتھ' بہر حال وہ حبشی تھے۔ یعنی کالے تھے رنگ کے۔ وہ اپنے بچے کو نصیحتیں کرتے تھے اور ان کی

نصیحتیں اللہ تعالیٰ کو اتنی اچھی لگیں کہ سورۃ لقمان اور اس میں ان کی اپنے بچے کے لیے نصیحتوں کو قرآن مجید کا حصہ بنا دیا۔ یہ نصیحتیں اللہ کو اتنی پسند آئیں۔ انہوں نے اپنے بچے کو ہزاروں نصیحتیں کیں۔ بعض کتابوں میں تو چھ ہزار لکھی ہوئی ہیں۔ بعض میں چار ہزار لکھی ہوئی ہیں۔

لقمان علیہ السلام کی نصیحتوں کا لب لباب:

ایک موقع پر انہوں نے اپنے بچے سے ایک بات کی جو مجھے آپ کو سنانی ہے۔ فرمانے لگے کہ بیٹے میں نے چار ہزار نصیحتوں میں سے چار کو تمہارے لیے چن لیا۔ چار ہزار میں سے چار باتوں کو تمہارے لیے چن لیا اور وہ میری سب نصیحتوں کا لب لباب ہیں۔ تو پھر یہ بڑی اہم باتیں ہونگی۔ تو بیٹے نے پوچھا کہ ابو وہ کونسی؟ فرمایا:

﴿اِحْفِظْ اَرْبَعًا فِیْ اَرْبَعٍ﴾

چار موقعوں پر چار چیزوں کی حفاظت کرنا

پہلی نصیحت:

پہلی بات فرمایا:

﴿اِحْفِظْ عَیْنَیْکَ فِیْ بُیُوْتِ النَّاسِ﴾

"جب لوگوں کے گھروں میں جاؤ تو اپنی آنکھوں کی حفاظت کرنا"

یہ اس دور کے حساب سے کہا گیا۔ اس دور میں جب لوگ آتے جاتے تھے۔ کسی کے ہاں مہمان تو اس آنے جانے میں بے پردگی کا بھی ڈر رہتا تھا۔ آج کل کے دور میں کہیں گے کہ نظر اٹھاتے ہوئے نظر کا خیال رکھنا۔ چونکہ آج تو گلی میں، بازار میں جہاں کہیں نظر اٹھے گی تو خطرہ ہے کہ آگے سے کہیں غیر محرم ہی سامنے نہ ہو۔ تو مقصد کیا تھا کہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کرنا یہ آج کل کے نوجوانوں کے لیے اک بہت بڑی نصیحت ہے۔

اور مدارس کے طلباء پتا ہے کیا کرتے ہیں کہ سارا دن تو مدرسے میں رہے بند۔ عصر کے وقت یہ ایسے نکلتے ہیں جیسے بکریوں کو باندھا ہو کسی نے اور چھوڑ دیں تو وہ بھاگتی ہیں۔ یہ بھی بازاروں کی طرف بھاگتے ہیں۔ ان کا پھر مدرسے میں دل نہیں لگتا۔ پھر یہ کسی دکان پہ جائیں گے۔ بازار میں جائیں گے۔ وہاں بیٹھ کر یہ تماشہ کریں گے۔ یہ جو تماشہ ہے اس نے پورے دن کی پڑھائی کے نور پر پانی پھیر دیا' جو کچھ حاصل کیا ہوتا ہے۔ پورے دن میں' مسجد میں رہ کر وہ عصر سے مغرب بازار کے اندر جا کر بیٹھنے سے پوری کی پوری نعمت ضائع ہو جاتی ہے۔ پھر آ کے کہتے ہیں کہ جی حضرت کچھ بتائیں سبق یاد نہیں ہوتا۔ کیسے سبق یاد ہو۔ جہاں عصیان ہوگا وہاں نسیان ہوگا۔ پھر سبق یاد کرتے ہیں سبق یاد نہیں ہوتا۔ اس گناہ کی ظلمت سامنے آتی ہے۔ تو فرمایا کہ نگاہوں کی حفاظت کرنا یہ پہلی نصیحت۔

دوسری نصیحت:

دوسری نصیحت فرمائی:

﴿اِحْفَظْ لِسَانَكَ فِيْ مَجَالَسَةِ النَّاسِ﴾

''جب لوگوں کی مجلس میں بیٹھو تو اپنی زبان کی حفاظت کرنا''

اکیلے بیٹھ کے تو زبان کی حفاظت کی ضرورت ہی نہیں۔ اکیلے میں بیٹھ کے تو گالیاں وہی بکے گا جس کا دماغ خراب ہوگا۔ عام بندہ تو کچھ نہیں کرتا اکیلے میں۔ زبان کا Missuse کب ہوتا ہے۔ لوگوں کی مجلس میں جب ایک سے دو ہوتے ہیں۔ دو سے تین ہوتے ہیں۔ پھر زبان کا برا استعمال شروع ہوتا ہے۔ کسی کی غیبت کی چغلی کی' بہتان باندھا۔ تو فرمایا کہ لوگوں کی مجالس میں بیٹھ کر کس کی حفاظت کرنا؟ زبان کی حفاظت کرنا۔

تیسری نصیحت:

تیسرا یہ فرمایا کہ

﴿اِحْفَظْ مِعْدَتَكَ عَلٰى مَائِدَةٍ﴾

''جب تو دستر خوان پر بیٹھے تو اپنے معدے کی حفاظت کرنا''

اس لیے کہ دستر خوان پر بیٹھ کر انسان جو کھاتا ہے۔ وہی اس کی صحت ہوتی ہے۔ اس کو انگریزی میں کہتے ہیں:

Your health is What you eat

جو آپ کھاتے ہیں۔ وہی آپ کی صحت بنتی ہے۔ اور آج کل کے نوجوانوں کو تو کھانا اچھا نہیں لگتا ان کو Fast food اچھا لگتا ہے۔ Chips کھائیں گے، پتا نہیں کیا کیا الٹی سیدھی چیزیں بن گئیں ہیں۔ نئی دور کی یا اللہ اگر روٹی سالن دو تو وہ اچھا نہیں لگتا یہ کہیں گے کہ ہمیں Pototo Chips لے کر دیں اب نئے نئے کھانوں کے ہمیں نام ہی نہیں آتے۔ پرانے دماغ کے بندے ہیں۔ ہمیں نام بھی نہیں آتے کیا کیا؟ تو فرمایا کہ بیٹے دستر خوان پر اپنے معدے کا خیال رکھنا۔

چوتھی نصیحت:

چوتھی بات فرمائی کہ اے بیٹے

﴿اِحْفَظْ قَلْبَكَ فِي الصَّلٰوةِ﴾

''جب نماز پڑھنے کا وقت ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرنا''

کہ دل میں وساوس کوئی نہ آئیں۔ اور واقعی جب بندہ نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو ایسی ایسی باتیں یاد آتی ہیں جو آگے پیچھے یاد ہی نہیں آسکتیں۔ ایک بندہ کہیں پیسے رکھ کے بھول گیا۔ یعنی خزانہ کہیں دبا کر بھول گیا اس کو یاد ہی نہیں آتا تھا۔ تو وہ آیا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس۔ ماشاء اللہ وہ تو اتنے ذہین تھے کہ کیا بات۔ کہنے لگا حضرت مجھے یاد ہی نہیں آرہا میں نے کہاں رکھا۔ انہوں نے کہا دو رکعت نفل پڑھ۔ ان کو پتا تھا کہ

دو رکعت نفل پڑھے تو بس فوراً اسکو نماز کا خیال نہیں رہتا۔ سب باتیں یاد آجاتی ہیں۔ تو فرمایا کہ بیٹے نماز میں اپنے دل کا لحاظ رکھنا' یعنی خیال رکھنا تاکہ اس میں کوئی وساوس' خیالات باہر کے نہ آجائیں۔ تو بھئی یہ چار باتیں۔ عزیز طلباء ان کی پوری نصیحتوں کا نچوڑ ہیں۔ اب آپ ذرا مجھے گنوادیں۔ وہ چار باتیں کون سی ہیں۔

① آنکھوں کی حفاظت
② زبان کی حفاظت
③ معدے کی حفاظت
④ اور نماز کے اندر دل کی حفاظت۔

بیٹے دو باتوں کا تذکرہ نہ کرنا:

پھر چار باتوں کے ساتھ تھوڑا سا ضمیمہ بھی ساتھ لگا دیا ہوتا ہے کہ یہ تو میرا پیپر ہے اور میں اس کے ساتھ کچھ اور بھی اضافہ لگا رہا ہوں۔ تو فرمایا کہ بیٹے دو باتوں کا کبھی تذکرہ نہ کرنا۔ ایک اگر تو کسی کے اوپر احسان کرے تو اس احسان کا کبھی تذکرہ ہی نہ کرنا اور دوسرا اگر کوئی تیرے ساتھ برائی کرے تو اس برائی کا کبھی بدلہ نہ لینا' یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے معاف کردینا۔ جب اللہ کے لیے معاف کردیں گے تو تم اسکا تذکرہ ہی نہ کرنا۔ تو دو چیزوں کا تذکرہ نہ کرنا' کونسی دو چیزیں؟ ایک تو اگر تم کسی پر احسان کرو اسکا تذکرہ نہ کرنا اور دوسرا کوئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو اسکا بھی تذکرہ نہ کرنا اور فرمایا کہ دو چیزوں کو کبھی بھی نہ بھولنا۔ دو چیزوں کو یاد نہ کرنا۔

دو چیزوں کو کبھی نہ بھولنا:

دو چیزوں کو کبھی نہ بھولنا۔ اتنا یاد کرنا کہ دو چیزوں کو کبھی نہ بھولنا اس نے کہا کہ جی کونسی؟ فرمایا ایک اپنے رب کو کبھی نہ بھولنا اور دوسرا اپنی موت کو کبھی نہ بھولنا۔ ایک اللہ تعالیٰ

کو کبھی نہ بھولنا اور دوسرا اپنی موت کو۔ اور واقعی بات سو فیصد سچی ہے۔ جو شخص ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے اور ہر وقت اپنی موت کو یاد رکھے وہ بندہ اپنے راستے سے کبھی بھی پٹڑی سے نہیں اتر سکتا۔ ہمیشہ اللہ کو یاد رکھیں اور ہمیشہ موت کو یاد رکھیں۔ جب انسان موت کو بھولتا ہے تو پھر وہ دنیا کے اندر الجھ جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا:

﴿اُذْكُرُوْا هَاذِمَ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ﴾

''لذتوں کو توڑ دینے والی چیز موت کو یاد رکھو''

یہ موت کو بھولنے کی علامت ہے کہ ادھر زلزلہ آیا اور لوگوں کے گھر گرے لوگوں کی جانیں چلی گئیں اور ایسے بھی لوگ تھے جو ان مکانوں کے گرے ہوئے ملبے میں سے لوگوں کی چیزوں کو لوٹ رہے تھے۔ اور ایسے بھی تھے کہ اگر عورتیں اس میں دب کر مریں تو ان کے ہاتھ کاٹ کر اس میں سے زیور چھین رہے تھے۔

عبرت انگیز واقعہ:

اب یہ واقعہ پتا نہیں کہاں تک سچا ہے' اللہ جانے لیکن مجھے ہمارے ایک دوست ہیں پروفیسر نصیر صاحب انہوں نے سنایا۔ کہنے لگے ایک بس جا رہی تھی۔ ایک آدمی نے جو دیکھا تو اسے نیچے ایک سانپ پڑا نظر آیا۔ بس کے اندر تو اس نے کنڈیکٹر کو کہا سانپ سانپ' کنڈیکٹر نے اس سانپ کو پکڑ کے جو کھڑی تھی اس سے نیچے پھینکا۔ تو کہتے ہیں کہ ساتھ ہی ایک سکوٹر پہ نوجوان جا رہا تھا' وہ سانپ اس سکوٹر والے کے جسم سے جا کے لگا اس نے اس کاٹا۔ جو کاٹا تو سکوٹر والا گرا اور مرا۔ جب پولیس نے آ کر اس بندے کو دیکھا تو اس کے سکوٹر کے پیچھے ایک چیز بندھی ہوئی تھی جیسے کچھ بریف کیس یا جو مرضی سمجھ لو۔ اس کو جب کھول کر دیکھا تو زلزلے میں جو عورتیں دب کر مر گئیں ان کے ہاتھوں کو کاٹ کر لایا تھا جن میں چوڑیاں اور انگوٹھیاں پہنی ہوئیں تھیں۔ اور ان کو لے کے جا رہا تھا۔ اب بتاؤ کہ

کیسا پتھر دل ہوگا کہ مری ہوئی' ملبے میں دبی ہوئی عورتوں کے ہاتھوں کو وہ کاٹ رہا ہے۔ کس لیے کہ اس میں سے اس نے چوڑیاں اور انگوٹھیاں اتارنی ہیں۔ اور ان کو وہ بریف کیس میں بھر کے لے جارہا تھا۔ جب انسان اپنی موت کو بھول جاتا ہے۔ تب وہ اس قسم کی حرکتیں کرتا ہے۔ تو دو باتیں کہیں فرمایا کہ بیٹے اللہ تعالیٰ کو کبھی نہ بھولنا اور اپنی موت کو کبھی نہ بھولنا۔ جب موت بھول جاتی ہے تو پھر انسان بالکل دنیا میں الجھ جاتا ہے۔ تو ہمیں ان دو چیزوں کو ہم یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی یاد کی توفیق نصیب فرمائے۔ موت کو ہر وقت یاد رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○

اللّٰهُمَّ

صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اللّٰهُمَّ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

وقت کی قدر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ (سورۃ العصر ۱ تا ۳)
وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ
سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

نعمتوں کی بارش

اللہ رب العزت کی بے شمار نعمتیں ہر انسان کو میسر ہیں۔ اگر ہم ان کی گنتی کرنا چاہیں تو ہم ان کو گن بھی نہیں سکتے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا﴾ (سورۃ النحل:۱۸)

اگر تم اللہ رب العزت کی نعمتوں کو گننا چاہو تو تم گن بھی نہیں سکتے۔تو اللہ رب العزت نے ہر انسان کو ان گنت نعمتوں سے نوازا ہے۔

وقت اہم کیوں ہے:

ان میں سے ایک نعمت وقت ہے۔ اس کی قدر و قیمت اس قدر ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اس کی قسم کھائی۔ فرمایا:

﴿وَالْعَصْرِ﴾

قسم ہے زمانے کی اللہ رب العزت کا قسم اٹھانا یہ اس وقت کی قدر و قیمت کی ایک بیّن دلیل ہے۔ اور ایک جگہ نہیں قرآن کریم میں متعدد بار اللہ رب العزت نے قسم کھا کر بات فرمائی۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَالْفَجْرِ ○ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ (سورۃ الفجر:۱-۲)

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ○ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ﴾ (سورۃ التکویر:۱۷-۱۸)

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ○ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾ (سورۃ اللیل:۱-۲)

ایک جگہ فرمایا:

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ○ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ﴾ (سورۃ الانشقاق:۱۶-۱۷)

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿وَالضُّحٰى ○ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى﴾ (سورۃ الضحیٰ:۱-۲)

تو دن اور رات کی قسمیں کھائیں۔ وقت کی قسم کھائی۔ اس لیے کہ اللہ رب العزت کے ہاں اس کی بڑی اہمیت ہے۔

پوشیدہ نعمتیں:

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔ نعمتان دو نعمتیں ایسی ہیں۔

﴿ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ﴾

اکثر لوگ ان دو نعمتوں کو **Miss Use** کرتے ہیں۔ مغبون کا مفہوم سمجھنے کے لیے ترجمہ یہ کیا جارہا ہے کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان دو نعمتوں کو **Miss use** کرتے ہیں۔ کونسی؟

اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

① ...... ایک صحت کی نعمت ② ...... ایک فرصت کی نعمت

اکثر دیکھا گیا کہ جب اللہ رب العزت صحت دیتے ہیں۔ تو انسان کا دل ساتھ نہیں دیتا۔ اور جب آخری عمر میں انسان کا دل ساتھ دیتا ہے تو انسان کی صحت ساتھ نہیں دیتی۔

خوش نصیب انسان کون؟

وہ انسان خوش نصیب ہے۔ جو اپنے صحت کے زمانے میں بھی اپنے وقت کی قدر کرتا ہے۔ اور فرصت کی قدر وہی کرتے ہیں جن پر اللہ کا خصوصی انعام ہوتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذیشان:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے صوفیاء کرام کی دو باتوں سے بہت فائدہ ہوا۔ ایک بات کہ انہوں نے فرمایا کہ وقت ایک تلوار ہے۔ اگر تم اسے نہیں کاٹو گے تو وہ تمہیں کاٹ کے رکھ دے گی۔ بات تو ایسی ہے۔ جس بندے سے بات کرو وہی کہتا ہے وقت

اچھا گزر رہا ہے۔ گزر رہا ہے۔ گزر رہا ہے۔ اور کچھ سالوں کے بعد پتہ چلتا ہے کہ وقت نے کیا گزرنا تھا یہ خود ہی دنیا سے گزر گیا۔ تو فرمایا وقت ایک تلوار ہے اگر تم اسے نہیں کاٹو گے تو وہ تمہیں کاٹ کے رکھ دے گی۔

عزتوں والی زندگی کا راز:

چنانچہ ہمارے اکابر نے وقت کی بہت قدر فرمائی' بلکہ دنیا میں جس نے بھی عزتیں پائیں دین کے میدان میں یا دنیا کے میدان میں۔ ہر بندے کے حالات زندگی پڑھ کر دیکھیں انہوں نے اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کی قدر کی ہوگی۔ آج کی اس مجلس میں یہ عاجز اپنے ہی اکابر کی مثالیں پیش کرے گا۔ تاکہ ہمیں یہ احساس ہو کہ ہمارے اکابر وقت کے کتنے پابند تھے۔ اور کتنے اس کے قدردان تھے۔

ابن ابوقیس کا عارفانہ جواب:

ابن ابوقیس رحمۃ اللہ علیہ محدث گزرے ہیں۔ ہر وقت حفظ حدیث اور روایت حدیث میں مشغول رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ کچھ دیر ان سے بات بھی کرلیں تو جواب میں فرمایا کہ تم سورج کو تھام لو تو میں تم سے باتیں کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس لیے کہ غروب ہونے والا سورج انسان کو پکارتا ہے۔ کہ اے انسان آج میں تیری زندگی میں غروب ہو رہا ہوں۔ پھر لوٹ کر دوبارہ طلوع نہیں ہونگا۔ ایک نیا دن ہوگا یہ دن ہاتھوں سے چلا گیا۔

عروج بندگی:

حماد بن اسلمی رحمۃ اللہ علیہ حافظ حدیث تھے اور اکثر وقت ان کا روایت حدیث ہی میں گزرتا تھا۔ جب فارغ ہوتے تھے تو نماز میں نوافل میں لگ جایا کرتے تھے۔ اللہ کی شان دیکھیں کَمَا تَعِیْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ۔ تم جس حال میں زندگی گزارو گے تمہیں اسی حال میں موت آئے گی۔ اللہ کی شان ایک دن عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ عین حالت نماز میں اللہ

رب العزت کو پیارے ہو گئے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ بیمار ہو گئے تو قریب کے جو کچھ احباب تھے انہوں نے چاہا کہ ہم جائیں اور امام صاحب کی طبع پرسی کریں جب وہ امام صاحب کے پاس پہنچے تو ان کے آخری لمحات تھے تو اس وقت میں انہوں نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ رمی جمار مشیاً افضل ہے کہ راکباً افضل ہے۔ سواری پر سوار ہو کر شیطان کو کنکریاں مارنا یہ بہتر ہے یا پیدل چل کے۔ بعض نے کہا راکباً افضل ہے۔ فرمایا نہیں بعض نے کہا کہ جی پیدل چل کے مارنا افضل ہے۔ فرمایا نہیں۔ انہوں نے کہا جی آپ ہی بتا دیجئے۔ تو پھر مسئلہ کی وضاحت فرمائی کہ جس جمار کو کنکری مارنے کے بعد دعا مانگنا سنت ہے۔ اس کو پیدل مارنا افضل ہے۔ اور تیسرے کو جہاں دعا نہیں مانگتے اس کو سواری پر بیٹھ کے مارنا یہ افضل ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم نے جواب سنا تو ہم نے کہا اچھا نماز کا وقت ہو گیا۔ ہم مسجد میں جاتے ہیں۔ ہم ابھی دروازے تک نہیں پہنچے تھے کہ پیچھے ہم نے کلمہ کی آواز سنی لوٹ کر دیکھا تو امام صاحب کی روح پرواز کر گئی تھی۔

مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا دین سے والہانہ تعلق:

ہمارے اکابر علماء دیو بند میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ان کی وفات اس حال میں ہوئی کہ ان کے سینے کے اوپر ایک استفتاء لکھا ہوا پڑا ہوا تھا۔ یعنی فتوی دے رہے تھے۔ پڑھتے پڑھتے وہ ان کے ہاتھ سے گر گیا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ زندگی کے آخری لمحے تک انہوں نے عبادت میں گزارے۔ ہمارے مشائخ نے One mintue Accuraly Develop کر لی تھی۔ ان کے نزدیک ایک منٹ کا وقت بھی بڑا قیمت رکھتا تھا۔ آج ہماری زندگی کی ترتیب کچھ ایسی بن گئی کہ ہم گھنٹوں کی پرواہ نہیں کرتے دنوں

کی پرواہ نہیں کرتے۔

حیران کن واقعہ:

چنانچہ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ حفاظ حدیث میں سے گزرے ہیں۔ بڑے محدث تھے اور ان کا ایک واقعہ بڑا مشہور ہے۔ ایک نوجوان کی شادی ہوئی ابتدائی دن تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں علم حاصل کرنے کے لیے آیا کرتا تھا۔ ایک دن مجلس ذرا لمبی ہوگئی وہ دیر سے گھر پہنچا۔ بیوی کو بھوک لگی ہوئی تھی کھانے کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے اس بات کا برا منایا کہ اتنی دیر سے کیوں آئے۔ تو خاوند جب گھر پہنچا تو وہ اس سے الجھ پڑی۔ جیسے اکثر بیویاں میوزک سناتی ہیں۔ آپ کو تو پرواہ ہی نہیں کسی کی۔ بس آپ تو جاتے ہیں تو پچھلے آپ کے لیے مرجاتے ہیں۔ خیر وہ خاموشی سے سنتا رہا پھر اس نے بتایا کہ بھئی میں درس سننے کے لیے گیا تھا۔ دیر ہوگئی کوئی بات نہیں۔ وہ کچھ زیادہ ہی غصے میں تھی اس نے جواب میں کہہ دیا کہاں گئے تھے درس سننے تمہارے استاد کو کچھ نہیں آتا تم کیا سیکھو گے۔ اب جب استاد کے بارے میں بات کی۔ یہ بھی تو جوان خون تھا' برداشت نہ کر سکا اس نے کہا اچھا اگر میرے استاد کو ایک لاکھ حدیثیں یاد نہ ہوں تو میری طرف سے تمہیں طلاق۔ خیر جب رات گزری دونوں کے دماغ ٹھنڈے ہوئے اب بیوی کو بھی افسوس ہوا کہ مجھے ایسی بات ان کے استاد کے بارے میں نہیں کرنی چاہیے تھی۔ خاوند نے بھی سوچا ہاں مجھے ایسے وقت ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اب چونکہ Conditional طلاق تھی۔ Dirorce تھی تو بیوی نے پوچھا کہ یہ واقع ہوئی یا نہیں ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں اپنے استاد سے Verify کروں گا۔

چنانچہ وہ نوجوان آیا اور اس نے ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہ مسئلہ بن گیا آپ بتائیں کہ میری بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی۔ تو ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا کہ جاؤ

میاں بیوی بن کے زندگی گزارو۔ ایک لاکھ حدیثیں مجھے اس طرح یاد ہیں جس طرح لوگوں کو سورۃ فاتحہ یاد ہوتی ہے۔

ابوذرعہ رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت:

یہ مرض الموت میں گرفتار تھے آخری وقت تھا۔ طلباء حاضر خدمت ہوئے۔ اب انہوں نے محسوس کیا کہ بس آخری آخری لمحہ ہے۔ تو حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایسے وقت میں جو لوگ حاضر ہوں وہ میت کے سامنے تلقین کریں۔ تلقین کہتے ہیں یاددہانی کو کہ وہ ذرا اونچی آواز سے کلمہ پڑھیں جہر سے تاکہ مریض سنے اور اس کو اپنا سبق یاد آ جائے۔ یہ نہیں ہوتا کہ اسے حکم دیں کہ تم پڑھو بس اونچی آواز سے پڑھ دینا تاکہ اسے یاد آ جائے۔ اب شاگردوں نے سوچا کہ یہ ہمارے استاد محدث ہیں۔ ہم انہیں کلمے کی تلقین کریں۔ مگر عمل بھی ضروری تھا۔ تو انہوں نے ایک خوبصورت فیصلہ کیا کہ جس حدیث مبارکہ میں یہ خوش خبری ہے کہ کلمہ پڑھنے سے جو اس پر موت آئے تو اس پر جنت ملتی ہے۔ ہم اس حدیث مبارکہ کی روایت کرتے ہیں۔ ان کے سامنے چنانچہ انہوں نے حدیث مبارکہ پڑھنی شروع کی، سنانی شروع کی۔ عن فلاں عن فلاں۔ جیسے ہی انہوں نے ایک دو راویوں کا نام لیا تو وہ پہچان گئے کہ یہ فلاں حدیث پڑھنا چاہتے ہیں تو انہوں نے خود Pick up کر لیا اور حدیث بیان کرنی شروع کر دی۔ حدیث مبارکہ یہ تھی کہ

مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

کہ جس بندے کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوا وہ جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث پڑھتے ہوئے جب انہوں نے اتنا کہا

من كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اس لفظ پر پہنچ کر ان کی روح پرواز کر گئی اور وہ Paractically جنت میں داخل ہو گئے۔

Imagain تصور کریں کہ زندگی کے اس لمحے تک وہ لوگ علم کی خدمت میں لگے رہے۔

مطالعہ کرنے کا عجیب انداز:

چنانچہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ عبید بن یعیس ایک محدث تھے۔ حدیث کی کتاب سامنے ہوتی تھی اور وہ اس کا مطالعہ کرتے تھے۔ یاد کرتے تھے اس کی Revision کرتے تھے۔ اور اتنے مصروف ہوتے تھے کہ ان کو کھانے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ بہن ان کے لیے کئی مرتبہ کھانا پکاتی یا گرم کرتی یا پھر تیار کرتی ان کو فرصت ہی نا ملتی تو بہن نے کہا بھائی اگر آپ کو مطالعہ سے فرصت ہی نہیں تو میں ہی لقمے بنا کے منہ میں ڈال دیتی ہوں۔ آپ مطالعہ بھی کرتے رہیں اور لقمہ بھی چباتے رہیں۔ چنانچہ بیس سال ان کا یہ معمول رہا کہ کھانے کے وقت بہن لقمے ڈال دیتی تھی وہ کھانا کھاتے تھے اور کھانے کے وقت بھی مطالعہ جاری رہتا تھا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا شوق مطالعہ:

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ کی قسم مجھے بہت افسوس ہوتا ہے اس وقت پر جو کھانے کے اندر گزر جاتا ہے کہ میں اس وقت میں مطالعہ نہیں کر سکتا۔ سوچیے وہ اپنے کھانے کے اوقات کو بھی Minimize کیا کرتے تھے۔ کہ بس کھانے کھاؤ اور باقی وقت میں پھر تم مطالعہ شروع کر دو۔

دنیا جن پر ناز کرتی ہے:

چنانچہ ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ خشک ستو کھا رہے تھے تو دیکھنے والے نے کہا کہ پانی ملا کر اگر گڑ ڈال کر کھائیں تو ٹیسٹی ہوتے ہیں۔ اچھے لگتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے پانی ملا کے کتنا Time لگتا ہے اس کا بھی تجربہ کیا اور خشک ستو پھانکنے کا

بھی تجربہ کیا۔ تو میں نے دیکھا کہ خشک ستو پھانکنے میں وقت کم لگتا ہے۔ چنانچہ پچھلے بیس سال سے میری زندگی کا معمول ہے کہ میں خشک ستو کھالیتا ہوں اور جو Time میرا بچتا ہے اس میں ستر مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرتا ہوں۔ Un believeable حیران ہوتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کے اوقات کا اس قدر خیال رکھا کرتے تھے۔

حدیث نبوی ﷺ سے محبت کا مثالی انداز:

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ایک محدث ہیں۔ جرح اور تعدیل کے یہ امام گنے جاتے ہیں۔ یعنی حدیث کے جو راوی ہوتے ہیں ان کی پرکھ کرنے میں اللہ نے ان کو خصوصی انعام دیا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ان کو پتہ چلا کہ ایک محدث محمد بن افضل ان کے پاس ایک حدیث ہے جو انہوں نے پہلے نہیں سنی ہوئی تھی۔ یہ ان کے پاس گئے دروازہ کھٹکھٹایا انہوں نے دروازہ کھولا۔ تو دروازے میں کھڑے کھڑے انہوں نے ان سے پوچھا کیسے آنا ہوا۔ کہنے لگے کہ میں آپ سے فلاں حدیث مبارکہ سننے کے لیے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں مجھے زبانی بھی یاد ہے اور میں نے کتاب میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ تو میں ابھی آپ کو کتاب لا کر سنائے دیتا ہوں تو جب وہ واپس لوٹنے لگے تو یحییٰ بن معین نے ان کا قمیض پکڑ لیا۔ کہ حضرت ایسا نہ ہو کہ آپ لینے جائیں اور اس دوران مجھے موت آ جائے یا آپ کو آ جائے۔ حدیث پہلے سنا دیں اس کے بعد جا کے کتاب لے آنا میں حدیث دوبارہ پھر سن لوں گا۔

حضرت امام ابن سفون رحمۃ اللہ علیہ کا استغراق:

ابن سفون مالکیہ مذہب کے بڑے امام گزرے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ کھانا نہیں کھایا اپنے مطالعے میں لگے ہوئے تھے۔ باندی تھی اس کا نام تھا ام ملام۔ وہ بار بار آ کے پوچھتی میں کھانا لے آؤں' میں کھانا لے آؤں۔ اور یہ کہتے تھوڑا صبر کرلو۔ صبر کرلو۔ میں اور مطالعہ کرلوں۔ تو ایک موقع پر پھر اس نے کہا کہ اچھا اگر آپ کے پاس

کھانے کی فرصت نہیں تو میں لقمے آپ کے منہ میں ڈال دیتی ہوں۔ کہنے لگے بہت اچھا وہ لقمہ منہ میں ڈال دیتی چبا لیتے مگر مطالعہ کرتے رہے۔ اس قدر مطالعہ کے اندر Obsorve تھے کہ جب صبح کے وقت مطالعہ ختم کیا اور ام ملام کو کہا کہ کھانے لاؤ تو اس نے کہا جناب کھانا تو میں آپ کو کھلا چکی۔ کہنے لگے مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی انوکھی شرط:

نحو کے بڑے امام گزرے ہیں امام صاحب نوی رحمۃ اللہ علیہ ان کو اگر کوئی بندہ اپنے گھر سے Invite کرتا تو وہ ایک Condition رکھتے کہ اچھا مجھے اپنے گھر میں ایک الگ کمرہ دے دو۔ میں اپنی کتابیں اپنی پیٹھ پر لاد کر آؤں گا۔ اور جتنی دیر میں تمہارا کھانا تیار ہوگا میں مطالعہ کرتا رہوں گا۔ اور کھانے کے بعد بھی میں مطالعہ کروں گا اور اس کے بعد میں وہاں سے واپس آؤں گا۔

قیمتی نصیحت:

آج ہمارے گھروں میں دعوتیں ہوتی ہیں تو گھنٹوں گپوں میں گزر جاتے ہیں۔ اور کئی مرتبہ تو ٹیلی فون پر گفتگو کرتے ہوئے بات ہی کوئی نہیں ہوتی۔ تے اچھا فیر ہور سنا حال اے۔ وہ اس لیے کہ ہمیں وقت کی اہمیت کا احساس نہیں۔ اس لیے کہتے ہیں کہ Be Breif on Phone کہ ٹیلی فون کرتے ہوئے بہت مختصر بات کرو اس میں دنیا کا بھی فائدہ اور دین کا بھی فائدہ۔

طلباء کے لیے راہنما مثال:

چنانچہ امام ثعلب کے بارے میں آتا ہے کہ یہ راستہ چلتے ہوئے بھی مطالعہ کیا کرتے تھے۔ سڑک کے کنارے چلتے تھے اور کتاب ہاتھ میں ہوتی تھی اور پڑھتے ہوئے چلتے تھے۔ ان کو اردگرد کی ٹریفک کا اور لوگوں کا کچھ پتہ نہیں ہوتا تھا۔ ان کی وفات بھی ایسے ہی

آئی کہ مطالعہ کرتے کرتے آگے گڑھا تھا پتہ نہ چلا اور گڑھے کے اندر جا کر گرے اور اس کی وجہ سے موت آ گئی۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کا اشاعتی کام اور ہماری حالت زار:

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اتنی کتابیں لکھیں کہ ان کے صفحات کی تعداد تین لاکھ اٹھاون ہزار تھی۔ تین لاکھ اٹھاون ہزار صفحے لکھ لینا اللہ اکبر کبیرا۔ ان کی ٹوٹل زندگی پر جب اس کی Dirvide کیا گیا تو per day کی Eighteen Pages Average بنے۔ اور اگر ابتداء کے پندرہ سولہ سال جو علم حاصل کرنے کے ہیں وہ نکال دیئے جائیں تو یہ Average forty سے اوپر چلے جاتی ہے۔ اب ہم روزانہ ایک نئی کتب کے چالیس صفحے نہیں پڑھ سکتے۔ وہ نئی کتاب کے چالیس صفحے لکھ دیا کرتے تھے۔ اب ذرا اس کو بیٹھ کے سوچیں تو پھر اندازہ ہوگا۔ آج تو دیکھیے لکھنے کے لیے ہمارے پاس ایسے پن ہیں کہ آپ صفحے کے اوپر سے شروع کریں تو نیچے تک اس کے مکمل ہونے تک اس کے اندر کوئی ink ڈالنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ پن کو اٹھانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اور ان کے پاس تو قلم اور دوات ہوتی تھی۔ ہر لفظ کے لیے ان کو دوات میں سے سیاہی لینی پڑتی تھی۔ پھر قلم خراب ہو جاتی تھی سیاہی کم ہو جاتی تھی۔ آج ہمارے پاس تو Air Condition envirement ہے ان کو تو گرمیوں کے اندر دھوپ کے اندر پسینے کی حالت میں بیٹھ کر لکھنا پڑتا تھا۔ آج ہمارے پاس بجلی کی نعمت موجود ہے۔ ان کے پاس چراغوں کی روشنی بھی مشکل ہوتی تھی۔ تو ان حالات میں ان Resavrses میں ان کا اتنے صفحات کا لکھ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ واقعی ہی انہوں نے زندگی کے ایک ایک منٹ کو صحیح طریقے سے گزارا ہوگا۔

قرآن فہمی کی عجیب مثال:

شاگردوں نے کہا کہ حضرت تفسیر لکھ دیں۔ فرمایا بہت اچھا اب انہوں نے تفسیر بیان کرنی شروع کر دی۔ شاگردوں نے لکھنی شروع کر دی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ ایک ایک لفظ پر علم کے خزانے ہی کھلتے جا رہے ہیں۔ اور وہ تو لکھ لکھ کے تھک جاتے تھے تو انہوں نے پوچھا کہ حضرت کتنی بڑی تفسیر ہوگی۔ فرمایا تیس ہزار صفحات کی۔ تو جب دو چار مہینے انہوں نے لکھا تو شاگردوں نے ہاتھ جوڑے کہ تیس ہزار صفحات نہیں لکھے جاتے چنانچہ Negotiate کریں انہوں نے کہا کہ اچھا میں اس کو بہت مختصر کرتا ہوں چنانچہ انہوں نے سات ہزار صفحات کی تفسیر لکھوائی اور اس کے لکھنے میں ان کو سات سال لگ گئے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات:

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا۔ اور اپنی انگلیاں دکھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان انگلیوں سے میں نے دین کے اوپر دو ہزار کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی دو باتیں بڑی عجیب ہیں۔ ایک تو یہ کہ لکھتے رہتے تھے اور جیسے ہی قلم خراب ہوتی تھی اور اس کو بنانے کا وقت آتا تھا۔ تو اس وقت میں ذکر شروع کر دیتے تھے کہ میرا قلم بنانے کا وقت بھی غفلت میں نہ گزرے۔ اب سوچنے کہ یا تو لکھنے میں مصروف ہیں اور جیسے ہی قلم بنانے لگتے تو ذکر میں مشغول ہو جاتے کہ میرے اس وقت میں بھی میرے نامہ اعمال میں نیکی لکھی جائے۔ اور جو قلموں کا چورا تھا اس کو جمع کرتے رہتے تھے تو کئی من چورا بن گیا تھا تو وصیت فرمائی کہ جب مجھے موت آئے تو میرے غسل کا پانی اس سے گرم کیا جائے۔

ایک وقت میں دو کام:

حاکم شہید صاحب مستدرک ان کے پاس لوگ ملنے کے لیے آتے تھے تو وہ اپنی

لکھائی جاری رکھتے تھے۔ اور اس سے کہتے تھے کہ بھئی آپ بات کرتے رہو میں آپ کی بات بھی سنتا رہوں گا۔ ایک وقت میں دو کام کیا کرتے تھے۔

علامہ ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کا علمی ولولہ:

چنانچہ علامہ ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اسی (۸۰) سال کی عمر میں ان کو علم حاصل کرنے کا اتنا شوق تھا کہ بیس (۲۰) سال کے نوجوان ان کے پاس بیٹھ کر شرمندہ ہوا کرتے تھے۔ وہ کتاب کا مطالعہ کرتے تھے اور روٹی جو آتی تھی اسکو پانی میں بھگو کے رکھ دیتے تھے۔ تو شاگرد نے پوچھا کہ حضرت یہ روٹی بھگو کر کیوں کھاتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ چبانے میں وقت کم لگتا ہے جلدی کھا لیتا ہوں اور کھانے کا وقت بچا کر اسکو بھی مطالعہ میں لگا لیتا ہوں۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی الفنون جس کی آٹھ سو جلدیں بنیں۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو قریب طلباء تھے فرمانے لگے کہ میں نے پوری زندگی واعظ و نصیحت میں گزار دی۔ اب مجھے میرے اللہ کے ساتھ تخلیہ دے دو چنانچہ ان کو بھیج دیا اور وہ ذکر کرتے کرتے اپنے پروردگار کے پاس پہنچ گئے۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا محاسبہ:

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ہر ہفتے میں جتنی گفتگو کرتے تھے وہ لکھتے تھے اور پھر جمعہ کے دن اس کا حساب لگاتے تھے۔ اس ہفتے میں میرا نامہ اعمال کیسا اللہ رب العزت کے حضور پہنچا ہوگا۔ ہم تو ایک دن کی گفتگو نہیں لکھ سکتے اتنا بولتے ہیں۔ وہ کتنا کم بولتے ہونگے کہ ہفتے بھر کی گفتگو لکھتے تھے۔ یہی نہیں وہ پھر اسی مطالعہ ہی میں وقت گزار دیتے تھے۔

علامہ ضیاء المقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام لیل:

ضیاء المقدسی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ درس حدیث بھی دیتے تھے اور جب

رات آتی تھی تو تین سو رکعت نفل تہجد کے بھی پڑھا کرتے تھے۔ تین سو رکعت آج ہمارے لیے چار رکعت پڑھنی مشکل ہوتی ہے۔ رمضان المبارک میں اگر دس بیس رکعت بھی کوئی پڑھ لے تو پھر اسے اپنے گھٹنوں کا احساس ہوتا ہے کہ اس میں کتنی جان ہے۔ میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ بیس رکعت نفل پڑھ لو تو پھر آخری رکعت میں سمع اللہ کی بجائے اوی اللہ نکل رہا ہوتا ہے۔ اتنا مطالعہ اور اس کے ساتھ تین سو رکعت نوافل رات کو پڑھا کرتے تھے۔

استاد کی عزت:

امام ابو یوسف کا چھوٹا بیٹا تھا فوت ہو گیا اللہ کی شان کہ عین یہی وقت تھا کہ جب وہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فقہ کے اوپر درس سنا کرتے تھے اور لکھا کرتے تھے اب ان کو فکر لاحق ہوئی چنانچہ انہوں نے اپنے بھائیوں سے منت سماجت کر کے کہا کہ بھئی جنازہ یہاں پڑھ لو اور تدفین آپ لوگ جا کے کر دینا میں نہیں چاہتا کہ میرے استاد کے سبق کا میرا ناغہ ہو جائے۔

علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت:

ابن شاہین حافظ منذری کے بارے میں بھی آتا ہے کہ ان کے بیٹے کی وفات ہوگئی۔ حدیث کا درس دیتے تھے تو پھر فرمایا کہ بھئی جنازہ یہاں پڑھ لیتے ہیں اور اس کے بعد میں حدیث کا درس دوں گا۔ چنانچہ مدرسے کے دروازے تک جنازے کے ساتھ گئے سنت کی نیت سے۔ رخصت کیا اور رخصت کرتے وقت آنکھوں میں سے آنسو آ گئے۔ کہنے لگے حدیث کا درس مجھے روک رہا ہے۔ کہ میرے معمول میں کہیں فرق نہ آ جائے۔ آج تو پڑھانے والے حضرات اگر تین اسباق پڑھائیں تو سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑا تیر مار لیا ہے۔

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ایک مثالی مدرس:

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ روزانہ تیرہ اسباق پڑھاتے تھے۔ اور ان کی زندگی کے دن بعض ایسے بھی گزرے کہ انہوں نے چوبیس اسباق روزانہ پڑھائے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ طالب علمی:

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ طالب علمی میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر تکرار کرتے تھے علم پڑھتے تھے تو اگر انہیں بیت الخلاء جانے کی ضرورت پیش آتی تو اپنے دوستوں سے Request کرتے کہ آپ ذرا اونچی آواز سے تکرار کریں کہ میں بیت الخلاء جا کر اپنی زبان سے کچھ بول تو نہیں سکتا مگر کم از کم میں آپ کی آواز سنتا ہی رہوں گا مجھے بھی تکرار میں حصہ مل جائے گا۔ بیت الخلاء کے وقت میں بھی مجھے مطالعہ کے لیے وقت مل جائے۔ اللہ اکبر۔

وہ جن کا عشق صادق ہے:

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حاکم وقت نے کسی مسئلہ کی وجہ سے ان کو جیل میں ڈال دیا۔ تو انہوں نے کاغذ قلم منگوالیا کنوئیں کے اندر بند کر دیا گیا اور انہوں نے کنوئیں کے اندر کتاب لکھنی شروع کر دی۔ اللہ کی شان کہ ایک نئی کتاب آ گئی۔ حاسدین کو پتہ چلا کہ وہاں بیٹھے ہوئے بھی یہ تصنیف و تالیف کا کام کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے کاغذ اور قلم کی سپلائی بھی روک لی۔ تو انہوں نے ایک پولیس والے سے بات کر کے چند کوئلے منگوالیے۔ اور ان کوئلوں کے ذریعے کنوئیں کی دیوار پر کچھ Hints لکھ دیئے جب کنوئیں میں ان کی وفات ہوئی تو اس کے بعد اُن کے لکھے ہوئے جو چھوٹے چھوٹے نکات تھے ان کو جمع کیا گیا تو ان کی زندگی کی آخری کتاب وہ بن گئی۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ چوبیس گھنٹے میں ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے۔فرماتے تھے ایک سے زیادہ مرتبہ کھانا کھانے کی بجائے میں اپنے اس وقت کو بھی تعلیم و تعلم میں استعمال کرنا چاہتا ہوں۔

کم کھانے کا فائدہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو حکیم صاحب نے چیک کرنے کے بعد کہا کہ لگتا ہے کہ اس بندے نے کبھی مرچ کھائی ہی نہیں ہے امام صاحب سے پوچھا گیا کہ حضرت حکیم صاحب تو کہتے ہیں کہ آپ نے کبھی مرچ کھائی ہی نہیں۔فرمانے لگے ہاں پچھلے سولہ سال گزر گئے۔ میں نے سولہ سال میں کبھی مرچ نہیں کھائی۔ انہوں نے پوچھا حضرت پھر کھاتے کیا ہیں۔فرمانے لگے تین بادام یا سات بادام کھالیتا ہوں۔ میرا روزانہ کا گزارا اتنے ہی پر ہوجاتا ہے۔ چوبیس گھنٹے میں سات بادام یہ ان کی غذا تھی پھر اللہ کے ہاں قبولیت کیا ہوئی کہ آج بخاری شریف کو پڑھے بغیر کوئی بندہ عالم نہیں بن سکتا۔کیا وار کام کر کے دنیا سے چلے گئے۔

علامہ باخلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ:

علامہ باخلانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جب تک سونے سے پہلے رات پینتیس صفحات نئے لکھ نہیں لیتے تھے اس وقت تک سویا نہیں کرتے تھے۔

وقت برف کی مانند ہے:

محترم سامعین وقت بہت قیمتی ہے مگر اس کو ضائع کرنے میں کوئی قیمت نہیں لگا کرتی۔وقت تو گزر رہا ہوتا ہے۔

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم

رفتہ رفتہ چپکے چپکے دم بہ دم

وقت کی مثال برف کی مانند ہے آدمی کے پاس برف ہو تو یہ اس کی اپنی صوابدید ہے کہ چاہے تو اس سے شربت ٹھنڈا کر کے پی لے اور اگر نہیں پیے گا تو برف نے تو پگھلنا ہی ہے۔

ہدایت کا سبب:

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ میری ہدایت کا سبب ایک برف والا بنا۔ کہنے لگے کہ وہ کیسے؟ کہ میں بازار میں سے گزر رہا تھا کہ ایک بندہ تھا جو برف بیچتا تھا۔ تو موسم ذرا ابر آلود سا ہو گیا اور برف لینے والے گاہک ذرا تھوڑے تھے۔ تو کہنے لگے میں نے اسے دیکھا وہ بڑا پریشان سا کھڑا ہے۔ آنے جانے والے لوگوں کے چہرے دیکھ رہا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی برف خریدنے والا نہیں تو جب کچھ دیر وہ اس طرح کھڑا رہا تو رہ نہ سکا اور اس نے اونچی آواز سے کہا کہ لوگو! رحم کرو اس شخص پر جس کا سرمایہ پگھل رہا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اس فقرے کو سن کر میرے دل میں احساس ہوا کہ اگر اس کا سرمایہ پگھل رہا ہے اور اس کو اتنی فکر لگی ہوئی ہے تو ہمارا وقت بھی برف کی مانند پگھل ہی رہا ہے۔

The Golden words (سنہری حروف):

ایک آدمی نے کتاب میں لکھا:

Suddenly I realize that the days coming and going are my life.

اچانک مجھے احساس ہوا کہ جو دن آ رہا ہے اور جا رہا ہے یہ ہی میری زندگی ہے۔

قابل توجہ:

اب ذرا توجہ فرمائیے کہ اگر کوئی ولی ہمیں بتا دے کہ تمہاری زندگی کے پچیس سال کم

کردیے گئے' تو کتنا افسوس ہوگا۔ شاید غم کے مارے ہم اس دن کھانا بھی نہیں کھا سکیں گے۔ کئی دن ہمیں Dipression رہے گی۔ زندگی کے پچیس سال ہمارے کم کردیئے گیے۔ اور اگر ہم زندگی کے ان اوقات کو جو Un productive ہم نے گزارے تو اگر count کریں تو ممکن ہے کہ تیس سال ہم نے ایسے گزار دیے۔ تو زندگی کے تیس سال بغیر کوئی نیک کام کیے فضول میں گزار دیے۔ سوتے میں گزار دیئے' بیٹھے میں گزار دیئے' لہو ولعب میں گزار دیے۔ فونوں پہ گھنٹوں گزار دیے۔

سیل فون یا ہیل فون:

یہ ایک ایسی مصیبت ہے سیل فون اللہ اس کے شر سے بچائے۔ اس سے تو مجھے اللہ کے لیے بغض ہے۔ اور نوجوانوں کا حال کیا؟ کہ کروبات ساری رات۔ ہم اپنے زندگی کے وقت کو اس طرح ضائع کرنے پر تل جاتے ہیں کہ جیسے ان کی کوئی قیمت ہی نہیں ہوا کرتی۔

:How our Leaders use the Time

ہمارے اکابر زندگی کے وقت کو اس طرح غنیمت بناتے تھے کہ ایک وقت میں دو کام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا دست بکار دل بیار ہاتھ کام کاج میں مشغول اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو۔ ایک وقت میں دو کام کرتے ہیں۔

حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز ذکر:

حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ مسکین پوری کھیتی باڑی کا کام بھی کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں ہل بھی چلاتا تھا اور روزانہ اسی ہزار مرتبہ اسم اللہ کی ضرب اپنے قلب پر لگایا کرتا تھا۔

حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش:

حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی ہیں۔ پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دفعہ دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ بھئی سردیوں میں فرصت ہوتی تو دھوپ میں بیٹھ کے گنا چوسیں گے۔ تو فرماتے ہیں کہ میری زندگی کے بیس سال گزر گئے مگر مجھے گنا چوسنے کا وقت نہ مل سکا۔

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان عالی شان:

ہمارے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ عمر کے آخری حصے میں اس قدر مصروف' فرماتے تھے کہ میں عظیم الفرصت ہوگیا ہوں فرماتے تھے' تمہاری نظر میں دن اور رات کا فرق ہے۔ میری نظر میں دن اور رات کا فرق ختم ہوگیا ہے۔ ان کے دن اللہ کی عبادت میں مشغول ہو کر گزرتے تھے اور ان کی راتیں ان کے دنوں کی مانند ہوا کرتی تھیں۔

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول رمضان:

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ رمضان آتا ہے تو لوگوں کے اعمال میں خوب اضافہ ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ میرا تو یہ حال ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں معمول ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔ یعنی جس ترتیب پر ہم رمضان گزارتے ہیں اس ترتیب پر ان کی پوری زندگی گزرتی تھی۔

حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ:

مفتی اعظم حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے بڑوں کو دیکھا کہ وقت کے کتنے قدردان تھے میں نے بھی عادت بنالی میں دو کام کر رہا ہوں تو تیسرا اس میں گھسا دیتا تھا۔ اور اس کی برکت سے تیسرا بھی ہو جاتا تھا۔

کام کی ذمہ داری کس کو سونپیں:

اللہ کی شان اس لیے ہمارے اکابر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر تم کوئی کام کروانا ہوتو فارغ آدمی کو کام نہ کہا کرو اس لیے کہ اس کے پاس فرصت نہیں ہوتی۔ مصروف بندے کو کام کہو وہ مصروف بندہ اس کام کے لیے بھی وقت نکال لے گا۔

آخرت کی فکر:

ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ تھے۔ حضرت مولانا حسین علی ان کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی شخص ملنے آتا تھا۔ سلام کر کے خیریت پوچھنے کے بعد فرماتے تھے۔ اچھا بھئی آپ نے بھی تیاری کرنی ہوگی آخرت کی میں نے بھی تیاری کرنی ہے۔ اچھا پھر انشاء اللہ قیامت کے دن ملیں گے۔ یہ کہہ کر رخصت کر دیا کرتے۔ آپ نے بھی تیاری کرنی ہوگی مجھے بھی تیاری کرنی ہے۔ اچھا قیامت کے دن ملیں گے۔

حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت اور اس کی وضاحت:

حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ یہ وقت وقت کار ہے۔ کام کرنے کا وقت ہے۔ اب اس کی مثال آپ یوں سمجھئے کہ جیسے کمرہ امتحان میں ایک طالب علم بیٹھا ہوتا ہے تو وہ اس کے لیے Paper دینے کا وقت ہوتا ہے وہ اس وقت ہر ضرورت اور تقاضے کو بھی دباتا ہے۔ بھوک' پیاس' یہ تقاضا اگر ہو جائے تو وہ نہ کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ حتیٰ کہ washroom جانے کا تقاضا ہو تو اس کو بھی دباتا ہے کہ تین ہی تو گھنٹے ہیں میں جلدی سے اپنا paper مکمل کرلوں بعد میں فارغ ہوں گا۔ اس دوران اگر اس سے کوئی گفتگو کرنا چاہے تو اس کو بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر Examiner اس کے قریب آ کے کوئی اعلان کرنا چاہے تو اس کا دل چاہتا ہے کہ یہ جلدی اعلان کر کے جان چھوڑے اور میں Paper مکمل کروں۔

دنیا امتحان گاہ ہے:

تو جو کیفیت طالب علم کی کمرہ امتحان میں ہوتی ہے مومن کے قلب کی ہر وقت وہی کیفیت ہے۔اس لیے کہ دنیا ہمارے لیے کمرہ امتحان کی مانند ہے۔الدنیا دار المھند دنیا امتحان گاہ ہے۔ہم کمرہ امتحان میں ہیں۔یاد رکھیں مرجانے کے بعد انسان ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے ثواب کو ترسے گا کہ کاش مجھے ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کا اجر مل جائے۔ اور آج ہم جتنا چاہیں اللہ کا ذکر اپنی زبان سے کر سکتے ہیں۔

آج سائنسی دور ہے آج کے زمانے کے انسان نے وقت کی قدر و قیمت کو دنیا کے نقطہ نظر سے پہچانا لہٰذا جتنی بڑی بڑی انڈسٹریز ہیں ان میں وقت کو بچایا جاتا ہے۔ یہ جو Auto- Nation کی جاتی ہے آٹومیٹک مشین اس Auto-Nation کے پیچھے Under line ایک آئیڈیا کیا ہے؟ کہ کم وقت میں زیادہ Production دینا۔تو دنیا جان گئی کہ کم وقت میں زیادہ Production دینے سے Profitibility بڑھ جایا کرتی ہے۔تو مومن کو بھی اپنے اوقات کے بارے میں یہ ہی تصور رکھنا چاہیے۔

Tust in time system:

یہ عاجز ایک مرتبہ ٹیوٹا کمپنی کی Annual رپورٹ پڑھ رہا تھا تو انہوں نے لکھا کہ ہماری اسمبلی یونٹ ہے کار کا' اسمبلی لائن ہوتی ہے۔تو اس میں گاڑی کا فریم شروع میں رکھا جاتا ہے۔پھر کوئی بندہ اس میں پہیے فٹ کرتا ہے اور کوئی لائٹس فٹ کرتا ہے کوئی دروازے فٹ کرتا ہے وہ آگے کنوئیر چلتی رہتی ہے۔مختلف لوگ مختلف چیزیں فٹ کرتے کرتے اخیر میں وہ پینٹ ہو کے Finish ہو۔کے گاڑی نکل آتی ہے۔تو انہوں نے محسوس کیا کہ ایک بندہ ایک وقت میں ایک کام کرتا ہے تو ہمیں زیادہ بندے رکھنے پڑتے ہیں اور زیادہ تنخواہیں دینی پڑتی ہیں تو انہوں نے کہا کہ اگر کوئی بندہ ایک وقت میں دو کام کر دے تو ہم

اس کی تنخواہ ڈیڑھ گنا بڑھا دیں گے۔یعنی Fifty percent بچت مالک کو جائے گی اور 50% جس بندے کا Increase ہوگا اور دو بندوں کا کام ایک بندہ کرے گا۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں کو Traind کیا۔تو پہلے یہ ہوتا تھا کہ گاڑی جب آتی تھی تو دائیں ہاتھ سے ایک بندہ پیچ کس رہا ہوتا تھا اب اس نے ایسی Training لی کہ اس کے دونوں ہاتھ کام میں مصروف کر لیے۔ایک سے پیچ کھول رہا ہے دوسرے سے ٹائیٹ کر رہا ہے۔اس ہاتھ سے یہ کام کر رہا ہے دوسرے سے یہ۔دو ہاتھوں سے دو کام کر کے آج لوگوں نے دنیا کا Profit کمانے کا معاملہ سوچا۔

دیکھیے پہلے لوگ پرزے خریدتے تھے اور بڑے بڑے سٹوروں میں رکھتے تھے۔پھر انہوں نے سوچا کہ اتنا پیسہ جو ہم Dead بنا کے رکھ دیتے ہیں اس کا فائدہ تو نہیں ہوتا تو ہم اس کا سٹور کیوں نہ بنائیں۔ چنانچہ گاڑیوں کے Assemble کرنے کی جو فیکٹری ہوتی ہے اس میں پہیہ کہیں سے آتا ہے' لائٹیں کہیں سے آتی ہیں۔چھوٹے چھوٹے ومینڈر بناتے ہیں۔انہوں نے ایک ایک System نکالا اس کو کہتے ہیں Just in Time میں کیا؟ ادھر گاڑی بن رہی ہے جب وہ اس سٹیشن پر پہنچتی ہے جہاں پہیے فٹ ہونے ہیں تو اس کے پہیے کمپنی کی طرف سے اسی وقت اس کو پہنچتے ہیں۔ درمیان میں سٹور بنانے کی ضرورت ہی نہیں۔وقت کی بچت کر کے انہوں نے دنیا کے بلین آف ڈالر بچا لیے۔

زرعی ترقی کا راز:

یہ وقت کتنا قیمتی ہوتا ہے۔ہم لوگوں کا تعلق کچھ کھیتی باڑی سے بھی ہے۔تو آج کل ایک طریقہ کار ہے۔جس کو Oxygen Vegitable کہتے ہیں۔ جب سردیاں آتی ہیں تو عام کاشت کار سردی میں کھیتی کر نہیں سکتا۔ کیونکہ سردی کی وجہ سے پودے مر

جاتے ہیں۔تو لوگوں نے کیا کیا Tunnal بنا لیے اس کے اوپر شاپر ڈال دیئے Poly tunnal کہلاتی ہے۔اور اس میں پودے اگا کر اس کو ایسے وقت میں مارکیٹ کے اندر لے کے آئے کہ وہ ایک دو مہینے عام Grower سے Advance سبزی لاتے ہیں۔جو ٹماٹر عام Season میں دو روپے کا بکتا ہے۔جب ان لوگوں کی فصل تیار ہوتی ہے تو دو روپے کا ٹماٹر پچیس روپے کلو بک رہا ہوتا ہے۔Time کی اہمیت کو جن لوگوں نے سمجھ لیا انہوں نے دنیا کے فائدے نکال لیے۔

ہمارے اکابر نے اس کی اہمیت کو سمجھا تھا تو انہوں نے اس سے دنیا کے فائدے بھی اٹھائے اور آخرت کے بھی۔

نوجوان نسل کی حالت زار:

آج ہمارے اندر ایک عام بیماری ہے کہ ہمیں وقت کی قدر کا احساس ہی نہیں۔چنانچہ کوئی کام ہم کرنا چاہتے ہیں ایک گھنٹہ لیٹ کریں دو گھنٹے لیٹ کریں تین گھنٹے ہم سمجھتے ہیں کہ اس کا کوئی مسئلہ ہی نہیں۔وقت کی قدر انتہائی ضروری ہے۔ورنہ تو انسان کی زندگی بغیر کام کے گزر رہی ہوتی ہے۔اور آج کل ہم نے نوجوانوں کو دیکھا! ایک دوسرے سے بات کر رہے ہوتے ہیں کہتے ہیں بڑی اچھی Job مل گئی تو دوسرا پوچھتا ہے کیسی ملی۔ وہ کہتا ہے فلاں کمپنی میں Job مل گئی اور Basic Pay اتنی ہے۔House Rent اتنا ہے۔Medical Allowance اتنا ہے۔Provident fund اتنا ہے۔ اور بونس اتنے ہیں اور Medical Leave اتنی ہے۔Annual leave اتنی ہے اور C.leave اتنی ہے۔اور اخیر پہ کہتا ہے' جی کام بالکل کوئی نہیں۔اب جس قوم کے نوجوانوں کا مزاج یہ بن جائے کہ بڑی اچھی نوکری ہے۔Benefits اتنے ہیں اور پھر اخیر پہ کہے جی کام کوئی نہیں ہے۔ہم دنیا میں کیا ترقی کریں گے۔دین میں کیا ترقی

کریں گے۔ افسوس ہوتا ہے اس نوجوان کو تو چاہیے تھا کہ اخیر پر کہتا کہ جی کام اتنا ہے کہ مجھے سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی۔ ہمارے اکابر نے اپنے وقت کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ اس لیے وہ دنیا میں بھی راج کرتے تھے' آج ہم وقت ضائع کرتے ہیں تو دنیا میں بھی پھر ذہنی غلام بن کے زندگی گزار رہے ہیں۔

ادھار کا مال:

یاد رکھیں ایک دستور ہے کہ ادھار کے مال سے تھوڑے وقت میں زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ کے گھر میں استری خراب ہوگئی آپ کی Wife نے قریب بہن کا گھر تھا اس سے استری منگا لی اب وہ جو استری منگوائے گی تو صرف آپ کے کپڑے استری نہیں کرے گی۔ آپ کے بھی کرے گی۔ اپنے بھی کرے گی بچوں کے بھی کرے گی۔ اور کہے گی جی کہ بار بار تو استری نہیں مانگی جاتی۔ تو تھوڑے وقت میں وہ زیادہ کپڑے استری کرے گی تو ادھار کے مال سے تھوڑے وقت میں زیادہ کام کیا جاتا ہے۔ یہ جسم ہمارے پاس ادھار کا مال ہے۔ خوش نصیب وہی ہوگا جو اس ادھار کے مال سے تھوڑے وقت میں زیادہ کام لے گا۔

انوکھی مثال:

جیسے گاڑی کے سٹرنگ پر بٹھا دیں تو Drire کرنے والا اس کو اپنی مرضی سے اس کو Prire کرتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اس باڈی کے سٹرنگ پر ہمیں بٹھا دیا۔ اس کو چلاؤ جیسے تم چلا سکتے ہو۔ اب Rent پر کار آپ لے لیں اور دو دن گھر میں رکھیں تو کرایہ تو پورا دینا پڑے گا۔ اور کام سمیٹ لیں تو اچھا ہوگیا۔

لمحہ فکریہ:

اللہ رب العزت نے جو مہلت دی وہ تو گزرنی ہے۔ کچھ نہیں کریں گے مہلت پھر

بھی گزر جائے گی۔ دن بھی گزر گیا رات بھی گزر گئی۔ لیکن ہم سوچا تو کریں کہ ہم اپنی زندگی کے اس وقت میں کتنا کام کر رہے ہیں۔ آج کل کے نوجوان آٹھ گھنٹے نیند پوری نہیں ہوتی، نو گھنٹے نیند پوری نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں کہ جو سوتے ہیں وہ کھوتے ہیں۔ اب کھوتے کا ترجمہ آپ انگلش میں کریں تو Loose بنتا ہے The Loose اور اگر پنجابی میں کریں تو شاید بہترین ترجمہ وہی ہوگا۔ زندگی سو کر گزارنے کے لیے نہیں بنی کام کرنے کے لیے بنی ہے۔

وقت سونے کی ڈلیوں کی مانند ہے:

یہ وقت کے لمحات سونے کی ڈلیوں کی مانند ہیں۔ ہمارے اکابر نے کہا الوقت من الذہب والفضہ کہ وقت سونے اور چاندی کی ڈلیوں کی مانند ہے۔ تم اس کو ان کی طرح قیمتی بنا سکتے ہو۔

اس لیے موت کے وقت انسان کہے گا کہ ایک لمحہ مجھے اور مل جاتا مگر ایک لمحہ اسکو اس وقت نہیں دیا جائے گا۔

پانچ چیزوں کی قدر کرو:

چنانچہ محسن انسانیت ﷺ نے یہ بتلایا کہ پانچ نعمتیں ہیں ان کی قدر کرو۔ اس سے پہلے کہ یہ تم سے ضائع ہو جائیں۔

① زندگی کی قدر کرو موت سے پہلے

② جوانی کی قدر کرو بڑھاپے سے پہلے

③ صحت کی قدر کرو بیماری سے پہلے

④ مال کی قدر کرو غربت سے پہلے

⑤ فرصت کی قدر کرو مشغولیت سے پہلے۔

جو شخص ان پانچ نعمتوں کی قدر کرے گا۔ یقیناً کامیاب زندگی گزارے گا۔

وقت شاعر مشرق کی نظر میں:

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب صورت بات کہی:

میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندہ حر کے لیے جہاں میں فراغ

جو بندہ حر ہوگا اس کے لیے جہاں میں فرصت نہیں وہ ہر وقت کام میں لگا ہوا ہوگا۔

نبوی لیل ونہار صلی اللہ علیہ وسلم:

اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کی کتنی قدردانی فرماتے تھے۔ سارا دن دین کی اشاعت میں گزر جاتا تھا اور جب رات آتی تھی تو اتنی عبادت کرتے تھے:

﴿حَتّٰی یَتَوَرَّمَ قَدَمَاہُ﴾ قدموں مبارک کے او ورم آجایا کرتا تھا۔

وقت کی آواز:

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹادی

تو یہ گھڑیال ہوتا ہے آواز آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ایک ایک سیکنڈ ہے تو وہ کہہ رہا ہے گھٹادی گھٹادی۔ گھڑیال بج رہا ہوتا ہے پیغام دے رہا ہوتا ہے۔ Message دے رہا ہوتا ہے۔ تیری زندگی کی ایک اور گھڑی گھٹادی۔ گھٹادی۔

خلاصہ کلام:

چنانچہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنی زندگی کے اوقات کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ یہ بات معلوم نہیں کہ اس مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں

میں سے سب سے پہلے کس کو موت آئے گی لیکن یہ پکی بات ہے کہ اس مجلس میں بیٹھے ہوئے جتنے لوگ ہیں ایک وقت آئے گا جب سارے کے سارے اس دنیا سے چلے جائیں گے۔ اسلاف اپنے اکابر کی زندگی سے فائدے اٹھاتے تھے۔ اور جب وہ چلے جاتے تھے تو پھر وہ کہتے تھے۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
بوئے گل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○

مکتبۃ الفقیر کی کتب ملنے کے مراکز

- معہد الفقیر الاسلامی ٹوبہ روڈ، بائی پاس جھنگ 047-7625454
- دار المطالعہ، نزد پرانی ٹینکی، حاصل پور 062-2442791
- ادارہ اسلامیات، 190 انارکلی لاہور 7353255
- مکتبہ مجددیہ، الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7231492
- مکتبہ سید احمد شہید 10 الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7228272
- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور 041-7224228
- مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان 061-544965
- مکتبہ دار الاخلاص قصہ خوانی بازار پشاور 091-2567539
- مکتبہ الشیخ 445/3 بہادر آباد کراچی 0214935493
- دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی 021-2213768
- مکتبہ علمیہ، دوکان نمبر 2 اسلامی کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی 021-4918946
- مکتبہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد مدظلہ العالی مین بازار، سرائے نورنگ PP 09261-350364
- حضرت مولانا قاسم منصور صاحب نیو مارکیٹ، مسجد اسامہ بن زید، اسلام آباد 051-2288261
- جامعۃ الصالحات، محبوب سٹریٹ، ڈھوک مستقیم روڈ، پیرودھائی موڑ، پشاور روڈ، راولپنڈی 051-5462347 ، 03009834893

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد